رحیق مختوم خمخانۂ شوق

اسمعی

دیوان ذوق

نتیجۂ

طبع لطیف استاد دوران خاقانی زمان

ملک الشعراء شیخ ابراہیم ذوق

باضافۂ غزلیات مزید

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں طبع ہوا



ردیف الالف

[illegible]

ہوا حمدِ خدا مین دل جو مصروفِ رقم میرا
الف الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا

رہے نام محمد لب پہ یارب اوّل و آخر
اٹک جائے بوقتِ نزع جب سینہ مین دم میرا

محبت اہلبیتِ مصطفےٰ کی نورِ برحق ہے
کہ روشن ہو گیا دل مثلِ قندیلِ حرم میرا

دکھائی مجھکو راہِ شرعِ اصحابِ پیمبر نے
چراغِ راہ ہے اکرامِ اصحابِ کرم میرا

کہین شاہِ نجف کے عشق مین دل میرا ڈوبا تھا
کہ ہے دُرِّ نجف ہوکر چمکتا دُرِّ یتیم میرا

رہیگا دانہ افشان مزرعِ امیدِ بخشش مین
غمِ آلِ نبیؐ سے دانۂ اشکِ نم میرا

شہِ بغداد کا خطِ غلامی ذوق رکھتا ہون
نہ کیون دل اُس خطِ بغداد سے ہو جامِ جم میرا

ہوا یہ سینہ یکسر خار زارِ دشتِ غم میرا
کہ آیا پا بجون آغشتہ ہو کر لب پہ دم میرا

صراطِ عشق پر از بسکہ ہے ثابت قدم میرا
دمِ شمشیرِ قاتل پر بھی خون جاتا ہے جم میرا

مری خواری کے رتبہ کا کمالِ اوج تو دیکھو
کہ ہے چرخِ زحل بھی سایۂ بختِ دژم میرا

تیرے کوچہ مین تن لاغر ترے رنجور کا
اک غبارِ ناتوان ہے کاروان مور کا

باندھوین مضمون جو اپنی شوربختی کا کوئی
ہو زمین شعر مین عالم زمینِ شور کا

مین ہون وہ نخچیر جسکو دیکھتا ہے وقتِ ذبح
دیدۂ حسرت سے حلقہ جوہرِ ساطور کا

اس نزاکت سے نظر کرتا ہے وہ رشکِ پری
بال بھی باندھے جو مسے پر تو زلفِ حور کا

دل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے ست نا
جیسے مرجھایا ہوا دانہ کوئی انگور کا

تفتہ دل وہ ہون کہ میرے داغِ سوزان کیلئے
گرمیِ مرہم سے اُڑ جائے اثر کافور کا

گر ترے فریادیون کو نالۂ پیچیدہ دون
لب پہ رکھکر پھونکیے پیدا ہو نالہ صور کا

حق تو یون ہے یہ انانیت عجب غماز ہے
قصہ پہونچا یا زبانِ دار پر منصور کا

عشق کے مکتب مین ہو فرہاد سے تیز ذہن
تین دن جائے اگر تعویذ میری گور کا

زخم پر اے وہ ایذا دوست خون رونے لگے
منہ سے گر جرّاح کے سُن پائے نام انگور کا

جھانکتے تھے وہ ہمین جس روزنِ دیوار سے
وائے قسمت ہو اُسی روزن مین گھر زنبور کا

دفن ہے جس جا پہ کشتہ سردمہری کا تری
بیشتر ہوتا ہے پیدا وان شجر کافور کا

تو ہو بعد از مرگ بھی گر اے محبت دستگیر
استخوان سے ہو مرے دستہ ترے ساطور کا

عشق نے ڈالی تھی جب قصرِ محبت کی بنا
لکھ دیا تھا کوہکن بھی نام اک مزدور کا

ل ہے جشت ابتلک بھی شاخِ آہو کیطرح
پیچ کھاتا ہے دھوان میرے چراغِ گور کا

دیکھنا زہرابِ پیکانِ محبت کا اثر
چشمِ افعی بن گیا روزن ہر اک ناسور کا

کھینچے مانی اُس پری کی کیونکہ تصویرِ کفک
جمع ہو جب تک نہ رنگِ سرخ روئے حور کا

تیرے قامت سے جو ہو برپا قیامت سر و پر
کام لے منقار سے فریادِ قمری صور کا

ذوق راہِ عشق وہ کوچہ ہے جسکی خاک مین
ہے دُرِ تاجِ سلیمان بعینہ بیضہ مور کا

لکھیے اُسے خط مین کہ ستم اُٹھ نہین سکتا
پر ضعف سے ہاتھون مین قلم اُٹھ نہین سکتا

وہ ہوں میں آتشیں گل تازہ نخل شمع اُلفت کا
نہیں ہے کوئی گلچیں غیر مقراض ستم میرا

نشان بے نشانی گر دکھائے زور مٹ جائے
جھپک سے دیدۂ صراف کے نقش درم میرا

روان ریگ رواں ہے جائے اشک تر مژگاں سے
کدورت بار ہے دیکھو سحاب رنج و غم میرا

وہ ہوں میں آہوئے وحشی رمیدہ دام ہستی سے
کہ ہے ایک کوچۂ رم جادۂ دشت عدم میرا

جھپکتی آنکھ شب جوں حلقۂ زنجیر کیا میری
طلسم خواب بندی تھا تر زلف الم میرا

لکھوں میں سو دہن سے حرف قطع آرزوئے دل
لب ہر زخم پر ہے جوں لب شمشیر دم میرا

مزن افسردہ حالی گر ہو جنس آرزوئے دل بردی
عجب کیا تیر برفیں ہو اگر شیر علم میرا

پھپولا کام آئی ہیں یہ دل تنگ جہاں ٹپکا
قضا کے جام سے یک قطرۂ زہراب غم میرا

ہوا روشن چراغ کعبۂ زاہد جس کے شعلہ سے
اُسی آتش کا رکھتا ہے شرر سنگ صنم میرا

نہ ہو بنہ وقر ترک سجدۂ ابلیس سے آدم
عدو کی سرکشی سے رتبہ کب ہوتا ہے کم میرا

وہ ہوں میں گیسوئے موج محیط اعظم وحشت
کہ ہے گھیرے ہوئے روئے زمیں کو پیچ و خم میرا

مری صورت کے معنی ہیں نفخت فیہ من روحی
حدوث بے ثبات اثبات کرتا ہے قدم میرا

وہ ہوں میں رہ نورد شوق میرے ساتھ جاتا ہے
برنگ سایۂ مرغ ہوا نقش قدم میرا

تخیل نے مرے باندھا طلسم تازہ کیفیت
نہ کیوں ہو کاسۂ سر ذوق رشک جام جم میرا

شوق نظارہ ہے جب اُس رخ پرنور کا
ہے مراغ نظر پروانہ شمع طور کا

اے صنم کیا پوچھتا ہے حال اس رنجور کا
دل نہ اٹکائے کہیں اللہ سے مقدور کا

گر لکھوں مضمون اپنے نالۂ پرشور کا
لوں صریر خامہ سے میں کام بانگ صور کا

لطف جاتا ہے سرود نالۂ پرشور کا
خون دل پیتا ہے یہ کھانا مجھے سینہ دور کا

نزع میں بھی دھیان تھا اُس نرگس مخمور کا
مجھ کو شربت میں مزا آیا ہے انگور کا

وادیٔ ظلمت میں اپنی دخل کب ہے نور کا
مہر آگ شعلہ سا ہے سو بھی چراغ دور کا

تو اگر اپنے کو دیکھے تو مری آنکھ سے دیکھ | اپنا آئینہ مرا دیدۂ پر آب بنا
آہ کے ساتھ جو نکلا شرر آتش دل | چرخ پر جا کے وہ خورشید جہانتاب بنا

جب کیا عشق کے دریا نے تلاطم اے ذوق
تو کہین موج بنی اور کہین گرداب بنا

اُسے ہمنے بہت ڈھونڈھا نہ پایا | اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا
جس انسان کو سگ دنیا نہ پایا | فرشتہ اُسکا ہمپایا نہ پایا
مقدر ہی پہ گر سود و زیان ہے | تو ہمنے یان نہ کچھ کھویا نہ پایا
لحد مین بھی ترے مضطر نے آرام | خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا
کیا تھا یا نہ تھا سب ہمپہ گذرا | فلک تونے کیا اپنا نہ پایا
سراغ عمر رفتہ ہاتھ کیا آئے | کہین جسکا نشان پایا نہ پایا
کرے کیا سیر دل ملک فنا کی | کہ اس بازار مین سودا نہ پایا
رہ گم گشتگی مین ہم نے اپنا | غبار راہ بھی عنقا نہ پایا
رہا ٹیڑھا مثال نیش کژدم | کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا
تہ خنجر ترے بسمل نے ہے ہے | ذرا قابو تڑپنے کا نہ پایا
احاطے سے فلک کے ہم تو کب کے | نکل جاتے مگر رستا نہ پایا
جہان دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا | کبھی ہمنے تجھے تنہا نہ پایا
چراغ داغ لیکر دل مین ڈھونڈھا | نشان پر صبر و طاقت کا نہ پایا
وہ از خود رفتہ ہون جسکو خودی نے | خدائی مین اگر ڈھونڈھا نہ پایا
مرے مجنون کی تربت پر جنون نے | بگولے کے سوا سایا نہ پایا
کیا ہمنے سلام اے عشق تجھکو | کہ اپنا حوصلہ اتنا نہ پایا
گلے کیا ہائے رحم دل ہمارا | دہن پایا لب گویا نہ پایا

[illegible]

بیمار ترا صورت تصویر نہالی
کیا اُٹھے سر بستر غم اُٹھ نہین سکتا

آتی ہے صدائے جرس ناقۂ لیلیٰ
صد حیف کہ مجنون کا قدم اُٹھ نہین سکتا

جون دانۂ روئیدہ تہ سنگ ہمارا
سر زیر گرانبارِ الم اُٹھ نہین سکتا

ہر داغ سیاہی مرا اس دامن تر سے
جون حرف سیہ کاغذ نم اُٹھ نہین سکتا

اتنا ہون تری تیغ کا شرمندۂ احسان
سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہین سکتا

پردہ در کعبہ سے اُٹھانا تو ہے آسان
پر پردۂ رخسارِ صنم اُٹھ نہین سکتا

کیون اتنا گرانبار ہے جو رخت سفر سے
اے راہ روِ ملک عدم اُٹھ نہین سکتا

دنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق
کچھ فائدہ بے دست کرم اُٹھ نہین سکتا

واہ کیا مرہم زخم دل بیتاب بنا
آب سے نشتر تیز کے تیزاب بنا

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

نہ بجھے اشک کے دریا سے مری سوزش دل
گرچہ دے شعلۂ جوالہ کو گرداب بنا

دل بیتاب کو ہم سینے مین ٹھہرا نہ سکے
شعلہ خود دیکھتے ہی تجھ کو وہ سیماب بنا

پوچھین گر مجھ سے مئے عیش ہوئی کب سے تلخ
کہون جس دن سے فلک کاسۂ زہراب بنا

چشم مخمور کا ہون کس کی مین کشتہ یارب
کہ مری خاک سے بھی جام مئے ناب بنا

تیرہ روزی نے مری مہر جہانتاب کا نور
دیا جوقت اُڑا کرمکِ شب تاب بنا

نامہ بھیجتا ہون کہون اس سے کیا مین نے نگاہ
کہ جواب پھرتا ہون اس طرح سے بیتاب بنا

سرمۂ چشم غزالان نہ بنا مین اے چرخ
کیا بنا خاک غبارِ دلِ احباب بنا

آیت سجدہ ہے حق مین مرے ہر جوہر تیغ
ہے خم تیغ فقط کیا خم محراب بنا

خال عارض جو ہے ہندوے خدا ترس تو کیا
ترے مجنون کے لیے ذبح کو قصاب بنا

اپنے جلسون مین بلاتے ہین مجھے سہرتے جب
مین ہون اک شمع پئے محفلِ احباب بنا

میں ہجر میں مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا
تم وقت پہ آپہونچے نہیں ہو ہی چکا تھا

اب جان پہ آفت ہے جو آئے ہو دوبارہ
اک بار تو غارت دل و دیں ہو ہی چکا تھا

برہم اُسے کیوں تو نے کیا چھیڑ کے [illegible]
اے دل وہ ابھی چیں بجبیں ہو ہی چکا تھا

ہوتا جو نہ پیوندِ زمیں تیری گلی میں
آسودہ یہ دل زیرِ زمیں ہو ہی چکا تھا

آنے سے مرے ٹھہر گئے آپ وگرنہ
جانے کا ارادہ تو کہیں ہو ہی چکا تھا

جو خط میں لکھا اُس سے وہ اُس لکھنے سے پہلے
مکتوب سرِ لوحِ جبیں ہو ہی چکا تھا

بے بدرقۂ مرگ توقف رہا ورنہ
عزمِ سفرِ جانِ حزیں ہو ہی چکا تھا

کیا ہوتا جو سمجھاتے اُسے جا کے مرے دوست
دشمن کا سخن ذہن نشیں ہو ہی چکا تھا

کیا دیکھتے ہم یوسفِ کنعاں کو کہ اپنا
منظورِ نظر ایک حسیں ہو ہی چکا تھا

کیا گرمِ تپش ہوتا تڑپ کر ترے آگے
میں سردۂ خنجرِ کیں ہو ہی چکا تھا

سینہ جو کیا چاک تو واں کچھ بھی نہ پایا
کیا جل کے جگر خاک کہیں ہو ہی چکا تھا

جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کسطرح نہ ہوتا
حکمِ ازلی ذوق یوہیں ہو ہی چکا تھا

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچہ کی دیوارونکا
کام جنت میں ہے کیا ہمسے گنہگارونکا

محتسب گرچہ دل آزار ہے میخوارونکا
دیجئے اک جام تو ہے یار ابھی یارونکا

اتنا تو سوزِ فغاں ہو کہ چمن میں بلبل
خرمنِ گل کی جگہ ڈھیر ہو انگارونکا

چرخ پہ بیٹھ رہا جان بچا کر عیسےٰ
ہو سکا جب نہ مداوا ترے بیمارونکا

جوں رگیں حلق بریدہ کی ہمارے خونبار
گر تماشا تجھے منظور ہو فوارونکا

ہیں کماندار ترے تیرِ مژہ تشنۂ خوں
منہ کھلا رہتا ہے اسواسطے سوفارونکا

کیوں نہ ہر تار میں سو دل ہوں گرفتار کہ زلف
جیلخانہ ہے محبت کے گرفتارونکا

دینگے جاں بوسۂ لعلِ نمکیں پر ہم بھی
جاں نثاری ہے اگر شیوہ نمکخوارونکا

کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم
غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا

سوا تیرے خطِ مشکین کے کوئی
مجرب نسخہ سودا نہ پایا

وہ بولے دیکھکر تصویر یوسف
سنا جیسا اُسے ویسا نہ پایا

نہ مارا تو نے پورا ہاتھ قاتل
ستم مین بھی تجھے پورا نہ پایا

مرے طالع کی وہ گردش ہے جس سے
فلک نے بھی قرار اصلا نہ پایا

نظیر اُس کا کہان عالم مین اے ذوق
کہین ایسا نہ پائے گا نہ پایا

نام یون پستی مین بالاتر ہمارا ہو گیا
جسطرح پانی کنوین کی تہ مین تارا ہو گیا

میرے نالون سے جو پانی سنگِ خارا ہو گیا
کوہ کے چشمونکا آنسو ہر شرارا ہو گیا

ذکر دنیا النفس مردہ کو ہوا آبِ حیات
مرکے یہ سیماب پھر زندہ دوبارا ہو گیا

دانت یون چمکے ہنسی مین رات اُس مہ پارہ کے
مین نے جانا ماہِ تابان پارہ پارا ہو گیا

ہر حبابِ بحر کی کھلجائے گی تارا سی آنکھ
عکس افگن گر رخِ روشن تمھارا ہو گیا

شیخ نے افطاریون کے تر نوالے کھائے خوب
ہے مگر روزون کی گرمی سے چھوارا ہو گیا

ایکدم بھی ہمکو جینا ہجر مین تھا ناگوار
پر اُمیدِ وصل مین برسون گوارا ہو گیا

ہے مقامِ زندگی زیرِ دمِ شمشیر مرگ
ہو گیا جسطرح کوئی دم گذارا ہو گیا

رشک سے اُس زلف کے کیا مشک تہی کیسہ ہے خون
بلکہ جلکر سوختہ عنبر بھی سارا ہو گیا

دل پہ زخمون کی ترقی سے ہوئی اور اک بہار
آگے تھا صد برگ یہ گل اب ہزارا ہو گیا

ظلمتِ عصیان سے میرے بنگیا شب روزِ حشر
آفتاب اک نیزے پر دُمدار تارا ہو گیا

دی شہادت نشہ کی سرخی سے چشمِ یار نے
خون رہا اپنا نہ پنہان آشکارا ہو گیا

ن [illegible] بیمار ہو گیا
ن [illegible] بیمار

ذوق اِس بحرِ جہان مین کشتیِ عمرِ روان
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہو گیا

اے اجل تکلیف مت کر کیا کرے گی آنکر
ہو چکا پہلے ہی میں کشتہ کسی کی آن کا

ہو سکے آلودہ دامن پاک دامن کس طرح
اے زلیخا چھوڑ دامن یوسف کنعان کا

نفس بے مقدور کو قدرت ہو گر تھوڑی سی بھی
دیکھ پھر سلمان اس فرعون بے سامان کا

دیکھنا اے ذوق ہونگے آج پھر لاکھوں کے خون
پھر جمایا اُس نے لعل لب پہ لاکھا پان کا

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو اُسکو گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفس امّارا کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپکو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

خطا تو دل کی تھی قابل بہت سی مار کھانے کی
تری زلفوں نے مشکیں باندھکر مارا تو کیا مارا

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دیکر
جو اُسنے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے
الٰہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا
کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا

مرے آنسو ہمیشہ ہیں برنگ لعل غرق خوں
جو غوطہ آب میں تو نے گہر مارا تو کیا مارا

جگر زخمی ہے اور دل لوٹتا ہے تمنے کیا جانے
ادھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا

دل سنگین خسرو پر بھی ضرب کوہکن پہونچی
اگر تیشہ سر کہسار پر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے میں
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دل بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بدبیں میں
فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

ہنگامہ گرم ہستی ناپائدار کا
چشمک ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

میں جو شہید ہوں لب خندان یار کا
کیا کیا چراغ ہنستا ہے میرے مزار کا

ہو راز دل نہ یار سے پوشیدہ یار کا
پردہ جو درمیان نہو دل کے غبار کا

بے سیاہی نہ چلا کام قلم کا اے ذوق
روسیاہی سر و سامان ہے بے کاروں کا

نالہ اس زور سے کیوں میرا دہائی دیتا
اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

لاکھ دیتا فلک آزار گوارا تھے مگر
ایک تیرا نہ مجھے درد جدائی دیتا

دے دعا وادیٔ پر خار جنوں کو ہر گام
داد یہ تیری ہے اے آبلہ پائی دیتا

پنجۂ مہر کو خونِ شفق میں ہر صبح
غوطے کیا کیا ہے ترا دست حنائی دیتا

روشِ اشک گرادیں گے نظر سے اک دن
ہے ان آنکھوں سے یہی مجھکو سجھائی دیتا

میں وہ ہوں صید کہ پھر دام میں پھنستا جا کر
گر قفس سے مجھے صیاد رہائی دیتا

کون گھر آئینہ کے آتا اگر وہ دل میں
خاکساری سے نہ جاروب صفائی دیتا

خوگر ناز ہوں کس کا کہ مجھے ساغر مے
بوسۂ لب نہیں بے چشم نمائی دیتا

منہ سے بس کرتے نہ ہر گز یہ خدا کے بندے
گر حریصوں کو خدا ساری خدائی دیتا

دیکھ گر دیکھنا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشیں
دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا

ہونا عاشق سچ گر اس دشمنِ ایمان کا
دل نہ کر جلدی کہ جلدی کام ہے شیطان کا

جھوٹ ہی جانوں کلام اُس رہزنِ ایمان کا
پہن کر جامہ بھی وہ آئے اگر قرآن کا

تو ہماری زندگی پر زندگی کی کیا امید
تو ہماری جان لیکن کیا بھروسہ جان کا

جو دلِ پُر آرزو سے نکلا نالہ عشق میں
ایک پتلا تھا سراپا حسرت و حرمان کا

بن گیا جوش محبت سے ہمارے سینہ میں
ماہیِ دریائے خوں جوہر ترے پیکان کا

جو فرشتے کرتے ہیں کر سکتا ہے انسان بھی
پر فرشتوں سے نہ ہو جو کام ہے انسان کا

یہ تپِ غم کی ہے شدت اس تمہارے بیمار کو
یوم راحت بھی ہے جس میں اگلے دن بحران کا

دل یہ کہتا ہے کہ تا چرخِ زحل جاؤنگا
بلکہ میں توڑ کے اُسکو بھی نکل جاؤنگا

آج اگر راہ نہ پاؤنگا تو کل جاؤنگا
کوچۂ یار میں میں سر ہی کے بل جاؤنگا

کہتا وحشت سے ہے یہ جامۂ پیری میرا
دیکھ کپڑا ہوں پرانا ابھی چل جاؤنگا

عقل سے کہدو کہ لائے نہ میان اپنی کتاب
میں ہوں دیوانہ ابھی گھر سے نکل جاؤنگا

اے صنم در پہ نہیں دیر میں جا بیٹھونگا
کچھ میں بچہ تو نہیں ہوں کہ مچل جاؤنگا

کہتا پیراہنِ گل ہے یہ نزاکت سے نسیم
ہاتھ مجھکو نہ لگانا کہ نکل جاؤنگا

سنتے ہو زاہد و ناصح جو ہیں سمجھاتے مجھے
کیا بدل دینگے یہ اور میں بدل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے کہ تو ساتھ نہ چل [illegible]
جا کے میں واں ترے قابو سے نکل جاؤنگا

مدرسے میں بھی اگر جاؤنگا تو بجائے کتاب
شیشۂ بادہ لئے زیرِ بغل جاؤنگا

کوچۂ یار میں جاؤنگا تو مثلِ خورشید
پاس آداب سے میں سر ہی کے بل جاؤنگا

دل کہے ہے کہ مجھے روزنِ سینہ سے نکال
ورنہ خوں ہو کے میں آنکھوں سے نکل جاؤنگا

سرد مہروں کا دل نہ پگھلا کر میں آگ
نخلِ سرما زدہ کی طرح سے جل جاؤنگا

آنکھ سے اشک کہے مجھکو گرا کر نہ سنبھال
میں نہیں وہ کہ سنبھالے سے سنبھل جاؤنگا

قیس و فرہاد کو بتلاؤنگا کچھ عشق کی راہ
ابھی میں گر طرفِ دشت و جبل جاؤنگا

گر پڑا آگ میں پروانہ دمِ گرمیِ شوق
سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت کہ میں جل جاؤنگا

ہوں وہ مشتاقِ شہادت کہ ترے ہاتھ سے تیغ
پائے گو ہاں تہِ شمشیر اچھل جاؤنگا

بخشش برگ صفت باغ بیاں میں سے ذوق
کچھ نہ ہاتھ آئے تو میں ہاتھ تو مل جاؤنگا

اس سے تو اور آگ دو سینہ ہو گیا
اب آبِ آتشیں سے بھی دل آہ سرد ہو گیا

سینے میں بوالہوس کے بھی تھا آبلہ مگر
نشتر کا نام سنتے ہی منہ زرد ہو گیا

سو بار مر کے عاشقِ جانباختہ ترا
اٹھنے کو پھر کھڑا ہوا پر نقش زرد ہو گیا

آفت ہے گر نہ آوے کہیں سے چلے اب
آنکھوں میں آ کے ٹھہرا ہے دم انتظار کا

سو بار کیا ہوں کہ نہانے سے کیا خطر
اٹکا نہیں نگاہ کو مژگان کے خار کا

پوچھے ہے سب ... سر شک
قربت سے باغ ... کے انار کا

پونچے کا تیرے پاس کبوتر سے پیشتر
آتا ہے شوق اڑ کے ترے بیقرار کا

ست جن ... آنکھ سوتے
اٹکا جو تیر گیا سینے مجھے انتظار کا

قاصد آنکھوں ... سب راستے
آجائے وہ ... خط ہے کسی خاکسار کا

دیکھ اپنے زیر گوش تو عاشق کے قتل
دیکھا نہ دوستا رہ جو صبح بہار کا

ہے رنگی داغ گات ... چشم یار
... ہے قصہ ... نگار کا

بیٹھنے کی دل کی اب نہیں زیر خاک ...
ہو گا درخت گور پہ میری چنار کا

اس ... تابناک ہے ہر قطرہ خون
... ستارہ ہے صبح بہار کا

اے ذوق ... ہوش تو دنیا سے دور بھاگ
اس میکدے میں کام نہیں ہوشیار کا

حذر ہے خون سے ... اٹھا لے گیا
بلا ہے دیکھو وہ دامن سنبھال کے لیا

بغل سے لے گئے دل کو نکال کر وہ جو یکجا
جو مانگا تو ہما آنکھیں نکال کے لیا

نہیں ہے یہ کہ اگر چشم یار زید اس کے
ہجوم کرتے ہیں مژگان کے ... کیا

نمود خال کی دیکھو تو زیر ابروے یار
ستارہ نکلا ہے نیچے ہلال کے کیسا

ہماری نعش پہ ہنگامہ کیوں ہے اے قاتل
اٹھا ہے فتنہ یہ بعد انفصال کے کیسا

شب فراق میں اس مہ جبین کے غم ...
ستارے ڈرتے ہیں آنکھیں نکال کے کیسا

ہزار دم میں اسے یاد تو نے دیکھا ذوق
گیا وہ غیر کے گھر مجھ کو ٹال کے کیسا

میں کہاں سنگ دریا سے ٹل جاؤنگا
نہ وہ پتھر ہے پھسلنا کہ پھسل جاؤنگا

کرین جدا ہیگا کس کس کے رنج ہم اے ذوق
کہ ہونے والے ہین سب ہم سے عنقریب جدا

شکر پردے ہی مین اُس بت کو حیا نے رکھا
ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

رہا پامال رہِ عشق مین تربت کا نشان
اُس پہ تعویذ جو نقشِ کفِ پا نے رکھا

تلخ کامی کا رہا بعد فنا بھی یہ اثر
استخوان کو مرے باقی نہ ہما نے رکھا

آشیان باغ مین ڈھونڈھا جو قفس سے جا کر
ایک تنکا بھی نہ تھا بادِ صبا نے رکھا

دل جو دیوانہ نہ تھا میرا تو پھر کیون اُسکو
پابزنجیر تری زلفِ دوتا نے رکھا

آنکھین دیدار طلب گور سے آئی ہین نکل
دستہ نرگس کا نہین میرے سرہانے رکھا

پئے ناواقفِ رہ پہلے ہے دلبر موجود
گور سے آگے قدم دیکھو عصا نے رکھا

ناتوان ہین نہ تنِ زار مرا دیکھ سکا
خوب دھوکے مین اُسے تارِ قبا نے رکھا

نہ رکھے خوبی و زشتی سے غرض آئنہ وار
گھر مین مہمان جسے اہلِ صفا نے رکھا

کیا تماشا ہے کہ دیوانہ بنا کر اپنا
نام مجنون مرا اُس ہوش ربا نے رکھا

شربتِ مرگ سے محروم نہ رہتا کبھی خضر
ایک ناکام اُسے آبِ بقا نے رکھا

نہ گیا مر کے بھی اُس مصحفِ رخسار کا شوق
کہ رہا گور پہ قرآن سرہانے رکھا

بے نشان پہلے فنا سے ہو تو ہو تجکو بقا
ورنہ ہے کسکا نشان ذوق فنا نے رکھا

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا

عشق کے ڈھب پہ نہ کوئی بجز انسان چڑھا
اس کے قابو پہ چڑھا تو یہی نادان چڑھا

چڑھ گیا جبکہ زمین توسنِ وحشت اپنا
دینگے افلاک پہ ہم خاکِ بیابان چڑھا

مین نے دیکھا مہِ نو کو تو اُس ابرو کا خیال
لیکے خنجر مری چھاتی پہ وہین آن چڑھا

دیکھئے ملت و دین کتنے کرے گا برباد
باد کے گھوڑے پہ وہ دشمنِ ایمان چڑھا

مجنون بھی وحشت گرد تھا مانندِ گرد باد
جب خاک اڑائی ہمنے تو وہ گرد ہو گیا

اُس صید تیر خوردہ کو تونے کیا نہ ذبح
آخر تڑپ تڑپ کے یوہین سرد ہو گیا

وان رخ شگفتگی سے گل ورد بن گیا
یان غم سے روے زرد گل زرد ہو گیا

پیرِ مغان کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد جوان مرد ہو گیا

پانی طبیب دے ہے ہمین کیا بجھا ہوا
ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا

کہتے تھے آفتاب قیامت جسے سو وہ
نکلا چراغِ داغِ دل اپنا بجھا ہوا

چشمِ غضب سے نیم نگہ میرے واسطے
ایک تیغ ہے زہر مین گویا بجھا ہوا

پھر دل مین آہِ سرد ہوئی میرے شعلہ زن
لو پھر بھڑک اٹھا یہ فتیلا بجھا ہوا

پہلے نشانہ کرتا وہ بندوق کا مجھے
پر تھا مرے نصیب مین توڑا بجھا ہوا

جلکر اگر بجھا بھی دل سوختہ مگر
تو پھر جلے گا جیسے کہ کو لا بجھا ہوا

ہم آپ جل بجھے مگر اس دل کی آگ کو
سینے مین ہمنے ذوق جو پایا بجھا ہوا

جدا ہون یار سے ہم اور نہون رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

تری گلی سے نکلتے ہی اپنا دم نکلا
رہے ہے کیونکہ گلستان سے عندلیب جدا

دکھا دے جلوہ جو مسجد مین وہ بتِ کافر
تو چیخ اٹھے موذن جدا خطیب جدا

جدا نہ درد جدائی ہو گر مرے اعضا
حروفِ درد کی صورت ہون اے طبیب جدا

ہے اور علم و ادب مکتبِ محبت مین
کہ ہے وہان کا معلم جدا ادیب جدا

ہجوم اشک کے ہمراہ کیون نہو نالہ
کہ فوج سے نہین رہتا کبھی نقیب جدا

فراق خلد سے گندم ہے سینہ چاک اب تک
الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا

کیا حبیب کو مجھسے جدا فلک نے اگر
نہ کر سکا مرے دل سے غمِ حبیب جدا

پہونچا آب تیغ قاتل تا بسر اچھا ہوا
اے دل مجروح لے تو غسل کر اچھا ہوا

ایکدن بالکل نہ ہین اے چارہ گر اچھا ہوا
داغ ادھر تازہ ہوا گر زخم اُدھر اچھا ہوا

کم نہوا اُس آب خنجر کی اتنی آبرو
آج تربت مین ہمارا حلق تر اچھا ہوا

آ رہیگا دشت مین لیلےٰ ترے نامے کے کام
ہو گیا مجنون جو کانٹا سوکھکر اچھا ہوا

روز کہتا تھا مزا مجکو چکھا دے عشق کا
بھر دیا لون اُسنے دلکو چیر کر اچھا ہوا

سنکے مجنون نے مرے شور جنون کو یون کہا
واقعی مجھ سے بھی یہ شوریدہ سر اچھا ہوا

بندھ گیا اُس موکمر کا جب کہ مضمون کمر
ہو گئی مضمون مین دقت شعر پر اچھا ہوا

مجکو صدمے گر آ کرے بدمزہ تیرا مزاج
یہ اِدھر صدمہ دیا تو نے اُدھر اچھا ہوا

ہاتھ تو ہلکا پڑا تھا یار کی شمشیر کا
زخم پر قسمت سے میری کارگر اچھا ہوا

کھنچ گیا میری طرف سے اور اُس دلبر کا دل
واہ وا جذب محبت کا اثر اچھا ہوا

قتل کرتا ہے ترا بسمل سے یہ کہتا کہ تو
ابتو دامن بھی ہوا لوہو سے تر اچھا ہوا

نامہ بر جاتا ہے جا جلدی چلی جان حزین
دیر مت کر ساتھ تیرے ہمسفر اچھا ہوا

آئنہ خانے مین عالم کے سمجھ لے یہ مثال
تا تجھے جانین کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا

ہے برا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو برا
تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم گر اچھا ہوا

ذوق کے مرنے کی سنکر پہلے تو کچھ رک سے گئے
پھر کہا تو یہ کہا منھ پھیر کر اچھا ہوا

خلاف وعدہ سے مین تیرے کل تو جان بلب آیا
نہ آیا آج بھی گر تو تو اے ظالم غضب آیا

چمن مین کہتے ہین پھر موسم عیش و طرب آیا
بہار مین خوب تو ہین گے اگر وہ غنچہ لب آیا

عجب حیرت مین ہون جب سے نظر وہ خال لب آیا
دہن اُسکا عدم ہے اور دہن مین نکتہ کب آیا

وہ دست ناز لے کر مجھ سے میرے شیشہ دلکو
ہوا خوش اسقدر گویا کہ اُسکے گھر جب آیا

نوید اے تشنہ کامی بارے آب خنجر قاتل
گلو تک میرے اور زخم گلو کے تا بلب آیا

مصحفِ رُخ یہ ترے سنگ سنہرا تیرا
واہ کیا خوب ہے سونا سرِ قرآن چڑھا

کشتۂ دست حنا بستہ ہیں ان ہاتھوں نے
کبھی دو پھول تو لا کر تو مری جان چڑھا

جب لڑی آنکھ تری کوئی مرے دل کے سوا
فوجِ مژگان کے نہ منہ پر سرِ میدان چڑھا

بوالہوس جاتے ہیں گر دام میں آہو کیطرح
چلّہ جلد اپنی کمان پر ترے قربان چڑھا

دیکھو قسمت کا لکھا اُسنے پڑھا خط سو بار
دھیان پر میرا نہ مضمون کسی عنوان چڑھا

سنگ سرمہ کو یہ تاب تھی وہ تیغ نگاہ
گردشِ چشم نے پر دی ہے غضب سان چڑھا

غمزۂ یار کو دی سونپ متاعِ دل و جان
جو رہا پر نظر اپنی یہ نگہبان چڑھا

اشک آئے نہیں مژگان پہ کہ پایاب ابھی
پانی سو نیزے دیا باندھ کے طوفان چڑھا

حضرتِ عشق کی درگاہ میں اگر اے ذوق
دل و دین دیتے ہیں سب گبر و مسلمان چڑھا

تیغ جب مول وہ بانکا جوان لینے لگا
موت کے جی میں مزے یہ نیم جان لینے لگا

تیر چٹکی میں لیا اُس نے پئے جانِ عدو
رشک میرے دلمیں کیا کیا چٹکیان لینے لگا

نام میرا سُن کے مجنوں کو جماہی آگئی
بید مجنوں دیکھکر انگڑائیان لینے لگا

مجھکو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جوں روزِ حشر
مجھسے یہ کسدن کے بدلے آسمان لینے لگا

ہے جو غنچونکا چٹکنا انگلیوں کی سی چٹک
یہ بلائین کسکی باغ اے باغبان لینے لگا

جینے کی اس میکدے میں بیعتِ دستِ سبو
وہ قدم تیرے بس اے پیرِ مغان لینے لگا

لیکے آئینہ جو دیکھی حُسن کی اپنے بہار
لبے بوسے آپ وہ غنچہ دہان لینے لگا

تیز جو کرنے لگا عشاق پر تیغِ نگاہ
چشم کی گردش سے وہ کارِ فسان لینے لگا

حُسن سے تھا دلِ آہن بھی گرمِ اختلاط
شمع کی گلگیر جو منہ میں زبان لینے لگا

موت اسکو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور
یوں ترا بیمارِ غم جو ہچکیان لینے لگا

دل لگا اے ذوق اُسکی نوکِ مژہ کا خیال
تن پہ ہر موئے مرے کارِ سنان لینے لگا

تھا ہر سوے مژگان وہ نگہ انگشت اشارت سے — سب سمجھنے والا سمجھا چاہیئے پر اُس اشارے کا
سفید جون دل ہون چاندنی کے پھول کیا مجکو — دکھا دو خندۂ دندان نما اُس ماہ پارے کا

فقط تارِ نفس کا ذوق خطِ جادہ کافی ہے
پئے عمرِ رواں کیا چاہیئے رستا گذارے کا

نالہ ہے اُنکے بیان درد جدائی کرتا — کام قاصد کا ہے یہ تیز ہوائی کرتا
پنجۂ شانہ کو دیتا ہے فلک کب ناخن — جانتا ہے کہ یہ ہے عقدہ کشائی کرتا
دیکھتا میں بہت مغرور کا گر جاہ و جلال — کبھی فرعون نہ دعواے خدائی کرتا
خاک آئینہ سے ہے نام سکندر روشن — روشنی دیکھتا گر دل کی صفائی کرتا
نہیں گوش شنوا بلبلِ جہان مین غافل — ورنہ ہر برگ ہے یان نغمہ سرائی کرتا
بند آنکھیں کئے جاتا ہے کدھر تو کہ تجھے — ہے ترا نقش قدم چشم نمائی کرتا
سوزِ دل کون بجھائے کہ نہیں چشم مین اشک — پر ہے کچھ خونِ جگر کار روائی کرتا
بیٹھ رہیئے تو قفس ہے عجب آرام کی جاے — پر ہے بیچین ہمین شوق رہائی کرتا

ذوق اُس پاے نگارین کا جو ہے وصف نگار
اشکِ خونین سے ہے کاغذ کو حنائی کرتا

نہ کرتا ضبط مین نالہ تو پھر ایسا دھوان ہوتا — کہ نیچے آسمان کے اک نیا اور آسمان ہوتا
ابھی کیا سرد قاتل یہ شہید تیغ جان ہوتا — کوئی دم شمعِ مردہ مین بھی ہے باقی دھوان ہوتا
لگے ہے چرخِ دل اُسے کاش مین زاغ کمان ہوتا — کہ تا شاخِ کمان پر اُسکے میرا آشیان ہوتا
عزاداری مین ہے اُسکی یہ چرخ ماتمی جامہ — اگر جیبِ چاک کی صورت یہ خط کہکشان ہوتا
تسلی دلمین گر کرتا کسی کے نوک خنجر کی — تو کیون اس تن مین رہتے پھر ہوتے تن مین شکلِ سنان
نہ رکھتا منہ پہ دانہ یہ مریضِ غم کبھی ہرگز — اگر تیرا اسیر ... خالِ دہان ہوتا
جو روتا لکھو لکڑی تنگناے دہر مین عاشق — تو جب ملکان مین بھی نہ مک پھرتا ...

تامل کیجیو ذوق تپیدن دیکھئے کیا ہو
کہ اب تک ذبح کرنے کا نہین قاتل کو ڈھب آیا

عبث جان منتظر ہونٹون پہ ہے وہ شوخ کب آیا
اگر حلقم کو بھی آیا تو ہم جانین کہ اب آیا

نوشتے سے ہوا اک حرف بھی ہرگز نہ بیش و کم
جو پیشانی مین تھا لکھا ہوا وہ پیش سب آیا

برنگ غنچہ خونی دل جسے کیا اس گلستان مین
بھر آیا خون منھ مین گر تبسم زیر لب آیا

وہ آئین یا نہ آئین ہم نہین رنجیدہ دل اُن سے
مگر یہ رنج ہے کیون رنج ہم سے بے سبب آیا

لگائی زلف کو شانے نے جو اُنگلی بگاڑا دل
یہ گستاخی بہلا رہ تو سہی او بے ادب آیا

ترے ڈر سے نہ آیا پاس کوئی نیمجانون کے
مگر رونا کبھی چوری سے بعد از نیم شب آیا

مین اپنے ذوق کے قربان کہ مستی مین محبت کی
بلایا کس نے اسکو جب آیا بے طلب آیا

مرے طالع مین ہے کیا کام اے گردون ستاریکا
چمک جانا ہے کافی آتش غم کے شراریکا

اُتارا تونے تو سر تن سے اس شامت کے ماریکا
ارے احسان ہانون سر سے مین سکا اُتاریکا

ستارے دیکھکر موتی تمھارے گوشواریکا
کہین ہمکو ملا یہ نور صدقہ اس ستاریکا

جسے کہتے ہین بحر عشق اُسکے دو کنارے ہین
ازل نام اُس کناریکا ابد نام اس کناریکا

ملے اکسیر گر اس کشت و خون سے مین نہ لون ہرگز
مرے مذہب مین خون کرنا ہے کشتہ کرنا پاریکا

نہ پکڑین دامن الیاس گرداب بلا مین ہم
کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہاریکا

مری منزل مین ہے ماہ سریع السیر وہ مہوش
خواص اسکا ہے گھر مین دشمنونکے قطب تاریکا

سر راہ فنا مین ہون مہیاے سفر لیکن
برنگ اشک مژگان منتظر ہون اک اشاریکا

خریدار اُسکی رحمت جنس عصیان کی ہے گر ایسے
چھڑک کر بیچتا ہون نفع پر سودا خساریکا

ڈھلکتا ہے مثال دانۂ تسبیح کیون نکلا
کہ جب ٹھہرا سفر دنیا سے کیا کام استخاریکا

نفس ہے جادۂ عمر رواں جس طرح سے گذرے
یہان پوچھے ہے اے گمراہ کیا رستہ گذاریکا

رکھے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا — لگی جو مجھ سے کرے تو پیے لہو میرا

نہ پہونچا گردنِ جاناں تک اور نوشکے ہاتھ — پڑا گلے مین مرے دستِ آرزو میرا

مقامِ وجد مین آئین ابھی ملائکِ عرش — جو سن سکیں مین سنتے شورہاے ہو میرا

عجب نہین ہے مرے سوزشِ محبت سے — کہ تارِ شمع ہو ہر ایک تارِ مو میرا

نہ رنگ آئنہ چشمِ پُر آب سے میرے — گرا نہ اشک کیا پاسِ آبرو میرا

نہ آئی اے نگہِ یار تجھکو کچھ غیرت — کہ آگے تیغِ اجل کے ہے سرفرو میرا

کرون مین کیا کہ گریبانِ صبح کے مانند — نہین ہے چاکِ جگر قابلِ رفو میرا

مجھے وہ پردہ نشین سامنے کب آنے دے — جو ذکر آنے نہ دے اپنے روبرو میرا

فلک کا رنگ جو ابنا رہا ہے اسیر — پڑا کھلا یہ بختِ سیہ کبھو میرا

ہمیشہ مین ہون اسی داؤگھات مین اے ذوق
کہ رام ہو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا — مستعد جب وہ ہوا ہاے تو خنجر نہ ہوا

جلکے مین خاک ہوا تو بھی رہا دل مضطر — یہ وہ سیماب ہے کشتہ نہ ہوا پر نہ ہوا

بے چراغ اسکو نرکھ داغِ الم سے العشق — خانۂ دل کوئی ویرانہ ہوا گھر نہ ہوا

کب صبا آئی ترے کوچہ سے آیا رکھ مین — جون حبابِ لبِ جو جامہ سے باہر نہ ہوا

خون رگہاے گلو لاشۂ بے سر سے مرے — آکے کب جوش مین فوارہ سے بستر نہ ہوا

عشق یہ معجزہ کیسا ہے کہ اس کشتہ کے — ہوے سر حلق سے پیدا ہیے اور سر نہ ہوا

ذوق بیمارِ محبت ہے خدا خیر کرے
کہ یہ آزار ہوا جسکو وہ جانبر نہ ہوا

جان کے جی مین سدا جینے کا ارمان ہی رہا — دلکو بھی دیکھا کیے یہ بھی پریشان ہی رہا

بعد مردن بھی خیالِ چشمِ فتان ہی رہا — سبزۂ تربت مرا وقفِ گلستان ہی رہا

بگولا گر نہوتا وادیِ دشت مین اے مجنون
تو گنبد ہم سے سرگشتون کی تربت پر کہان ہوتا

ترے خونی جگر کی خاک پر ہوتا اگر سبزہ
تو مژگان کیطرح سے اُسکے دائم خونچکان ہوتا

رکاوٹ دل کی اس قاتل کے وقت ذبح ظاہر ہے
کہ خنجر سے مری گردن پہ رک رک کے روان ہوتا

نہ کرتا ضبط مین گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر مین
کٹورے کیطرح گھڑیال کے غرق آسمان ہوتا

آنکھین مری تلوون سے وہ ملجائے تو اچھا
ہے حسرتِ پابوس نکل جائے تو اچھا

جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر
جو دل کہ ہو بے داغ وہ جلجائے تو اچھا

بیمارِ محبت نے لیا تیرے سنبھالا
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا

ہو تم سے عیادت جو نہ بیمار کی اپنے
لینے کو خبر اُسکی اجل جائے تو اچھا

پھینکے دلِ انسان کو نہ وہ زلفِ سیہ فام
اژدر کوئی انسان کو نگل جائے تو اچھا

اے گریہ نہ رکھ میرے تنِ خشک کو غرقاب
لکڑی کیطرح پانی مین گل جائے تو اچھا

تاثیرِ محبت عجب اک حب کا عمل ہے
لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا

غربت سے تری تارِ نفس سینے مین میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا

ہان کچھ تو ہو حاصل ثمرِ نخلِ محبت
یہ سینہ پھپھولون سے جو پھل جائے تو اچھا

دل گر کے نظر سے ترے اُٹھنے کا نہین پھر
یہ گرنے سے پہلے ہی سنبھل جائے تو اچھا

ق

وہ صبح کو آئے تو کرون باتین مین دوپہر
اور چاہون کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا

ڈھلجائے جو دن بھی تو اسی طرح کرون شام
اور پھر کہون گر آج سے کل جائے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہون کل کیطرح سے
گر آجکا دن بھی یونہین ٹل جائے تو اچھا

القصہ نہین چاہتا مین جائے وہ یان سے
دل اُسکا یہین گرچہ بہل جائے تو اچھا

ہے قطعِ رہِ عشق مین اے ذوق ادب شرط
جون شمع تو اب سر ہی کے بل جائے تو اچھا

نہ بگڑے دامن زین کو نہ آلودہ کرے خون سے
سر فتراک سے کیون تو نے صید نیم جان باندھا

نہ جہاز عجز کو ہر گز کہ ہو کر جہاز لیتا تھا
کبھی برگ لیون کا جہاز تو نے بزم مین باندھا

وہ ہون ناکام سمجھا نامرادی جو مراد اپنی
مرے مرقد پہ چلہ اُس نے اک گرد دستان باندھا

اُڑا دینگے دھوئین اک آئین اس چرخ گردان کے
اگر جگر دھوئین نے دلکے زیر آسمان باندھا

فلک وارستہ پھرنے دے ہے کوئی بے خرد شوخ کو
گیا ہے آخرش زنجیر سے بیل دمان باندھا

جلا ہون مضطرب مین بھی اسی سے برق نے دیکھ
حصار اک گرد اپنے شعلۂ جوالہ سان باندھا

مرا دل آگے ہی سینے مین اک پھوڑا سا پکتا ہے
خیال خط سبز یار نے کیون برگ پان باندھا

دل مجروح پر میرے نہ سمجھو داغ حسرت کا
پر طاؤس اس زخمی نے ہے آ دوستان باندھا

گمان دل بھاگ کر جائے کہ تیرے نخل قد سے
عجب اک گرد نامہ خط نے اے سرو روان باندھا

تپ سوز محبت کے لئے چارہ نہین قمری
یہ گنڈا نیلگون گردن پہ کیون اے تفتہ جان باندھا

سمجھکر موج دریائے فنا کو خنجر برّان
کفن مثل حباب اے ذوق ہمنے سر سے پان باندھا

بھڑکتا کیا کہون سینے مین اپنے آتش غم کا
کہ جائے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ جہنم کا

جہان مین عرصۂ عشرت سے سوا دہ چند ہے غم کا
اگر ہے عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرم کا

ترے عاشق کو ہے یون خوشگوار آب دم خنجر
مسلمان کو لگے جسطرح شیرین آب زمزم کا

برنگ طوق قمری کوئی نکلے ہے نکالے سے
کمند گردن دل ہے جو حلقہ زلف پرخم کا

ترے رخسار کا پرتو پڑے گر عارض گل پر
کرے چشمک زنی خورشید پر ہر قطرہ شبنم کا

سیے جاتے ہین کس سے زخم اس تیغ تبسم کے
گریبان رکھتے ہے بخیہ سوزن عیسی مریم کا

دلیران محبت کو خلش سے اسکی ڈر کاہے
پس مردن لحد مین بھی ہے عالم چاہ رستم کا

خراش سینہ مین اک رہ گیا ہے ٹکڑا ناخن
غلط ہے جو سمجھتے ہین کہ یہ پھاہا ہے مرہم کا

اگر آتش مزاجون کو حسد ہو خاکسار و نیز
تعجب کیا کہ ابلیس لعین دشمن ہے آدم کا

میں ہمیشہ عاشق پیچیدہ مو ہاں ہی رہا — خاک پر روئیدہ میرے عشق پیچاں ہی رہا

پستہ قندی ہے کام غیر میں وہ لعل لب — پر مرے حق میں تو سنگ زیر دنداں ہی رہا

بندھ سکا مضمون نہ ہم سے اُس دہان تنگ کا — ہاتھ اپنا فکر میں زیر زنخداں ہی رہا

جاہل منکر نہ آئے راہ پر معجزے سے بھی — جہل سے بوجہل اپنی نامسلماں ہی رہا

پاؤں کب نکلے رکاب حلقۂ زنجیر سے — توسن وحشت ہمارا گرم جولاں ہی رہا

کب لباس دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر — خانۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے — کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

جلوہ اے قاتل اگر تیرا نہیں حیرت فزا — دیدۂ بسمل نے کیا دیکھا کہ حیراں ہی رہا

حلقۂ گیسو میں دیکھی کس کے رخسار کی تاب — شب مہ ہالہ نشیں سر در گریباں ہی رہا

مدتوں دل اور پیکاں دونوں سینے میں رہے — آخرش دل بہ گیا خوں ہو کے پیکاں ہی رہا

اسکو دیکھا اس سے اور اسکو نہ دیکھا جوں نظر — وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا

آگے زلفیں دل میں بستی تھیں اور اب آنکھیں تری — ملک دل اپنا ہمیشہ کافرستاں ہی رہا

مجھ میں اس میں ربط ہے گویا بہ رنگ بوئے گل — وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں ہی رہا

دین و ایماں ڈھونڈھتا ہے ذوق کیا اس عہد میں
اب نہ کچھ دیں ہی رہا باقی نہ ایماں ہی رہا

طلسم طرفہ تر آنسو نے میرے مردماں باندھا — گرہ ہے اک اک گرہ میں حاصل صد بحر و کاں باندھا

ترے چوٹی کے کھلنے نے مرا دل دلستاں باندھا — عجب تدبیر سے عقدہ وہاں کھولا یہاں باندھا

یہ بہتان کس نے افشائے محبت کا یہاں باندھا — جو بعد از مرگ میرے تجھ کو تو نے بدگماں باندھا

ہوئی تشہیر لاش اس ناتواں کی جبکہ یاں تو میں — کوئی تار نگاہ مور جائے ریسماں باندھا

کیا مجنوں مجھے آشفتگی زلف نے کس کی — کہ میرے سر پہ مرغ شانہ سر نے آشیاں باندھا

ترا ہنسنا جو یاد آیا بہ رنگ قہقہہ سینا — تو میں نے تار اک سوئی کا لے بخیہ یاں باندھا

پروانہ بھی تھا گرم طپش پر کھلا نہ راز
بلبل کی تنگ حوصلگی تھی کہ غل ہوا

آئی تھی درد دل کی نہ ہرگز سمجھ مین بات
آوازہ گو بلند مثالِ دہل ہوا

جسکی نظر چڑھا ترا رخسارِ آتشین
اُسکا چراغ گور نہ تا حشر گل ہوا

بندہ نواز یان تو یہ دیکھو کہ آدمی
جزوِ ضعیف محرمِ اسرارِ کل ہوا

اُس بن رہا چمن مین بھی اے ذوق دلخراش
ناخن سے تیز تر مجھے یہ برگِ گل ہوا

آہ طپش کا ہے مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا
کاش مین عشق مین سرتا بقدم دل ہوتا

آسمان دردِ محبت کے جو قابل ہوتا
تو کسی سوختہ کا آبلۂ دل ہوتا

چھوٹتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی بسملِ شوق
دامنِ برق اگر دامنِ قاتل ہوتا

چینِ پیشانی اگر تیری نہ ہوتی زنجیر
نالہ دیوانہ تھا جو پابہ سلاسل ہوتا

کرتا بیمارِ محبت کا مسیحا جو علاج
اتنا دق ہوتا کہ جینا اُسے مشکل ہوتا

ذبح ہونے کا مزہ جانتا گر صیدِ حرم
رکھ کے خنجر پہ گلو آپ وہ بسمل ہوتا

گر سیہ بخت ہی ہونا تھا نصیبون مین مرے
زلف ہوتا ترے رخسار کا یا تل ہوتا

آتا کیون مصر مین کنعان سے نکلکر یوسف
جذبۂ شوقِ زلیخا جو نہ کامل ہوتا

موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انسان
ہے وہ خودبین کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

آپ آئینۂ ہستی مین ہے تو اپنا حریف
ورنہ یان کون تھا جو تیرا مقابل ہوتا

دل گرفتون کی اگر خاک چمن مین ہوتی
تو جہان دیکھتے ہو غنچہ دہان دل ہوتا

سینۂ چرخ مین ہر اختر اگر تو ہے تو کیا
ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

ہوتی گر عقدہ کشائی نہ یداللہ کے ہاتھ
ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ہوتا

جو نہ زنگ رنج ماتم کا یہان نمود ہوتا
تو زمین نہ زرد ہوتی نہ فلک کبود ہوتا

خط اُسکا وصل کی دولت کا ہے پیغام اپنا
لگا قسمت سے نسخہ ہاتھ یا اکسیر اعظم کا

شہید اے ذوق سینے میں ہوئی ہیں حسرتیں لاکھوں
مری جو آہ ہے گویا ہے وہ اک نخل ماتم کا

گل اُس نگہ کے زخم رسیدوں میں ملگیا
یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں ملگیا

لذت کو تیغ عشق کی سن سن کے بوالہوس
اکر ملخ سا حلق بریدوں میں ملگیا

کیا جانے تیغ عشق کی لذت کو بوالہوس
گو جوں ملخ وہ حلق بریدوں میں ملگیا

گر بعد فقر کے سگ دنیا ہوا غنی تو یہ
کمبخت پاک ہو کے پلیدوں میں ملگیا

کھلا کے کہکشان سے فلک چاک سینہ کو
اُس ماہوش کے سینہ دریدوں میں ملگیا

اس شکل سے ہوا وہ طلبگارِ دیدِ یار
صاف آئنہ کا دیدہ ندیدوں میں ملگیا

حب حسین ذوق وہ شے ہے کہ جس سے حر
تھا گرچہ اشقیا میں سعیدوں میں ملگیا

وہ کون ہے جو مجھپہ تاسف نہیں کرتا
پر میرا جگر دیکھ کہ میں اُف نہیں کرتا

کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے میں اُنکے
اور دم مرا جانے میں توقف نہیں کرتا

تا صاف کرے دل نہ مئے صاف سے صوفی
کچھ سود و صفا علم تصوف نہیں کرتا

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے
دنیا کے زر و مال پہ میں تُف نہیں کرتا

پڑھتا نہیں خط غیر مرا وان کسی عنوان
جب تک کہ عبارت میں تصرف نہیں کرتا

کچھ اور گمان گذرے نہ دلمیں ترے کافر
یاد اس لیئے میں سورۂ یوسف نہیں کرتا

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا

محفل میں شورِ قلقلِ مینائے مُل ہوا
لا ساقیا شراب کہ توبہ کا قُل ہوا

دریائے غم سے میرے گذرنے کیواسطے
تیغِ خمیدہ یار کی لوہے کا پُل ہوا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا
گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہیں آتا

کیا جانے اُسے وہم ہے کیا میری طرف سے
جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

بجا ہے دلا اُسکے نہ آنے کی شکایت
کیا کیجیے گا فرمائیے اچھا نہیں آتا

کس دن نہیں ہوتا قلق ہجر ہے مجھ کو
کس وقت مرا منہ کو کلیجا نہیں آتا

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہائیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھیے آتا بھی ہے دم یا نہیں آتا

ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم میں
جو جاتا ہے یاں سے وہ دوبارا نہیں آتا

ساتھ اُنکے ہیں ہم سایہ کے مانند لیکن
اُس پر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

غافل ہے بہار چمن عمر جوانی
کر سیر کہ موسم یہ دوبارا نہیں آتا

دل مانگنا مفت اور پھر اُس پہ تقاضا
کچھ قرض تو بندے پہ تمھارا نہیں آتا

دنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام میں اُسکے
آجاتے ہیں لیکن کوئی دانا نہیں آتا

جاتی رہی زلفوں کی لٹک لیے ہمارے
افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

جو کوچۂ قاتل میں گیا پھر وہ نہ آیا
کیا جانے مزا کیا ہے کہ جینا نہیں آتا

آنے تو کہاں جانے نہ تا جی سے کوئی جائے
جبتک نہیں آتا اُسے غصا نہیں آتا

دیتا دل مضطر کو ترے کچھ تو نشانی
پر خط بھی ترے ہاتھ کا لکھا نہیں آتا

آیا ہے دم آنکھوں میں دم حسرت دیدار
پر لب پہ کبھی حرف تمنا نہیں آتا

میں جاتا جہاں سے ہوں تو آتا نہیں یاں تک
کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہیں آتا

قسمت ہی سے ناچار ہوں اے ذوق وگرنہ
سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

ساتھ آہ کے دل بھی مع پیکاں نکل آیا
تھا کام تو مشکل مگر آسان نکل آیا

کسی رنج کش کو دیتا تو کچھ اُسکو سود ہوتا
دل سخت کاش کافر حجر الیہود ہوتا

تو پھر ایک عرصہ گاہ عدم و وجود ہوتا
تو نہ پھر ظہور ہوتا نہ کہیں شہود ہوتا

تری بزم میں تو جلتا کہ تجھے بھی بو پہونچتی
جو یہ طین تعاد لکو جلنا تو بلا سے عود ہوتا

لب نازک اُسکا کیونکر کبھو بار حرف اُٹھائے
کہ جو صدمۂ تبسم سے بھی ہے کبود ہوتا

یہ حیات چند روزہ جو نہ سد راہ ہوتی
تو پھر ایک عرصہ گاہ عدم و وجود ہوتا

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی
کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا

نہ خاک ہوتا ظاہر جو سلگنا اپنے دل کا
تو شرار سنگ تربت میں بھی اپنے دود ہوتا

جو ہیں سرگذشتہ اُنکو نہیں دینا سر کا مشکل
کہ وہ سر بکف نہوتا جو نہ دست جود ہوتا

جو رقیب زر بکف ہیں کبھی ہوتے سر بکف بھی
ترے جان نثار کا سا نہیں دست جود ہوتا

ترے در کی جبہ سائی اگر اشک اپنے کرتے
سر قطرہ قطرہ پر اک اثر سجود ہوتا

کوئی زہر نوش مجھسا نہیں ذوق ہو چکا ورنہ
شجر زقوم دوزخ میں بھی خشک دود ہوتا

اُس نے جب ہاتھ بہت رد و بدل میں مارا
ہم نے دل اپنا اُٹھا اپنی بغل میں مارا

آنکھ سے آنکھ لڑی یہ مجھے ڈر ہے دل کا
کہیں یہ جائے نہ اس جنگ و جدل میں مارا

دل کو اُس کاکل پیچاں سے نہ بل کرنا تھا
یہ سیہ بخت گیا اپنے ہی بل میں مارا

چرخ بدبیں کی کبھی آنکھ نہ پھوٹی سو بار
تیر نالے نے مرے چشم زحل میں مارا

اُس لب و چشم پہ ہے زندگی و مرگ اپنی
کہ کبھی دم میں جلایا کبھی پل میں مارا

کون سنتا ہے تری زلف میں دل کی فریاد
کہ مسلمان کو ہے کافر کے عمل میں مارا

عرس کی شب بھی مری گور پہ دو پھول آئے
پتھر اک گنبد تربت کے کنول میں مارا

نہوا پر نہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

یان تک عدو زمانہ ہے مردِ دلیر کا — جھلسے ہین سخت شکار کئے پر بھی شیر کا
جس گھر مین ہو لڑائی وہان آدمی نہین — کانٹا سمجھئے سیہ کا یا گل کنیر کا
مجنون کی روح دشت مین مانند گردباد — کرتی طواف تھی ترے مجنون کے ڈھیر کا
ہین اُس صنم کے ملنے کے رستے تو سینکڑون — پر کوئی راست ہے کوئی رستہ ہے پھیر کا
دم آچکا لبون پہ ہے آنکھون مین انتظار — بے دید جلد آ کہ نہین وقت دیر کا
چھوڑا نہ ایک دانۂ اختر سحر تلک — گردون کو لگ گیا جو مزا شب ٹھنگیر کا
کوٹھے پہ اُن کے خوب نچے آج رات کو — تھا ہاتھ آ گیا جو سہارا منڈیر کا
ہوتے زبان حال سے مضمون ہین دو دو — جس مین نہ اختلاف زبر کا نہ زیر کا

زیبا ہے ذوق خرقۂ درویش مرد کو
برقع کبھی نہ پائے گا نام و شیر کا

دریاے اشک چشم سے جس آن بہ گیا — سن لیجیو کہ عرش کا ایوان بہ گیا
دل بے گدازِ عشق کہ خون ہوکے دل کے ساتھ — سینہ سے تیرے تیر کا پیکان بہ گیا
زاہد شراب پینے سے کافر ہوا مین کیون — کیا ڈیڑھ چلو پانی مین ایمان بہ گیا
ہے موجِ بحرِ عشق وہ طوفان کہ الحفیظ — بیچارہ مشتِ خاک تھا انسان بہ گیا
دریاے اشک سے دم تحریرِ حالِ دل — کشتی کی طرح میرا قلمدان بہ گیا
یہ روئے پھوٹ پھوٹ کے پانون کے آبلے — نالہ سا ایک سوے بیابان بہ گیا
تھا تو بہا مین بیش پر اس لب کے سامنے — سب مول تیرا لعل بدخشان بہ گیا
کشتی سوار عمر ہین بحرِ فنا مین ہم — جس دم بہا کے لے گیا طوفان بہ گیا

تھا ذوق پہلے دلی مین پنجاب کا سا حُسن
پر اب وہ پانی کہتے ہین ملتان بہ گیا

سر دعاشق ہو گیا اُس غیرتِ شمشاد کا — غل مچا یا قمریون نے ہے مبارکباد کا

غب مینے نیتہ جو کیا توبہ کا ساقی
معزب سے سحر مہر درخشان نکل آیا

عصمت بھی ہے کیا شے کہ الگ یوسف کنعان
در ہائے مقفل سے عزیزان نکل آیا

تنگ آکے جو دم تن سے نکل جائے تو جانون
زندان سے کوئی قیدی زندان نکل آیا

ہاتھ آئے نہ قسمت کے سوا گوہر مقصود
دریا سے تہی پنجۂ مرجان نکل آیا

رات آہ مین یون سینے سے اک شعلہ سا چمکا
مین نے تو یہ جانا دل سوزان نکل آیا

ناقوس یہ کس دلسے کیا نالۂ جان سوز
یان دلکا دھوان آہ سے بیجان نکل آیا

تھا کوچۂ قاتل مین شہادت کا دفینہ
کھودا جو کنوان گنج شہیدان نکل آیا

دل رکھ کے کہین ذوق کا ہم بھول گئے تھے
تھا گم وہ کئی دن سے مگر یہان نکل آیا

ن ہوا بخت دامن سے جب اُسکے سچا

ہر اک سے ہے قول آشنائی کا جھوٹا
وہ کافر ہے ساری خدائی کا جھوٹا

بنا تا ہے آئین الفت مین تجھکو
یہ شیوہ تری بیوفائی کا جھوٹا

نہ منھ ڈال خار آبلے مین کہ ہے گا
یہ ساغر ہے کہربائی کا جھوٹا

نہ کیون تیرے دانتون سے جھوٹا ہو موتی
کہ دعوے کیا تھا صفائی کا جھوٹا

مجھے نعمت خلد سے بھی ہے بہتر
ترے در پہ ٹکڑا گدائی کا جھوٹا

ترا قول ہاتھون مین چمکا رہا ہے
نگین خاتم دلربائی کا جھوٹا

رسائی ہوئی جب کہ دامن تک اُسکی
ہوا ہاتھ اپنی رسائی کا جھوٹا

مزے لیکے پیوے اگر موت یا دے
یہ پانی مریض جدائی کا جھوٹا

اڑا کر کیا رنگ الفت کو رخ نے
یہ ساغر ہے دلربائی کا جھوٹا

گئے طاق ابرو مین تھے حضرت دل
تو دعوے ہوا پارسائی کا جھوٹا

خدا جانے ہے ذوق جھوٹا کہ سچا
مگر وہ نہین آشنائی کا جھوٹا

خجل اپنے گناہوں سے ہوں میں یاں تک کہ جب رویا — تو جو آنسو مری آنکھوں سے نکلا سر فرو نکلا
مجھے جب ناخن تدبیر اور ٹوٹی سر سوزن — گرہ تھا دل میں جو کانٹا نہ وہ ہرگز کبھو نکلا

اُسے عیار پایا یار سمجھے ذوق ہم جسکو
جسے یاں دوست اپنا سمجھے جانا وہ عدو نکلا

جب بیجان ہوں کوچۂ قاتل میں لوٹتا — قاتل ہے لوٹنے پہ مرے دل میں لوٹتا
لیلی کے شوق وصل میں مجنون کو دیکھنا — کیا کیا ہے راہ ناقۂ محمل میں لوٹتا
غیروں سے دیکھ دیکھ تری گرمجوشیاں — میں آگ پر ہوں رشک سے محفل میں لوٹتا
وہ لب ہے تیرے غنچہ کو اکسیر مسکرات — گل ہو کے ہے جو پارے عنا دل میں لوٹتا
کعبہ کا رخ ہے اور ترے درد فراق سے — میں اے صنم ہوں پہلی ہی منزل میں لوٹتا
دل کا سا ہوتا گرد غلطان کو اضطراب — پھرتا تمام دامن ساحل میں لوٹتا
سوداؤں کے دل پہ تری یاد زلف میں — اک سانپ سا ہے قید سلاسل میں لوٹتا
کس کس مزے سے لوٹتے ہیں سجدہ میں مست — ہے ایک کے جو ایک مقابل میں لوٹتا

ہے آب تیغ ماہی بے آب کی طرح
اے ذوق دل ہے سینۂ بسمل میں لوٹتا

عالم ہے زندگی میں زمانہ شباب کا — گلشن میں برگ برگ ہے پھول آفتاب کا
جلوہ ہو کیونکہ خاک پہ تاب عتاب کا — جلتا نہیں ہے برق سے دامن سحاب کا
ہے گل کو خونہ چھیڑنا دامن سحاب کا — دیکھو چھلک رہا ہے کٹورا گلاب کا
اس گل بغیر طوطی بسمل سے کم نہیں — سبزہ مزار عاشق پر اضطراب کا
صد پارہ دل ہے گنجفۂ عشق ہو گیا — اور ہر ورق پہ نقش ہے حکم آفتاب کا
ہے دل جلوں کے واسطے نامہ بر تو خوب — اڑتا مگر کمال ہے مرغ کباب کا
ٹپکے اگر عرق گل رخسار سے ترے — دریا میں ہر حباب ہو شیشہ گلاب کا

ہے قفس سے شور اک گلشن تلک فریاد کا
خوب طوطی بولتا ہے ان دنون صیاد کا

روز مرگِ عاشقِ ناشاد ہے شادی کا دن
ہے بجائے شورِ ماتم غلِ مبارکباد کا

آنچ سے تلوار کی ڈرتا نہین یہ سخت جان
کشتہ کرنا سخت ہی مشکل ہے اس فولاد کا

کچھ گداز عشق مین ہوتا اثر تو دیکھتے
کوہ کے چشمون سے ہوتا خون روان فرہاد کا

ہو سبق آموز شوخی گر پری کو چشمِ شوخ
کام لے موجِ نگہ سے سیلیِ اُستاد کا

سوزشِ غم سے ہزارون داغ جل جلکر پڑے
ہوگیا میرا کفن جامہ مگر حداد کا

سرو موجِ آب جو سے پاے در زنجیر ہے
دیکھ لو آزاد کو یہ حال ہے آزاد کا

آبیاری ہے تری تلوار مین یا ہوگیا
آب زہرہ سخت جانی سے مری فولاد کا

یاد کرتا ہے مجھی کو پہلے وقتِ قتلِ عام
کیون نہ مین کشتہ ہون اے قاتل تری اس یاد کا

مین ہون چکر مین لگی جس دن سے دنیا کی ہوا
حال میرا ہے بعینہ آسیاے باد کا

سر ترے کشتہ کا دیکھیگا نہ ہرگز روے خاک
لے اُڑے گا شوقِ پابوسی اسے جلاد کا

سلسلہ مین لفظ و معنی کی نہ آیا دل کبھی
ابجدِ عالم مین گویا تھا الف آزاد کا

یون تو ہے استادِ شیطان پر کہون کیا تجھکو مین
تو تو شاگردی مین بھی اُستاد ہے اُستاد کا

ذوق حیران ہے بہت فکرِ کشادِ کار مین
یا علی مشکلکشا یہ وقت ہے امداد کا

ہے سینہ سے ترا تیر جب اے جنگجو نکلا
دہانِ زخم سے خون ہو کے حرفِ آرزو نکلا

مرا گھر تری منزلگاہ ہو ایسے کہان طالع
خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہ رو نکلا

پھر اگر آسمان تو شوق مین تیرے ہے سرگردان
اگر خورشید نکلا تیرا گرمِ جستجو نکلا

مئے عشرت کا تھا خمخانۂ افلاک پر دھوکا
مگر تھا لبریزِ غم اس خمکدہ سے جو سبو نکلا

ترے آتے ہی آتے کام آخر ہوگیا میرا
رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے روبرو نکلا

کہین تجھکو نہ پایا گرچہ ہمنے اک جہان ڈھونڈا
پھر آخر دل ہی مین دیکھا بغل ہی مین سے تو نکلا

خارِ وحشت ہے کہو چھوڑ دے دامن دلکا
ہے خطِ جادہ ترا چاک گریبان میرا

تو میان مین آئینہ رخ کے گئی جان نکل
رہ گیا ہائے کھلا دیدۂ حیران میرا

اے جنون تو بھی ہو دنیا مین یونہین خانہ خراب
خاک در خاک کیا خانۂ ویران میرا

نظم معنی کا بکھر جائے ابھی حرف بحرف
باندھین گر اہلِ سخن حالِ پریشان میرا

خندۂ جام کو مینا کے لبون پر رکھ دو
دیکھو پھر ہنستا ہے کیا کیا لبِ خندان میرا

ابنارِ دنیا مجھے ہنسنے سے مبارک ہو ذوق
دیکھ خندان ہو جو وہ دیدۂ گریان میرا

رکھتے تھے جو کشورِ کسرے و قیصر زیرِ پا
ہے اُنھی کا آج سر با تاج و افسر زیرِ پا

اے جنون ہم پا برہنہ گرم پتھر زیرِ پا
دوپہر ہے سایہ بھی بیٹھا ہے چھپ کر زیرِ پا

تم جلو رکھ کر جو میرا دیدۂ تر زیرِ پا
پل ہون بحرِ اشک پر مژگان سراسر زیرِ پا

خاکساری کو ہماری مل گئی اکسیرِ عشق
اب تو پارس ہوگا جو آئیگا پتھر زیرِ پا

میری آنکھونکو ملو تم لے کے تلوون کے تلے
کیون نشہ مین توڑتے ہو رکھ کے ساغر زیرِ پا

ہے نمازِ کشتۂ قامت بجائے جانماز
اے قیامت لا بچھا دامانِ محشر زیرِ پا

زیردستی پر بھی ہے موذی سے لازم احتراز
جب دبے گا سانپ کاٹیگا مقرر زیرِ پا

ہین ترے مجنون کے مژگان وادیِ وحشت کے خار
راہ آنکھون کے نکل آئے ہین چبھ کر زیرِ پا

بو نہ گل منہدی کے گلبن رشکِ گل گھلون مین تو
آ کھڑا ہو رکھ کے میرا کاسۂ سر زیرِ پا

فاتحہ عاشق کا دینا ہے تو واجب ہے ادب
اپنے کفشِ پا کو رکھے پا سے باہر زیرِ پا

مین ہون وہ کشتی شکستہ بحرِ الفت مین صبا
ایک تختہ رہ گیا ہے جس کے بچ کر زیرِ پا

قصرِ تن کو ذوق سب غارت کریگا ایکدن
چونٹیون کا پھر رہا ہے یہ جو لشکر زیرِ پا

دشمنِ جان یک بیک سارا زمانہ ہو گیا
ہائے تاثیرِ محبت یہ ستم کیا ہو گیا

اے آفتاب تیرے رخِ تابناک سے — کیا کیا چمک رہا ہے ستارہ حباب کا

ہوتا ہے دل جلوں سے کہیں ذوق ضبط آہ
موجِ دخاں سے ضبط نہ ہو پیچ و تاب کا

نالہ جب دل سے چلا سینہ میں پھوڑا اٹکا — چلتی گاڑی میں دیا عشق نے روڑا اٹکا
جلد آ وعدۂ دیدار پہ اے وعدہ خلاف — کب تک اٹکا رہے دم آنکھوں میں تھوڑا اٹکا
توسنِ عمرِ رواں ہر نفس اڑتا ہی رہا — کبھی میدانِ فنا میں نہ یہ گھوڑا اٹکا
بھاگا مجنوں مری وحشت سے بگولے کی طرح — سامنے میرے ذرا بھی نہ بھگوڑا اٹکا

لے گئے مہکے بھی اے ذوق رکاوٹ لیکن
ہاتھ تلوار کا جو یار نے چھوڑا اٹکا

ہر گام پہ رکھے ہے وہ یہ ہوشِ نقشِ پا — ہو خاکِ عاشقاں نہ ہم آغوشِ نقشِ پا
افتادگاں کو بے سر و ساماں نہ جانیو — داماں خاک ہوتا ہے روپوشِ نقشِ پا
اعجاز پا سے تیرے عجب کیا کہ راہ میں — بول اُٹھے منہ سے ہر لبِ خاموشِ نقشِ پا
اس رہ گذر میں کس کو ہوئی فرصتِ مقام — جب بیٹھے ہے نقشِ پا بسر دوشِ نقشِ پا
جسمِ نزارِ خاک نشیناں کوئے عشق — یوں ہے زمیں پہ جیسے تن و توشِ نقشِ پا
فیضِ برہنہ پائی مجنوں سے دشت میں — ہر آبلہ نے ہے دُرِ گوشِ نقشِ پا

پابوس در کنار کہ اپنی تو خاک بھی
پہنچی نہ ذوق اُسکے ہم آغوشِ نقشِ پا

جل اٹھا شمع نمط تارِ رگِ جاں میرا — آہ روشن نہ ہوا کلبۂ احزاں میرا
ملتے دیکھا جو لبِ زخم تو بولا قاتل — آج تیرا ہے دہن او نمکداں میرا
کر کے بسمل مجھے کس ناز سے کہتا ہے وہ شوخ — دیکھ تر کیجیو نہ خوں سے کہیں داماں میرا
اے جنوں دل سے سوا اسکو روشن کر دے — مہرِ گردوں ہو جو داغِ دلِ سوزاں میرا

چھپے رہا اوج فنا پر وہ گرا سایہ نمط
پاؤں اس کوٹھے پہ ہے سب کا پھسلتے دیکھا

کوچے جانان میں ہے دل جیسا گیا تھا ویسے
ہم نے بچے کو بھی ایسا نہ مچلتے دیکھا

زلف کہتی ہے در گوش سے دکھلاؤ کوئی
گر سر بجنبہ سے ناگن کو ہے نکلتے دیکھا

کج ادائی گئی کب ہم سے ترے ابرو کی
شاخ آہو سے ہے خم کس نے نکلتے دیکھا

اشک کو لیتا نہ دامن میں تو کیا کرتا میں
گاہوارہ میں یہ لڑکا نہ سنبھلتے دیکھا

جا چھپا شرم سے ظلمات میں جو آب حیات
تجکو دانتوں پہ مسی ہے کبھی ملتے دیکھا

کوئے جانان سے ہم اور خلد سے آدم نکلے
اُن کو دیکھا نہیں پر ہم کو نکلتے دیکھا

خانۂ دل کے سوا آتش غم سے اے ذوق
سامنے آنکھوں کے گھر کس نے ہے جلتے دیکھا

برنگ گل صبا سے کب کھلا دلگیر دل میرا
کہ ہے باغ جہان میں غنچۂ تصویر دل میرا

خط عارض کا تیرے رات دن جو دھیان رکھتا ہے
تلاوت کرتا ہے قرآن با تفسیر دل میرا

ورق پر سینہ کے کھینچا ہے تار اشک سے سطر
کریگا شرح درد عشق کی تحریر دل میرا

سنبھالے رکھ ذرا اے آسمان دیکھ اپنے دامن کو
زمین پر کھینچتا ہے نالۂ شبگیر دل میرا

بتون کی سرد مہری نے کھلادی زعفران لیکن
کرے کیا گرمجوشی ہو گیا کشمیر دل میرا

تری چشم فسون گر نے کہاں سیکھا تھا یہ جادو
کیا ہے اک نگہ میں اے پری تسخیر دل میرا

تصور میں کسی تیغ نگہ کے کشور الفت
ہوا تسخیر کر کے صاحب شمشیر دل میرا

بتو گر حسن کی دولت سے تم تو بن گئے پارس
ہوا ہے کیمیائے عشق سے اکسیر دل میرا

کبھی منت کی زنجیر انکو پہنے اُس نے دیکھا تھا
ہے ابتک پہنے تار اشک کی زنجیر دل میرا

نشان تو رہنے دے قاتل ذرا سا خون لگا دو مین
قیامت میں ترا ہووے دامنگیر دل میرا

جنون کا عشق ہے گر ذوق تو ساری خدائی میں
کریگا شہر اک دن سب تجھے تشہیر دل میرا

تم میں تھا یا مجھ میں تھا دل پھر کہو کیا ہو گیا
دل کے جانے کا تو عالم کو اچنبھا ہو گیا

جس کو اے ظالم تری مژگاں کا کھٹکا ہو گیا
سوکھ کر ایسا ہوا دُبلا کہ کانٹا ہو گیا

سمجھے اُن سے دوستی کی وہ ہیں کرتے دشمنی
دیکھو کیا سوچا تھا ہم نے اور وہاں کیا ہو گیا

داغ گلگوں نے رنگِ رُخ کو روشن کر دیا
پہلے تھا گل رنگ مکھڑا پھر بھبوکا ہو گیا

جب اُٹھا تابوت تیرے کشتۂ حسرت کا آہ
شہر ماتم تھا کہ اک عالم میں برپا ہو گیا

تم نے کل عزم سفر کا ہم کو تھا بھیجا پیام
لو سفر یاں آج دنیا سے ہمارا ہو گیا

پھر چلو اے حضرت دل ہو چکا ملنا بس اب
آج گھر میں غیر کے پھر اُن کا رہنا ہو گیا

مرنا جینا ایک جانا ہے نگاہوں پر تری
جس نظر سے آنکھ بھر کر تو نے دیکھا ہو گیا

خط لکھا مجھکو تو اُس میں نام بھی پورا نہ تھا
کیا کہوں قسمت کا لکھا آج پورا ہو گیا

وہ تو خود شعلہ تھا جب میں نے کہا ہو شعلہ خو
اس لطیفہ سے بھڑک کر آگ دونا ہو گیا

غیر کے گھر ہم سے تو اذکر اگر پہنچا تو کیا
تیرے جانے کا تو اک عالم میں چرچا ہو گیا

گرم ہو کر آتا ہے سنہ پر مرے طفلِ سرشک
دیکھو کیا اے چشم تر ابتر یہ لڑکا ہو گیا

کر دیا تیغ نگہ نے ایک عالم کا ہے خون
نام بدنام اے صنم ناحق قضا کا ہو گیا

یا وزلف عنبریں میں رات یہ آہیں بھریں
گنبد گردون سیہ سارے کا سارا ہو گیا

ذوق سے نے بو زلف کو چھیڑا تو لے مجھ سے قسم
تو نے خود چھیڑا اُسے اور برہم اتنا ہو گیا

کوہ کے چشموں سے اشکوں کو نکلتے دیکھا
اے صنم پر ترا پتھر نہ پگھلتے دیکھا

ضعف سے سینہ میں یُوں تاب ہے مرا دم جس طرح
ریگ کو شیشۂ ساعت میں نہ چلتے دیکھا

تھا میں اس باغ میں نخل گل آتش بازی
پھولتے دیکھا مگر آہ نہ پھلتے دیکھا

اُس رخ و زلف کے آگے نہ ہوا مہ کو فروغ
آگے کالے کے دیا کسنے ہے جلتے دیکھا

نے صبا جنبش سبزہ کے سوا کس کو بھلا
مور جبل گور غریباں پہ ہے چلتے دیکھا

شیشۂ دل میں ہے کیا چمکا شرار عشق یار
شیشہ گر رکھ تو بھی شیشہ کو نہ اخگر سے جدا

خط آ شروع تا توانی ہو گیا اُڑتے ہی آہ
جون پر کمزور ہا ہو گئے کبوتر سے جدا

حضرت آدم کو شیطان نے نکالا خلد سے
غیر نے ہمکو کیا ہے کوچہ دلبر سے جدا

ذوق ہے ترک وطن میں صاف نقش آبرو
بکتے پھرتے ہیں گہر ہو کر سمندر سے جدا

لخت دل اور اشک تر دونوں ہیں ہم دونوں جدا
ہیں رواں دو ہمسفر دونوں ہیں ہم دونوں جدا

میں نہ چکوا ہوں نہ وہ چکوی پھر یہ آخر کس لیے
رہتے ہیں شب تا سحر دونوں ہیں ہم دونوں جدا

وصل کی شب نکہت و گل کی طرح ہم اور وہ
رہتے ہیں باہم مگر دونوں ہیں ہم دونوں جدا

شکل عکس و آئنہ تیرا خیال اور میرا دل
آ لپٹتے ہیں بسینہ بر دونوں ہیں ہم دونوں جدا

ذوق ہیں سفینہ میں اوراق جلاجل کی طرح
دل جگر با شور و شر دونوں ہم دونوں جدا

لعل لب دندان صنم کا دل نے جب سے خیال کیا
ختم تکلم کر کے ہے گویا ہم نے زبان کو لال کیا

لیگا دلا اس عشق سے کیا تو جس نے ہے کوہ و صحرا میں
مجنون کا وہ حال کیا فرہاد کا ہے وہ حال کیا

پھرتا ہے تو اے چاند کے ٹکڑے لیکے شب دیجور کو
دل نے روشن ہو کے شفق تک کو ہے مہ و صال کیا

آتش گل بھی روشن وہاں یہاں چمکا ہمارے دل کا جنون
موسم گل نے کیا ہنگامہ گرم ہے اب کے سال کیا

سادہ رخون سے کی جو محبت تیری ہی تھی یہ سادہ دلی
منہ پہ چڑھ کر اس شوخ کے اپنا کالا منہ آ خال کیا

مو قلم ایسا لاؤں کہاں سے جو یہ کرے تحریر یقین
حال تو دیکھو تم نے مجھے ہر موئے تن ہے وبال کیا

نامۂ یار کو رکھ دیجو تو ہمدم میرے زیر کفن
نامہ جواب نامہ ہے اپنا وہاں جو کسی نے سوال کیا

شمع نمط ہر خار جنون کی انگلی لگی جاتی ہے
آبلوں میں تیر اشب تھا گر تو ناحق کیوں پامال کیا

آگ ہے دل میں جگر میں نم ہے آنسو لب پہ فغاں
عشق نے اس کے ذوق ہمارا دیکھو تو ہے یہ حال کیا

اُن سے کچھ وصل کا ذکر اب نہیں لانا اچھا
وہ جو کچھ کہیں تو تم بھی کہے جانا اچھا

تم نے دشمن سے جو اپنا نہیں جانا اچھا
یار ناداں سے تو ہے دشمنِ دانا اچھا

پھول گل مہندی کے لالا کے نہ ہاتھوں میں ملو
خونِ عاشق نہیں مرقد پہ بہانا اچھا

طائر جان کے سوا کوچۂ جانان کیطرف
نامہ بر کون ہے جو کیجے روانا اچھا

طاقِ ابرو کے تصور میں دلا کھینچ نہ آہ
سمتِ کعبہ پہ نہیں تیر لگانا اچھا

بدگمان دیکھو کچھ اس میں بھی نہ ڈالیں رخنہ
روزنِ در سے نہیں آنکھ لڑانا اچھا

آتشِ عشق ہے سینہ میں ہی دیکھ اے چشم
اب نہیں دامنِ مژگان کا ہلانا اچھا

بیٹھ رہ کر کے قناعت کہ بشکلِ مہِ نو
چھوڑ کے آدمی تو نہیں ساری کو جانا اچھا

مرغِ دل نے نگہِ یار سے پوچھا اُنکو
پھر بھی کہنا کہ لگاتے ہیں نشانا اچھا

ہاں تو دم میں نہیں دم اور وہ لیے تیغ دودم
کہتے ہیں دیکھو نہیں دم کا چرانا اچھا

طرۂ شمشاد دکھاتا ہے تری زلفوں کو
لاؤ آرہ کہ یہی اسکو ہے ستانا اچھا

ساقیا ابر ہے آیا تو بڑھا خم پہ ہاتھ
کہ گھٹا میں نہیں ہمت کا گھٹانا اچھا

جل کے گر قطرۂ خونِ دل کا ہوا اشک آلو
تو نہیں نیچے مژگان سے گرانا اچھا

گردشِ عمر میں تسبیحِ سلیمانی کا
آج اک ہاتھ لگا ہے مرے دانا اچھا

سامنے یار کے اے ذوق بہانا آنسو
ہے تو چاہت کے جتانے کو بہانا اچھا

چاہے عالم میں فروغ اپنا تو ہو گھر سے جدا
دیکھ چمکے ہے شرر ہوتے ہی پتھر سے جدا

کیجو مشاطہ نہ سبزہ گوشِ دلبر سے جدا
برا ہے گر رکھیں مینا کو ساغر سے جدا

دل مرا یارب نہو زلفِ معنبر سے جدا
سر جدا ہو تن سے پہ سودا نہو سر سے جدا

ہے لکھے خط سوزشِ ہجران جو تیرا بیقرار
ہوں تڑپ کر جوں شرر ہر نکتہ دفتر سے جدا

خندق پاے نگارین کا ہے جن مین ہو دازدہ
قطرۂ خون بھی نہ ہوگا نوکِ نشتر سے جدا

ہو جہان کشتۂ مژگان کا تمھارے مدفن
عوض سبزہ ہو وان خاک سے نشتر پیدا

عاجزی سے ہے آئے نہ ہوا مین کمزور
موت ہے چیونٹی کی ہو وین اگر پر پیدا

قصد پرواز کرے کیون نہ مرا طائرِ روح
تیرے خنجر سے جو پہلو مین ہوئے پر پیدا

خط ترے شعلۂ رخسار پہ ہے سمجھ حسن
ورنہ ہو سبزہ بھلا آگ پہ کیونکر پیدا

خاکِ دل سوختہ یک مشت ہو گر صرفِ چمن
ہو وین غنچون کی جگہ باغ مین اخگر پیدا

رخِ روشن پہ عیان ہین جو عرق کے قطرے
کیا تماشا ہے کہ دن کو ہوئے اختر پیدا

درفشان وقتِ سخن ہین لبِ رنگین تیرے
ہوتے گویا ہین یہان لعل سے گوہر پیدا

اشکِ گرم ایک بھی دریا مین جو ٹپکے میرا
جاے ماہی ہو تہ آب سمندر پیدا

آسمان سخت مزاجون کو ہنر دیتا ہے
دیکھ لو ہوتے ہین فولاد مین جوہر پیدا

سر کٹانے مین مزا وہ ہے کہ جی چاہتا ہے
سر ہر موے بدن ہووے جدا سر پیدا

بے نگین ہوتی نہین زیب مکان کی اے ذوق
خانۂ دل ہے تو کر لو رخِ دلبر پیدا

[illegible]

تمھے ہاتھون کوئی آتوا اے گردون ٹھہریگا
و لیکن تو بھی گر جا ہے کہ مین ٹھہرون ٹھہریگا

جو ٹھنک کرتا تھے لیلے سر ہامون نہ ٹھہریگا
اگر سو کوس ہوگا نجد تو مجنون ٹھہریگا

وہ دولت کر طلب جس سے کہ دل ہو جائے مستغنی
اگر ہاتھ آئیگا گنجینۂ قارون نہ ٹھہریگا

گرا ہون چشمِ ساقی سے مری تصویر مین بھی گر
بناویگا کوئی جامِ مئے گلگون نہ ٹھہریگا

سرِ بالین اے ہمدم کوئی دم تو ٹھہرنے دے
ابھی سے کیا کہون حالِ دلِ محزون نہ ٹھہریگا

بتا کے ہو علاج اشک جو اس خال کا بوسہ
طبیبو آب نزلہ ہے کہ بے افیون نہ ٹھہریگا

یہی ہے دل کی بیتابی تو بعد از مرگ بھی قائل
نہ ٹھہرا ہے زمین پر عاشقِ محزون نہ ٹھہریگا

قتل کرتی ہے نگہ شہرہ نگاہ یار کا
سچ کہا ہے یار شو کاٹے نام ہو تلوار کا

ہجر میں کیا کیا مرض بے سنگدل پیدا ہوا
ہولِ دل پیدا ہوا آزارِ سل پیدا ہوا

تیرہ بختی بھی اُسی دن اپنی روشن ہو گئی
روے تاباں پر تمھارے جب کہ تل پیدا ہوا

یا الٰہی کیا کہوں تیری عنایت کے سوا
میں نے کیا ایسا کیا جو ایسا دل پیدا ہوا

غیر کے چھٹنے سے واں تو نے جو گل کھائے تو یاں
داغِ تازہ داغِ دل کے متصل پیدا ہوا

اُس لبِ لعلیں پہ ہے یہ جلوۂ رنگِ مسی
یا کہ نافرمان ولالہ مشتعل پیدا ہوا

کر کے وعدہ رات کو جو راہ سے تو پھر گیا
وہم کیا کیا دل میں یہ اے پیمان گسل پیدا ہوا

خاکساری نے اُسی دن روشنی پائی تھی ذوق
آدمِ خاکی کا جس دن آب و گل پیدا ہوا

رکھ دل جلوں کی خاک پہ تو با فراغ پا
سوزِ دروں وہی ہے پہ ہونگے نہ داغ پا

تو باغ میں رکھے اگر اے رشکِ باغ پا
پھر آئے واں خزاں تو وہیں ہو دیغ پا

وہ اور میرے گھر میں رقیبوں کو لے کے آئے
بلبل کے آشیاں میں رکھے حیف زاغ پا

گر کوے یار میں نہیں ملتا پتا تو پھر
تو کوے زلفِ یار میں دل کا سراغ پا

دیگی پھوٹ پھوٹ کے ہر چشمِ آبلہ
جوشِ جنوں میں رکھو نہ سوکوہ و راغ پا

ہم دل جلوں کی خاک پہ رکھیو نہ تو قدم
اس سے تو ڈال دیجو میاں ایاغ پا

اُس گل سے گر اجازتِ پابوس ہو نصیب
ہو جائے جھوم جھوم کے دل باغ باغ پا

اُچھلے ہے شیخ وجد میں اس طرح بار بار
جس طرح بد لگام ہو گھوڑا چراغ پا

ساقی کا دورِ چشم ہو گر برکنارِ آب
پائے حباب آبِ رواں سے ایاغ پا

ہے جی میں آب جو منظا اے سروِ خوشخرام
دھو دھو پیا کریں ترے سب نے دماغ پا

اے ذوق کیوں چمن میں وہ گل جائے جیسے ہوں
رنگِ حنا سے غیرتِ صد یاسمین باغ پا

تجھ کو یوسف سے کیا حسن میں برتر پیدا
گر کیا اُسکو ہمیہ تجھے کافر پیدا

کیا کہیں اُس سے جو ہو ہم سے زیادہ جانتا
وہ ارادہ ہے ہمارا بے ارادہ جانتا

بولتا بڑھ بڑھ کے اتنا کیوں بشر مستِ غرور
گر برا بول اپنا قاضی کا پیادہ جانتا

کرتا ہے جب نالہ اپنا عالمِ بالا کی سیر
ہے فلک پر کہکشاں کو خطِ جادہ جانتا

آفتابِ حسن کو کیا خاکساروں کا ہو درد
پا افتادہ کا ہے درد از پا فتادہ جانتا

کروں درد آشنا کیونکر دلِ احباب اپنا سا
بلا سے جیسا میں ہوں ڈھونڈھ لوں احباب اپنا سا

ملک سجدہ کریں آدم کو کیا قدر نوازی ہے
گویا بندہ کو اپنے اُس نے خود آداب اپنا سا

آنا تو خفا آنا جانا تو رُلا جانا
آنا ہے تو کیا آنا جانا ہے تو کیا جانا

کیا طبع میں جودت ہے چٹ دل کی اڑا جانا
ہونٹوں کا یہاں ہلنا واں بات کا پا جانا

اے دل رہِ عشق کشادہ سمجھ کے جا
یاں اژدہا ہے ہر خطِ جادہ سمجھ کے جا

عیاریوں سے یار کی نالاں ہے کیوں دلا
اُسکو تو اپنا دوست زیادہ سمجھ کے جا

اگر نقصاں نہ سر اپنا سنانِ یار پر دیکھا
تو سر بازی کا اپنے کیا تماشا اپنا سر دیکھا

جہاں باریک بیں و ناتواں بیں اس قدر دیکھا
ہلالِ اُنتیسویں کا سب کو منظورِ نظر دیکھا

رہیگا تشنہ لب سیراب یہ بسمل نہ ہو ویگا
میسر جب تلک آبِ خنجرِ قاتل ہو ویگا

کوئی اے لالہ رو اُس حسن کا قائل نہ ہو ویگا
اگر مہرِ گواہی میرا داغِ دل نہ ہو ویگا

چاندنی نے رات تجھ بن روپ یہ دکھلایا تھا
مجھ کو مہتابی پہ دھوپ میں بٹھایا تھا

گر دکھاؤں عالم اپنے نالہ ہائے زار کا
کام لوں ہر تارِ مو سے تارِ موسیقار کا

کوچۂ زلفِ بتاں میں دل پڑا ہوگا کہیں
پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اُس جدائی خوار کا

کعبہ کے دیوار و در سے لاکھ جلوے اُٹھیں
گر پڑے سایہ مرے بتخانہ کی دیوار کا

آنسوؤں میں شمع بالیں سے بہتے ہیں پہلے
میں شہیدِ ناز ہوں کس آتشیں رخسار کا

استخواں اس سوختہ جاں کی نہ کھانا زینہار
اے ہما یہ رزق ہے مرغانِ آتشخوار کا

نالۂ بلبل میں گر پیدا اثر ہو جائیگا
خندۂ گل خندۂ زخمِ جگر ہو جائیگا

کشتیٔ بحرِ شہادت ہے ترے بسمل کو تیغ
اب ادھر سے دیکھنا دم میں اُدھر ہو جائیگا

ہم نے جانا تھا کہ قاصد جلد لائیگا خبر
کیا خبر تھی جاکے واں خود بے خبر ہو جائیگا

شکل تو دیکھو مصور کھینچے گا تصویرِ یار
آپ ہی تصویر اُس کو دیکھکر ہو جائیگا

آدم دوبارہ سوئے بہشتِ بریں گیا
دیکھو جہاں خراب ہوا پھر وہیں گیا

دنیا گئی کہ عشق میں ایمان و دیں گیا
وہ مل گیا تو جانئے کچھ بھی نہیں گیا

خورشید وار چرخ پہ چمکا کوئی تو کیا
آخر کو پھر جو دیکھا تو زیرِ زمیں گیا

دیکھا کہیں نہ اسکو جو دیکھا تو اپنے پاس
میں دور دور جوں نگہِ دوربیں گیا

کیا کیا مزا نہ تیرے ستم کا اُٹھا لیا
ہم نے بھی لطفِ زندگی اچھا اُٹھا لیا

یوں لاسکے واں سے ہم دلِ سیپارہ کر گئے
دیکھا جہاں پڑا کوئی ٹکڑا اُٹھا لیا

جو بار آسمان و زمیں سے نہ اُٹھ سکا
تو نے غضب کیا دلِ شیدا اُٹھا لیا

سر ہم نے جب سے پائے صنم پر سے رکھ دیا
دونوں جہاں سے دستِ تمنا اُٹھا لیا

ہاتھ آگر دلِ وحشی جو کوئی چھوٹ گیا	ہوسِ صید سے صیاد کا جی چھوٹ گیا
لگا ہے تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگان کا	نشان سوفار کا معلوم ہوتا ہے نہ پیکان کا
دل کمان جس پر گمان ہو غنچۂ تصویر کا	ہے کوئی سینہ مین خون آلودہ پیکان تیر کا
چشم و نگہ کو تیرے بدنام کیون کریگا	مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مریگا
عہد پیری نے بھلایا دوڑ چلنا کودنا	ہائے طفلی کھیلنا کھانا اُچھلنا کودنا
مسجد مین اُس نے ہم کو آنکھین دکھا کے مارا	کافر کی دیکھو شوخی گھر مین خدا کے مارا
ہوئے انسان ہم دردِ محبت کے لیئے پیدا	فرشتے ہوتے گر ہوتے عبادت کے لئے پیدا
یارب یہ اس زمانہ کے لوگون کو کیا ہوا	جس کا برا ہو اُن کو یہ کہنا بھلا ہوا
آج غصہ سے ادھر کو دستِ قاتل اُٹھ گیا	بس بھروسا زندگی کا ہم کو اے دل اُٹھ گیا
آخر گِلِ اپنی خاکِ درِ میکدہ ہوئی	پہنچی وہین یہ خاک جہان کا خمیر تھا
ہو گیا نامۂ شوق اُن کو سب ازبر میرا	کھا گئے ذبح جو وہ کر کے کبوتر میرا

بعد فراق کوئی دن ایسا نہ وصل کا ہوا
وہ کہین تم کو کیا ہوا ہم کہین تم کو کیا ہوا

آدمی گر ہو مکدر کیا قصور ادراک کا
خاک کا پتلا ہے یہ کچھ تو اثر ہو خاک کا

کیون کہہ کے مکرتا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا
کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

وہ دیکھین کس طرح ہے روز فرقت دیکھکر جیتا
کہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھکر جیتا

جب قیامت قد ترا اے رشک گلشن بن گیا
اختر صبح قیامت خال گردن بن گیا

نشۂ پندار سے ابلیس رہ گم کردہ تھا
ورنہ آدم مین دھرا کیا تھا وہی پردہ تھا

بعد قاف عشق تھا جو درس مکتب خانہ تھا
کاف کن کے ماسبق کیا جانے کیا تھا کیا نہ تھا

مژہ پیکان کا ہے ٹکڑا کہ سری کا ٹکڑا
مکھڑا ہے چاند کا ٹکڑا کہ پری کا ٹکڑا

دل بے گریہ گل زمین ہو کر قدم گڑنے لگا
اور قدم اکھڑے تو کیا دیکھا بھنور پڑنے لگا

دل کی طپش سے زخم جگر کا رات جو ٹانکا ٹوٹ گیا
طائر جان جو رشتہ بپا تھا فرصت پاکر چھوٹ گیا

ضبط گریہ نے تماشہ طرفہ تر دکھلا دیا
چشم کے کوزہ مین دریا بند کر دکھلا دیا

بادۂ صاف میں آیا ہے کہاں سے تنکا
عکس مژگاں ترا سیکش ہے بخس جام شراب

مجھکو دے بوسہ دنداں بھی پس از بوسۂ لب
اسے مجھے نقل نمکین چند پس جام شراب

ذوق بلدی سے گلرنگ ہے بھر ساغر گل
لب نازک کو ہے لگتے ہوں جام شراب

ہو ہجر میں تو جو ہو وصل ایکدم نصیب
کم ہوگا کوئی مجھسا محبت میں کم نصیب

ہوں تیری خاک کو جو تھا ہے قدم نصیب
کیا یاوری نصیب کی میرے قسم نصیب

بہتر ہیں لاکھ لطف و کرم سے ترے ستم
اپنا نہ بے نصیب کہ ہوں یہ ستم نصیب

ماہی جو یا ہو ماہ نہ دے ایک پانزار
بیداد ہوں نہ دست فلک سے درم نصیب

ہے خوش نصیب عشق میں [illegible]
جسکو کہ غم پہ غم ہو الم پر الم نصیب

غافل جو دم کی آمد و شد سے نہ ہو وے
ہر دم ہے تجکو سیر وجود و عدم نصیب

سو بار جبکہ قلم ہو زبان شمع کی قلم
اک حرف ہو نہ مثل زبان قلم نصیب

مجنوں سیاہ خیمۂ لیلیٰ کے گرد پھر
اے خوش نصیب تجکو طواف حرم نصیب

دے جسکو اپنے ہاتھ سے تو ایک جام مے
ساقی دے خدا نے اسے مثل جم نصیب

ایمان ہے ترا شوق لقا جس کو یہ نہو
دیدار اسے خدا کا نہو اے صنم نصیب

جاتے ہیں کوئے یار میں ہم جو ہو سو ہو
اے ذوق آزماتے ہیں آج اپنے ہم نصیب

دل عبادت سے چرانا اور جنت کی طلب
کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب

حشر تک دل میں رہی اس سرو قامت کی طلب
یہ طلب ہی تھی یارب کس قیامت کی طلب

دل سلگ جائے نہ جبتک وہ بھڑک جائے نہ جاں
کم ہو قلیان کش سوز محبت کی طلب

واسطے نظارۂ قاتل کے رخصت چاہیئے
اور یہاں فرصت کہاں جو کیجئے فرصت کی طلب

ہو مبارک خضر کو چشمۂ آب بقا
ہے ہمیں کب اے سکندر ایسی ذلت کی طلب

کچھ رازِ نہان دل کا بیان ہو نہیں سکتا
گونگے کا سا ہے خواب بیان ہو نہیں سکتا

سبزۂ خط اے خضرِ طریقت کہتا رسم الخط ہے جدا
خطِ بتان ہے خطِ الٰہی لکھے ہوئے پڑھے خدا

ردیف بائے موحدہ

پی بھی جا ذوق نہ کر پیشِ لبِ جامِ شراب
لب پہ تو یہ ترے دل میں ہوسِ جامِ شراب

لب تک اُس کے جو ہوئی دسترسِ جامِ شراب
بن گیا خالِ لب اُس کا مگسِ جامِ شراب

مجھ کا مستی میں وہ صاحب ہوسِ جامِ شراب
عکسِ خال اپنا جو سمجھا مگسِ جامِ شراب

بازگشت اپنی ہے یوں جانبِ قسامِ ازل
جیسے ساقی کی طرف بازپسِ جامِ شراب

دستِ بدست ہے کی لوٹ کے فریاد بہت
نہ ہوا کوئی بھی فریادرسِ جامِ شراب

جوشِ مستی ہے عجب قافلہ جس کے ہیں …
ہے شکست ایک صدائے جرسِ جامِ شراب

… شعلۂ آواز سے جل جائے گا
… دلِ آتش نفسِ جامِ شراب

رات میخانے میں ساقی جو نشے میں بہکا
حسنِ شیشہ کو لگا کہنے حسنِ جامِ شراب

مرغِ دل نرگسِ میگون کی ہے مژگان میں اسیر
تازہ مضمون ہے جو باندھوں قفسِ جامِ شراب

دل شکستہ ہوں وہ میں ٹوٹے ہوئے … [illegible]
نام لکھے جو کوئی … [illegible]

ساقی اُس دم میں کہاں … [illegible]
… بازگشت … [illegible]

نوشدارو سے بھی بہتر ہے دمِ رنجِ خمار
ساقیا شربتِ دیدار … جامِ شراب

بے خبر قافلۂ عیش گذر جاتا ہے
بے زبان ہے جو دہان جرسِ جامِ شراب

ہم نے چشمِ سیہ مست کو تیرے دیکھا
ورنہ اب تک نہ سنا تھا فرسِ جامِ شراب

سمجھے میخانے کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز
سرِ جمشید پہ اُڑ کر مگسِ جامِ شراب

… میناسے خدا جانے کہ ساقی کس کو
پہلے پہونچے … جامِ شراب

نے زہد سے ہے کام نہ زاہد سے کہ ہم تو
ہیں بادہ کش عشق و مئے جام محبت

ایمان کو گرو رکھے نہ یوں کفر کو لے مول
کافر ہو گرویدۂ اسلام محبت

کہتی تھی وفا نوحہ کناں نعش پہ میری
سونپا کسے تو نے مجھے ناکام محبت

معراج سمجھ ذوق تو قاتل کی سناں کو
چڑھ سر کے بل اُس زینے پہ تا بام محبت

مجنوں نے دی لگا جو سر خار زار پشت
پشت اب ہجوم خار سے ہے پشت خار پشت

حوروں کے گر ہو پنجۂ مژگاں سے پشت خار
کھلائے وہ پری نہ کبھی زینہار پشت

ماہی سے تا بماہ ہیں دست فلک سے داغ
واں داغدار سینہ ہے یاں داغدار پشت

پیدا فلک سے ایک ہو تجھ سا ماہوش
نہ پشت تک تو کیا کہ ہو نہ ہزار پشت

بار زمانہ پشت پہ لیکر شتر کی طرح
سیدھی نہ کی فلک نے کبھی ایکبار پشت

ہو جاتے ہے زیادہ گرانباری گناہ
پیری میں ہو خمیدہ نہ کیوں زیر بار پشت

سینہ سپر جو منہ پہ ہیں تیغ نگاہ کے
دکھلاتے وہ کبھی نہیں آئینہ وار پشت

ڈر ہے یہی کہ ایسا ہو بعد مرگ بھی
لگنے نہ دے زمیں سے دل بیقرار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

ردیف جیم تازی

بیمار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

ہے وہ آزار محبت سے دل زار کو رنج
جس سے خود رنج کو آزار ہے آزار کو رنج

دیدۂ آبلہ پا کا ہے یہی لو رونا
کہ نہ پہنچا ہو کہیں مجھ سے کسی خار کو رنج

دور رہ اور دیرست رہ سامنے مثل ہلال — شہر میں تجھکو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

بڑھ گئی ہے عیش میں حرص اسقدر اپنی کہ ہے — غم پہ غم کی آرزو حسرت پہ حسرت کی طلب

ہو کے دل غمزہ کا بسمل باز پر دیتا ہے دم — کرتا ہے آفت طلب آفت پہ آفت کی طلب

جو حلاوت زندگی کی چاہتا ہے چرخ سے — تو کبھی ہرگز نہ کر تو اس سے راحت کی طلب

طفل مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف سے — یاں کہاں راحت کہ تو کرتا ہے راحت کی طلب

گر گلستان جہاں میں تنگ ہے تو غنچہ وار
کر کشادہ دل سے اپنے ذوق وسعت کی طلب

کرے ہے شرع کا پاس نمک حرام شراب — حرام ہے نہیں لیکن نمک حرام شراب

یہ ایسا ماہ مبارک یہ ایسا کار سعید — شروع دیکھ کے کیجے ہے صیام شراب

عوض ہے نشہ دنیا کا ذوق عقبیٰ پر
دوام بٹتی ہے اس میکدہ میں جام شراب

کس بت نامہرباں کو ہے پسند اپنا رقیب — ورد اسماء الٰہی میں بھی ہے تو یا رقیب

ردیف تاے مثناۃ

معلوم جو ہوتا ہمیں انجام محبت — لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نام محبت

ہیں داغ محبت درم و دام محبت — مژدہ تجھے اے خواہش انعام محبت

ہر روز اڑا دیتا ہے وہ کر کے تصدق — دو چار اسیر قفس و دام محبت

مانند کباب آگ پہ گرتے ہیں ہمیشہ — دل سوز ترے بستر آرام محبت

کاسہ میں فلک کے نہ رہے نام کو زہر آب — دھر کھینچے اگر تشنہ لب جام محبت

شوق حرم کوچہ قاتل میں کفن کو — ہم جانتے ہیں جامہ احرام محبت

کی جس سے رہ و رسم محبت اسے مارا — پیغام قضا ہے ترا پیغام محبت

پیسے یہ دانت رات نے مجھ کو گھس گئے
انجم کے چھٹنے [illegible] زیب دہان صبح

پو [illegible] پہنچے [illegible] کی رفعت [illegible] آسمان تک
منزل پہ پہنچیں رات کو جوں رہروان صبح

اب میکدے میں رات کو ناقوس چھوڑ [illegible]
مسجد میں مؤذن رہتے تسبیح خوان صبح

ریش سفید شیخ میں ہے ظلمت فریب
اس مرحلے میں یہ نہ کرنا گمان صبح

اے ذوق کچھ نہ پایا شب وصل کا مزا
تا آج صبح ہم نہیں پاتے نشان صبح

مجھ ہی سے ان کے آنکھ یاں کل ہے جب صلاح
اے جان بس گئی [illegible] کیا اصلاح

[illegible]
پوچھے جو بالشون سے [illegible] اصلاح

حیرت ہی جان اپنی لعبت [illegible] ہم
گر چاہیے [illegible] صنم کج ادا اصلاح

گر ان کے جسم سے [illegible] بن خدا آئینہ میں ہم
تقوی [illegible] کجا [illegible] اصلاح

کیا جان ہی کی جان نے لیے جو ہو سکے
غمزہ سے تیرے پوچھے [illegible] تھا اصلاح

اس بد معاملہ سے تیرا کیا معاملہ
کس بد صلاح نے تجھے دی یہ دلا اصلاح

رہتا ہے اپنا عشق میں یوں دل سے مشورہ
جس طرح آشنا سے کرے آشنا اصلاح

زاہد یہ کیا کہا کہ ملا ان بتوں سے تو
دیتا ہے کوئی ایسی بھی مرد خدا اصلاح

گر زلف [illegible] ہی [illegible] تم گلا [illegible]
[illegible] عشق ہے [illegible] اصلاح

[illegible] ہیں آج
[illegible] مشورہ [illegible] صلاح

منظور گر ہو قتل ہمارا [illegible] نہ پوچھ
ہے تو صلاح [illegible] کیا پوچھنا صلاح

قتل ہے آسمان و زمین کے [illegible] تو
اس مہر [illegible] صلاح

[illegible] ہی ہے مستفیق
لو [illegible] صلاح

اے ذوق جا نہ ہوش و خرد کی صلاح پر
دے عشق جو صلاح وہی ہے بجا صلاح

جابجا لوہو کے چشموں سے رواں ہیں آنسو | ہے جو ناکامی فرہاد کا کہسار کو رنج
کبھی کرتی ہے قدم رنجہ جو گلشن میں صبا | اور ہوتا ہے سوا مرغ گرفتار کو رنج
شربت خضر بھی دے ہے روش تلخی مرگ | تیری اس زہر بھری آنکھ کے بیمار کو رنج
راحت و رنج زمانہ میں ہیں دونوں لیکن | یاں اگر ایک کو راحت ہے تو ہے چار کو رنج
سخت جانی سے ہوں لاچار وگرنہ مجھے | نہ تو خنجر کو ہے آزار نہ تلوار کو رنج
سن کے فریاد قفس میں مری خوش ہوں بیداد | یہ نہ تو چھین کہ ہے کیا مرغ گرفتار کو رنج

ہوش لو رنج کے لے دارو ہے بیہوشی تو
ذوق ہے ہوش تو آرام ہے ہشیار کو رنج

مرتا ہوں انتظار میں کوئی بشر تو بھیج | خط بھیج یا نہ بھیج زبانی خبر تو بھیج

ردیف جیم فارسی

اُس پری کو تو نہ سیف آ دل بیمار کھینچ | اور لیوے آدمی کو چاہ میں سیماب کھینچ
یوں گلوئے تشنہ میں وہ آب خنجر سو فرو | جیسے تفتیدہ زمیں لے ایکدم میں آب کھینچ
عاشق رسوا کے خط میں کیا تکلف چاہیئے | چار حرف اک پرچہ پر تو یوں ہی بے القاب کھینچ
وہ مغل بچہ ناؤ یہ کس نے ڈبوئی خضر نے | لے گیا خط تن کو دل سوئے گرداب کھینچ

ردیف حائے حطی

فرقت کی رات جی چکے ہم تا زمان صبح | ہوگی اذان گو نہ ہماری اذان صبح
پر نور ہے ترا رخ سیمیں لبان صبح | آنکھیں ہیں تیری مست صبوحی نشان صبح
تار شعاع مہر بھی رنگ شفق میں روز | ماتم میں ہے مرے مژہ خونچکان صبح
گم کردہ رہ ازل سے بھٹکتے ہیں رات دن | ہیں میرے نالۂ شب و آہ و فغان صبح

تشبیہ کیونکہ دوں مژہ خوں فشاں سے میں
مرجان کی شاخ کب ہے بھلا اس حسین کی شاخ

صیاد میں چمن سے ہوں مایوس جا بجے
چوب قفس بھی ہو تو ہے اس چمن کی شاخ

باریک ہیں بتاتے ہیں جس کو تری کمر
یا کوئی ہے تن سے یا موئے تن کی شاخ

گل نوردتن مرا دم روئیدگی ہو
ہے آشیان بلبل گلشن وطن کی شاخ

دیوے خراش دل کو نہ کیونکہ وہ نازنین
رکھتی ہے خار سینکڑوں نازک بدن کی شاخ

دکھلائے باغ میں قد رعنا جو اپنا تو
قمری کے حق میں دار ہو سرو چمن کی شاخ

موذی کو سرکشی سے میسر ہوا عتاب
نکلے ہے طول عمر سے مار کہن کی شاخ

ہوتی ہے وحشیوں پہ پس از مرگ بھی شکست
زندہ زنانیوں کے نیچے ہے ہرن کی شاخ

شاخ نبات کو نہ ہے قلیاں نہ بھی نکالے
ایسی مصاحبت ہی نکی اس دہن کی شاخ

بے فیض سے وقار کہ میری نگاہ میں
جس شاخ میں ثمر ہے وہ ہے بانکپن کی شاخ

آخر یہ دستگیری تیشہ نے جیل دیا
ہاتھ نخل آرزوئے کوہکن کی شاخ

بدخصلتوں کو کرتا ہے بالانشین فلک
اونچی ہے آشیانہ زاغ و زغن کی شاخ

رہتے ہیں کشمکش میں پس از مرگ بے حیا
آخر کو زیر ارہ لٹی کر اہرن کی شاخ

بیمار چشم دلبر آہو نگاہ کو
شاخیں بھی سر نگاہیں تو لکیں ہرن کی شاخ

ہر صید کی کمر سے گئی ٹوٹ جس گھڑی
ٹوٹی کمان دلبر ناوک فگن کی شاخ

تاثیر بیکسی سے ہو سارا درخت خشک
آئے جو سایہ نعش پہ گور و کفن کی شاخ

ہے سیب باغ خلد کو کیا کیا نہ سرکشی
جب سے مناسبت لگی اس ذقن کی شاخ

سوفار کا دہن جو ہوا خون دل سے سرخ
تیر اس کا بن گیا ہے گل خندہ زن کی شاخ

لکھ ذوق اس کی مدح کہ جس کی ثنا سے ہے
سرسبز تیرے گلشن باغ سخن کی شاخ

وہ کون شاہ اکبر ثانی کہ جس کو روز
ابھر کرے ہے جھک کے نہال چمن کی شاخ

ردیف خاے معجمہ

تھی زلف تیری سنبل صحن چمن کی شاخ
قطروں سے پر عرق کے بنی یاسمن کی شاخ

اُس قد کو کیونکہ کہیئے نہال چمن کی شاخ
لائیگی وہ کہاں سے ادا بانکپن کی شاخ

ابرو پہ اُسکے خال ہے کیا زاغ شوخ چشم
سمجھا ہے اپنی شاخ نشیمن ہرن کی شاخ

دکھلائی اُس کے سرمہ دنبالہ دار نے
آنکھوں سے ہمکو نرگس ہاروت فن کی شاخ

ناف اُس صبیح کی ہے کوئی نسترن کا پھول
تا ناف سیلی سینہ پہ ہے نسترن کی شاخ

دل باغ وحشت نخل کہ جس میں ہزار ہا
حسرت کے برگ لمحے کے ثمر ہیں حزن کی شاخ

بے بہرہ انقلاع سے رہتے ہیں پر جفا
ممکن نہیں کہ لائے ثمر کرگدن کی شاخ

کھنی تھی چوب تیشہ مری طرح ایک دن
سوکھے گی نخل آرزوے کوہکن کی شاخ

جب سے پڑا ہے باغ میں جھولا ترے لئے
ممنون باغ میں ہے نہایت رسن کی شاخ

لچکے ہے یوں کمر تری وقت خرام ناز
جنباں ہو جوں نسیم چمن سے سمن کی شاخ

حیران ہوں دیکھ خال کو ابروے یار پر
گل نیلوفر کا لائی ہے کیونکر ہرن کی شاخ

ہے جوش پارہ پارۂ دل ہر مژہ پہ یوں
لائے نکال کونپلیں جس طرح گلخن کی شاخ

مسواک نے بڑھایا ہے زاہد کا اعتبار
ہے یہ بھی اُسکے اک شجر مکر و فن کی شاخ

دیتی ہے سر پہ بلبل آتش نفس کو جا
رکھتی ہی کیا چمن میں ہوس سوختن کی شاخ

ہے نعش پر ترے کشتہ بیکس کی دشت میں
گویا کہ اک نشیمن زاغ و زغن کی شاخ

جز شمع استخوان صفا کیش زیر خاک
دیکھی نہ ہے سنی گل صبح کفن کی شاخ

نے برگ ہے نہ غنچہ نہ گل ہے نہ ہے ثمر
میں خشک طالعی سے ہوں گویا ہرن کی شاخ

ریشم کا لچھا ہاتھ میں اسکے نہیں دلا
یہ یاسمن کا سانپ ہے وہ یاسمن کی شاخ

چھوٹے جلانے والوں سے وحشی نہ مر کے بھی
اخگر کے کام آئے اگر ہے ہرن کی شاخ

ہو تیرا فیض گر چمن آرائے باغ دہر
آب تبر سے سبز ہو نخل کہن کی شاخ

نالاں ہیں تیرے عدل سے خونریز اس قدر
مانند نے ہو گرم فغاں کرگدن کی شاخ

برسائے جبکہ لعل و گہر تیرا دست جود
محتاج ابر ہو نہ نہال چمن کی شاخ

شاداب آب لعل یمن سے ہو مثل گل
سیراب ہووے آب سے در عدن کی شاخ

یاں تک ہے پاس شرع ترے عہد میں کہ اب
ساغر کبھی نہ ہووے گل خندہ زن کی شاخ

پیدا ہو بادہ خوار کی تعزیر کے لیے
نخل کدوے تاک میں صورت رسن کی شاخ

ہے ذوق کی دعا ہے کہ تا باغ دہر میں
سرسبز شعر ترے ہو نخل سخن کی شاخ

جبتک کہ ہووے گردن مینا کی طرح سے
تخم نشاط ساقی پیمان شکن کی شاخ

نخل حیات تیرا تر و تازہ ہو مدام
جوں موسم بہار میں نخل چمن کی شاخ

ردیف دال مہملہ

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد
سینے میں ہو گی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

کیا روکا اپنے گریے کو ہم نے کہ لگ گئی
پھر وہ ہی آنسوؤں کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

کوئی گھڑی اگر وہ ملایم ہوئے تو کیا
کہہ بیٹھیں گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد

اس لعل لب کے ہم نے لیے بوسے اس قدر
سب اڑ گئی مسی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد

اللہ رے ضعف سینے سے ہر آہ بے اثر
لب تک جو پہنچی بھی تو چڑھی دو گھڑی کے بعد

کل ہم نے اس سے ترک ملاقات کی تو کیا
پھر اس بغیر کل نہ پڑی دو گھڑی کے بعد

پہلے تو انجا مری سنتے رہے مگر
کہتا رہا کچھ اپنے عدو دو گھڑی کے بعد

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

پروانہ گرد شمع کے شب دو گھڑی رہا
پھر دیکھیں اس کی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد

اُس کی دعا سے حرز پڑھے جوش غنچہ سے
تسبیح ایک لے کے عقیق یمن کی شاخ

کر دے جو وہ نہال تو لائے ابھی نکال
پروین کا خوشہ گاو سپہر کہن کی شاخ

بہر تصدق آئے نہ گل کو نہ صبا
اڑنے لگے نثار گہر یاسمن کی شاخ

پہونچائے اُس کا مژدہ صحت جو باغ میں
سجدہ میں بہر شکر جھکے نارون کی شاخ

ہمسر ہے آج خضر ارم سیر سے شجر
ہم قد ہے آج یوسف گل پیرہن کی شاخ

گرمی عدل اُس کی اگر ہو سم گداز
پگھلے بہ رنگ شمع ابھی کرگدن کی شاخ

مطلع وہ پر بہار لکھوں اُسکی مدح میں
مصرع کو جس کے سن کے کٹے نسترن کی شاخ

تیرے بہار فیض سے نخل کہن کی شاخ
سرسبز یوں ہے جیسے کہ سرو چمن کی شاخ

تیرے سحاب لطف سے سیراب ہو اگر
ہمسر ہو شاخ نخل ارم سے ہرن کی شاخ

شاہا یہ تیرا دست سخا باغ دہر میں
گویا کہ نکلی ہے کرم ذوالمنن کی شاخ

گر تیرا حفظ ہو چمن سبز روزگار
آب فنا سے سبز ہو سرو چمن کی شاخ

صرصر کا سارا خاک میں ملجائے زور شور
[illegible] آشیانہ [illegible] چمن کی شاخ

دیکھے جو تیرا قوت بازو تو ٹوٹ جائے
[illegible] شش کمان سپہر کہن کی شاخ

تیرے عصا کو اُس سے میں تشبیہ کیونکر دوں
[illegible] شاخ سدرہ [illegible] کہن کی شاخ

تاثیر تیرا زور ضعیفوں کو دے اگر
[illegible] سیلتی سے بھی نازک بدن کی شاخ

بلکہ کمند مار کے ہاتھی کو کھینچ لے
خرطوم سے لپٹ کے بصورت رسن کی شاخ

منظور گر خزانہ میں ہو تجھ کو شاخ زر
طیار ہو وہیں زر خور سے کرن کی شاخ

ہاتھی کو تیرے چاہیے لکڑی تو دشت میں
خرطوم سے اکھاڑ لے وہ کرگدن کی شاخ

دانتوں کو اُسکے دیکھ کے لرزاں ہیں فیل بید
صد یو کوہ پیکر البرز تن کی شاخ

گلگوں سے تیرے بڑھ نہ سکے یک قدم صبا
گو سو تازیانے مارے نہال چمن کی شاخ

ذوق دل سوختہ دیوان لکھے اپنا کیا
متحمل نہین گرمی سخن کا کاغذ

ہول دل کا مجھے کیا دیتے ہو لاکر تعویذ
اُس کا خط لاؤ کہ رکھون مین بناکر تعویذ

جو تری چشم کے دیوانون کا کرتے ہین علاج
لکھتے ہین پوست کا آہو کے بناکر تعویذ

تمنے تعویذ نشانی جو دیا تھا اپنی
لے گیا کوئی موکل وہ اُڑاکر تعویذ

ابتلک جوش مین ہے خونِ شہیدِ غمِ عشق
دیکھ لو تم سرِ مرقد سے اُٹھاکر تعویذ

جلتوائی نہ پڑی یار مین اور غیرون مین
سینکڑون خاک کئے ہمنے جلاکر تعویذ

ردیف راے مہملہ

نگہ نہین حرف دلنشین تھا دہن کی تنگی سے تنگ ہوکر
نکل کے رستہ سے چشم فتان کے دلمین بیٹھا خدنگ ہوکر

پھر آیا لو وہ نگار خونی ادھر کو سرگرمِ جنگ ہوکر
کہ جسکے ہاتھون سے اڑ گئے سر ہزارون مہندی کا رنگ ہوکر

وہ چشمِ مخمور اک نظر سے چبھوئے لاکھون جو نشتر سے
تو ہو روان ہر رگِ جگر سے لہو مئے لالہ رنگ ہوکر

جو رنگ الفت سے آشنا ہین وہ گر پڑے ہین بھی خوشنما ہین
کہ رنگ ہی ہے گرانبہا ہین عقیق و یاقوت سنگ ہوکر

جو سمجھین حسنِ بتان کو ایمان اُنھین یہ کفر و دین ہے یکسان
یہو نکلتے کعبے کو ہین مسلمان ہمیشہ چین و فرنگ ہوکر

صفاے دل کی یہی ہے صورت کہ دلمین آنے نہ دے کدورت
کہ بیٹھ جائیگی بالضرورت اس آئنہ پر یہ زنگ ہوکر

تو دو گھڑی کا وعدہ نہ کر دیکھ جلد آ — آنے میں ہوگی دیر بڑی دو گھڑی کے بعد ۱
گو دو گھڑی تک اُس نے نہ دیکھا ادھر تو کیا — آخر ہمیں سے آنکھ لڑی دو گھڑی کے بعد

کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح
پھر تو نہ ٹھہرے پاؤں گھڑی دو گھڑی کے بعد

جھومر کا نظر ہے یہ ترے اب تو بڑا چاند — تھا وعدہ چڑھے چاند کا لا بوسہ چڑھا چاند
ہے آئینہ خانہ بھی گذرگاہِ مہ و نیک — دیکھا نہ کبھی ہم نے ورا اہلِ صفا چاند ۱
دم گھٹتا ہے سینے میں دمِ شدتِ گریہ — باران کی علامت ہے جو ہو جائے ہوا بند

ردیف ذال معجمہ

نشۂ قتل سے اُس عہد شکن کا کاغذ — ہے مری روح کو آزادی تن کا کاغذ
گور میں پیش ہو جب دفترِ تن کا کاغذ — ہو سیاہ کو سفیدی کفن کا کاغذ
بن گیا عکس سے اُس شوخ گلستان رو کے — صفحۂ آئینہ تصویرِ چمن کا کاغذ ۴
کیا کرے خانۂ گیتی کا کوئی دعوۓ ملک — نام پر کس کے ہے اس نہ کہن کا کاغذ
لکھیں اُس چشم کے جتنی کے لئے گر تعویذ — اہلِ تکسیر کریں پوست ہرن کا کاغذ
رقعۂ شادی شہادت کا ہو خون سے رنگین — ایسی شادی کو ہو ایسی ہی پھبن کا کاغذ
سینۂ صاف کو زمانے کے ہے ہاتھوں سے شکست — ہے صفائی سے سزاوار شکن کا کاغذ
ورقِ چشم ہو گر نسخۂ آشوب نہو — سرمۂ چشم سیہ سیم بدن کا کاغذ
یوں اسیرانِ قفس تک لوئی پہونچا گلبرگ — جیسے غربت میں شفیقان وطن کا کاغذ
ظاہرا ایسی کتابوں سے ہو ڈر دوزخ سے — کرنہ آتش میں لباس اپنے بدن کا کاغذ
جعلسازی پہ زمانے کی گواہی دی ہے — مہری و سادہ ہے چرخِ کہن کا کاغذ
محو وہ کرتا ہے نامے پر مجھے آئے ہے رشک — ہائے یوں چوسے لعاب اُسکے دہن کا کاغذ

ہنر شناس کو دکھلا ہنر کہ خوبی زر
اگر کھلے ہے تو صراف کی نظر چڑھکر

کہین فلک پہ نہ چڑھ جائے چاند جھومر کا
کہ وہ ادا آپکو کھینچے ہے تیرے سر چڑھکر

ترا مکان تو کیا لامکان مین کود پڑین
امید وصل مین ہم بام عرش پر چڑھکر

جو مارے نفس کو اور کرلے اپنے غصے کو زیر
بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھکر

ہماری خاک پہ برپا ہے ذوق فتنۂ حشر
سمند ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھکر

جان ہوا یون ہوئی اُس خال کا بوسہ لیکر
جیسے اُڑ جائے دہن مین کوئی گٹکا لیکر

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لیکر
چپکے ہی بیٹھے رہے دم کو مسیحا لیکر

دست طاقت نہین مجرم ہو گرفتار عدا
تونے کیا چھوڑا اگر چھوڑیگا بدلا لیکر

ذبح کرنیکو مرے پوچھتے ہو کیا تکبیر
تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لیکر

کھینچتی روز قیامت سے بھی ہے آپکو دور
تیری زلفون کی بلائین شب یلدا لیکر

سمجھا مشتاق جمال ایک بناؤگے کہین
گرچہ ڈھونڈھوگے چراغ رخ زیبا لیکر

سہرے قدمون ہی مین پر بچا نکلے باغین مانند
دشت مین میرے قدم آبلۂ پا لیکر

جب یہ دیکھا نہ ملا مجھ مین کہین میرا پتا
پھر گیا نامہ بر یار خط اُلٹا لیکر

رہ گیا اپنا سا منہ لے کے وہ آئینہ رو
تیری تصویر کو یوسف نے جو دیکھا لیکر

وان سے یان آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے
یان سے تو جائینگے ہم لاکھ تمنا لیکر

نکل گئے تھے تم جسے بیمار ہجران چھوڑکر
چل بسا وہ آج سب ہستی کا سامان چھوڑکر

طفل اشک ایسا گرا دامان مژگان چھوڑکر
پھر نہ اُٹھا کوچۂ چاک گریبان چھوڑکر

کیونکہ نکلے تیر اُسکا دلمین پیکان چھوڑکر
جائے بیٹھے کو کہان یہ مرغ پران چھوڑکر

کام یہ تیرا ہی تھا رحمت سے اے ابر کرم
ورنہ جائے داغ عصیان میرا دامان چھوڑکر

غزال رم دیدہ بنگیا ہے جو خواب آنکھون مین تو بجا ہے
کہ بھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے پلنگ تجھ بن پلنگ ہوکر

ہوئے جو بیرنگ اُنکو زیبا نہین جہان مین رعونت اصلا
کہ پایا گل نے بے نام رعنا تو اس چمن مین دو رنگ ہوکر

حلاوت و شرم پاسداری جہان مین ہے ذوق ننگ و خواری
مزے سے گذری اگر گذاری کسی نے بے نام و ننگ ہوکر

خوب روئے آج ہم سنسان ہامون دیکھکر
یاد آیا ہمکو مجنون بید مجنون دیکھکر

اُڑ گئے اک آن مین جادوے بابل کے حواس
سرمہ آلودہ تری چشم پرفسون دیکھکر

دیکھکر غیرون مین رستا پی پہ اُس مہوش کو رات
آہ لی اک دل نے شب سوئے گردون دیکھکر

سچ کہا ہے آگے کالے کے نہین جلتا چراغ
چھپ گیا مہ رخ تیرے زلف شبگون دیکھکر

دل ہے میرے ساغر سرشار وحشت کا نشہ
چھپ گیا خم مین مری صورت فلاطون دیکھکر

آ گئین اُنکو لگانے انگلیون مین فندقین
نوک مژگان پر مرے اشک جگرگون دیکھکر

قتل کو کسکے چڑھائی تیغ تونے سان پر
اُترے ہے آنکھون مین زخمون کی مرے خون دیکھکر

جو ہے نالہ اپنا وہ اک مصرعۂ برجستہ ہے
ہم جو بالا ان مین کسی کا قد موزون دیکھکر

لے گیا دل کون میرا ذوق کس کا نام لون
سامنے آجائے تو شاید بتادون دیکھکر

کہا پتنگ نے یہ وار شمع پر چڑھکر
عجب مزا ہے جو مرئیے کسی کے سر چڑھکر

مرے خیال پہ وہ چشم فتنہ گر چڑھکر
یہ خانہ جنگ ہے نہی ہے لڑتے گھر چڑھکر

دکھانہ جوش و خروش اپنا زور پر چڑھکر
گئے جہان مین دریا بہت اُتر چڑھکر

ستمگرون کی کشاکش مین آبرو ہو سوا
اگہ ہوتی سان پہ ہے تیغ تیز تر چڑھکر

الٰہی خیر ہو مانند شعلۂ آتش
پھر آیا باد کے گھوڑے پہ وہ ادھر چڑھکر

گھر سے بھی واقف نہیں اُسکے کہ جسکے واسطے / بیٹھے ہیں گھر بار سب ہم خانہ ویران چھوڑ کر
وصل میں گر ہووے مجھ کو رویتِ ماہِ رجب / روے جانان ہی کو دیکھوں میں تو قرآن چھوڑ کر

ان دنوں گرچہ دکن میں ہے بڑی قدرِ سخن
کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر / پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر
کیا ڈھونڈھے دشتِ گمشدگی میں مجھے کہ ہے / عنقا مرے سراغ سے دور اور شکستہ پر
اُس مرغِ ناتواں پہ ہے حسرت جو رہ گیا / مرغانِ کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر
ساقی بطِ شراب ہے تجھ بن پڑی ہوئی / خم سے الگ ایاغ سے دور اور شکستہ پر
خود اُڑ کے پہونچے نامہ جو ہو مرغِ نامہ بر / اُس شوخ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر
کرتا ہے دل کا قصد کہاں دار تیر آشیا / پر سے نشانِ داغ سے دور اور شکستہ پر

اے ذوق میرے طائرِ دل کو کہاں فراغ
کوسوں ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈال کر / ایما ہے یہ کہ بھیج دے آنکھیں نکال کر
دل سینہ میں کہاں ہے نہ تو دیکھ بھال کر / اے آہ رکھ دے تیر کا نامہ نکال کر
ہوں سرد ہو چکا نہ دوبارہ حلال کر / میں اور دمِ خنجر او لگا یہ تو خیال کر
عاشق کے خون سے اپنا پہ تیر لال کر / دکھلا دے شاخِ خشک میں کونپل نکال کر
تیرے مریض نے کئی نقلِ مکان کئے / آخر کو روح تن سے گئی انتقال کر
شہ رگ پر اپنی زندگی و موت میں ہے لاگ / آ تیغِ یار قصہ یہ تو انفصال کر
اُترے گا ایک جام بھی پورا نہ چاک سے / خاکِ دلِ شکستہ نہ صرف اے کلال کر
لیکر توں نے جان جب ایمان پہ ڈالا ہاتھ / دل کیا کنارے ہو گیا سب کو سنبھال کر
سینہ ہمارا وادیِ وحشت ہے اے جنون / ہر داغ پر تصورِ چشمِ غزال کر

جس نے یہ لذت اٹھائی زخم تیغ عشق کی
کب وہ مرہم ان کو ڈھونڈھے ہے نمکدان چھوڑ کر

صید دل کو کیونکہ چھوڑے جبکہ دکھلائے ہے تو
مچھلیان دست حنائی مین مرجان چھوڑ کر

سرد مہری سے کسی کی آگ سے دل سرد ہے
یا سنے ہٹ جا دھوپ اے ابر بہاران چھوڑ کر

دیکھیے کیا ہو کہ ہے اب جان کے پیچھے پڑی
دلکو اے کافر تری زلف پریشان چھوڑ کر

اے دل اسکے تیر کے ہمراہ سینے سے نکل
ورنہ پھر پچھتائیگا تو ساتھ نادان چھوڑ کر

کیون نہ رم کر جائین آہو لیے وحشی سے ترے
شیر بھاگین جسکے نالون سے نیستان چھوڑ کر

سرخی پان دیکھ لے زاہد جو دندان پر ترے
اٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے تسبیح مرجان چھوڑ کر

پیش خیمہ لیکے نکلا گرد باد دود آہ
ہے جو سرگرم سفر تن کو مری جان چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت ماہ یک ہفتہ کیطرح
دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انسان چھوڑ کر

ساغر دل بیچتا آیا ہون کھوسٹ ہاتھ سے
جو کتا ہے کیون یہ جنبش دست گردان چھوڑ کر

پڑھ غزل اے ذوق کوئی گرم سی تو اب بجا
جانب مضمون طرز تفتہ جانان چھوڑ کر

جب چلا وہ مجھکو بسمل خون مین غلطان چھوڑ کر
کیا ہی پچھتاتا تھا مین قاتل کا دامان چھوڑ کر

مین وہ مجنون ہون جو نکلون کنج زندان چھوڑ کر
سیب جنت تک نہ کھاؤن سنگ طفلان چھوڑ کر

پیوے سیراب ہی لہو پانی جو سب اس شوخ کے
کھینچے تو شنگرف سے خون شہیدان چھوڑ کر

مین وہ ہون گمنام جب دفتر مین نام آیا مرا
رہ گیا بس منشی قدرت جگہ وان چھوڑ کر

سایہ سرو چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے
سانپ سا پانی مین اے سرو خرامان چھوڑ کر

ہو گیا طفلی ہی سے دلبین ترازو تیر عشق
بھاگے ہین مکتب سے ہم اوراق قرآن چھوڑ کر

اہل جوہر کو وطن مین رہنے دیتا گر فلک
لعل کیون اس رنگ سے آتا بدخشان چھوڑ کر

شوق ہے اسکو بھی طرز نالہ عشاق سے
دم بدم چھوڑے ہے منھ سے دود قلیان چھوڑ کر

دل تو لگتے ہی لگیگا حوریان چین سے
باغ ہستی سے چلا ہون ہائے پریان چھوڑ کر

یہ خال پیشانی کیون تمھارا نہ فرق پہنچاے فرقدان پر
کہ جسے ہے داغ جنون کو جھکون جو تیرے سر پہ دشت و ہامون

چراغ وحشت سراے مجنون کرو نمین روشن چراغدان پر

بنا بگولے کو برج آسا قریب ناقہ کے قیس پہنچا
پہ اُترے محمل سے کیونکہ لیلیٰ کہ پردہ کھلتا ہے ساربان پر

کہان رہی مجھ مین جان ہے باقی کہ تہ دھوان ہوکے لب پہ آتی
جو ذوق آنسو کی بوند ٹپکی ہمارے داغ دل طپان پر

عجب وہ پوچھے کہ ہے غش کون مری جتون پہ — مین کہون مین تو کہے مین کے پھیری گردن پہ
جو ترے دوست پہ تجھ بن ہے گذرتی ظالم — وہ مصیبت نہ ہو دنیا مین کسی دشمن پہ
تیرے دندان مسی بب کی دیکھی جو بہار — پڑ گئی اوس سی گلشن مین گل سوسن پہ

اے دل وہ ستر غمزۂ پنہان عیان نہ کر — آنکھون سے دیکھ اور زبان سے بیان کر
آہون مین دود دل جو نکالون تو کہے — او نغمۂ جان ہوا ہو یہان سے دھوان کر

نامۂ شوق کو مرے باندھے تو جو بال پر — کیون آرسے مرغ نامہ بر جو ہوے وبال پر
مصحف روے یار مین دیکھا ہے جو خال پر — لکھتے ہین قل ہو اللہ ہم ایک چنے کی دال پر
ہین ہمائے سر پہ افسران ہواگیرون کے پر — ہو گئے جن طائرون کو ہین ترے تیرون کے پر
ان کو ہے پہ عرش اعظم پہ اڑاتے ہین مرید — کیا غضب لائین خدا جانے جو ہون پیرون کے پر

متفرقات

شرح بخت برگشتہ گر گردون رقم کر — تیر بازگشتی ہو ہاتھ مین قلم پھر کر
رکھ لیا اُس نے چمن مین گل جو سر پہ توڑ کر — مین بھی حاضر ہون کہا غنچہ نے یون منھ پھوڑ کر

گر چاہتا ہے سنگ سے چارہ وہ فروغ
آتش کے شہر میں کسب کمال کر

پوچھو چلے ہیں کونسے کعبہ کو اہل درد
ملک فنا پہ جائیں فدا دل سنبھال کر

تصویر اُن کی حضرت دل کھینچ لائے گر
رکھ دینگے ہم بھی پاؤں پہ آنکھیں نکال کر

قاتل ہے کس مزے سے نمک پاش زخم دل
بسمل ذرا تڑپ کے نمک تو حلال کر

دل کو رفیق حسن میں اپنا سمجھ نہ ذوق
ٹل جائے گا یہ اپنی بلا تجھ پہ ٹال کر

مزا چکھایا ہے کوہکن کو جو عشق آیا ہے امتحاں پر
کہ لایا تو جوئے شیر لیکن چھٹی کا دودھ آگیا زباں پر

خدنگ دنبالہ کھایا لیکن نہ لایا شکوہ کبھی زباں پر
کہ بوسہ اُس چشم سرمہ سا کا ہے مہر گویا مری زباں پر

لگا کے باتوں میں اُن کو لائیں جو حرف مطلب کا کچھ زباں پر
تو ایسی کہہ دیں ٹھکانا جس کا لگے زمیں پر نہ آسماں پر

تپ محبت میں سخت جانی کا یہ اثر ہے دل طپاں پر
کہ مثل سوہاں پڑ گئے ہیں ہزاروں کانٹے مری زباں پر

اٹھائے سو زخم ہر نمط ہیں یہ خوں کے دعوے کوئی غلط ہیں
کہ مثل قط گیر خط یہ خط ہیں ہنوز باقی ہر استخواں پر

خلش یہی خار غم کا رہا تو مرقد پہ میرے سبزہ
یقیں ہے مانند برگ خرما اُگے گا لتہ کئے زباں پر

کہا یہ سو بار دل کو رو کر حریف مست ترک چشم کو کر
سو آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بہا ہے مژگاں بسناں پر

وہ چشم ابرو تمھارے زیبا کہ قاب قوسین جن سے ادنےٰ

شب جان زار رک گئی لب پر سخن کے پاس
پھر اُٹھ کے رہ گیا یہ مسافر وطن کے پاس

یہ جوے خون رواں نہیں دیکھو ہے رو رہا
تیشہ سر اپنا رکھ کے سر کوہکن کے پاس

اس آرزو میں جان ہوں دیتا کہ لے کے جام
پہنچوں کبھی لب بت پیمان شکن کے پاس

انگشت شمع کیوں نہ اُٹھے بہر فاتحہ
یہ ڈھیر ہے پتنگ کا پاے لگن کے پاس

میں تو اُسی جھجک پہ فدا ہوں کہ کان کو
شب کیا ہٹا لیا مرے لا کر دہن کے پاس

چمکے گی تا بہ حشر ہماری لحد میں آگ
چاک جگر میں دیکھنا چاک کفن کے پاس

میں نے کہا کہ بوسہ نہ تھیں دو ادب سے میں
لا سکتا اپنا منہ نہیں چاہ ذقن کے پاس

ہنس کر کہا کہ جاتا ہے پیاسا کوئیں پہ آپ
یا جاتا ہے کنواں کسی تشنہ دہن کے پاس

اے ذوق صدقے جایئے پیک خیال کے
کیا لے گیا اُڑا کے بت سیمتن کے پاس

متفرقات

مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آ کے پاس
بدگمان وہم کی دارو نہیں لقمان کے پاس

چمن سے بعد ہیں جیسے سین و قاف قفس
قفس میں بند ہیں ہم جیسے قاف قفس

لب شیریں کو ترے جانکے رس چشم مگس
بیٹھی نظر دن میں ہے جا لے بجاے چشم مگس
بو الہوس جیفۂ دنیا سے بھرا دل نہ ترا
تو مگس اور تری چشم ہوس چشم مگس

ردیف صاد مہملہ

سب مذاہب میں یہی ہے نہیں اسلام میں خلص
کہ جہان عام ہے ہوتا ہے وہاں عام میں خاص

بعد مردن آ چکے رونے کو سن کر گور دور
جیتے جی کہتے ہو چل صورت تری در گور دلا

دل شوریدہ سر نے خاک اڑا کر
بیاباں رکھ لیا سر پر اٹھا کر

خفا تو ہو نہ وقت ذبح میرے تلملانے پے
کہوں کیا لوٹتا ہوں میں ترے بازو دبانے پے

ردیف سین مہملہ

کونسا ہمدم ہے تیرے عاشق بیدم کے پاس
غم ہے اُسکے پاس ہمدم اور وہ ہے دم کے پاس

ہے وہ کیا ساقی جو تھا جام جہاں بیں جم کے پاس
تیرا جام بادہ ہو اور تو ہو اس پرغم کے پاس

خط کہاں آغاز ہے پشت لب دلدار پہ
ہیں جناب خضر آئے عیسیٰ مریم کے پاس

مردمک کے پاس ہے یہ اشک خونیں کا ہجوم
یا دھرے یاقوت ہیں یہ دانۂ نیلم کے پاس

روح اُس آتش بجاں کی بعد مردن جوں پتنگ
آئیگی اُڑ کر چراغ خانۂ ماتم کے پاس

کس کی قسمت ہے کہ زخم تیغ قاتل ہو نصیب
جان سے جائیں جائینگے مگر مرہم کے پاس

کیا مزے لے لے کے گل کھائیں اگر آ جائے ہاتھ
یہ جو چھلا آپ کی اُنگلی میں ہے خاتم کے پاس

زلف سے ہے وجہ خط سبز ہم پہلو نہیں
ہے لٹکتا عشق پیچاں سنبل پرخم کے پاس

واہ صیاد اجل اور واہ صیادی کا پیچ
کھنچ کے ہے اسفندیار آیا کہاں رستم کے پاس

دیکھو فیاض ازل نے کیا دیا آنکھوں کو فیض
کاسہ درکف ہو کے ہم آتے ہیں اُنکی نم کے پاس

بنتے جو قسمت میں تو دریا بھی کبھی ہو جائے گا
آ لگا ہے اپنا قطرہ بھی کنار یم کے پاس

کر کے بحر و قافیہ تبدیل لکھ اور اک غزل
بیٹھ کوئی دم تو اے ذوق اہد اُس یم کے پاس

تیر و کمان ہے گر بت ناوک فگن کے پاس
آہ و قد خمیدہ ہے اُس خستہ تن کے پاس

ردیف قاف

پھر کر ادھر اُدھر ہارا گیا قلقلتا
لفظ قلق کی طرح سے وہی رہا قلق

ردیف کاف تازی

جو کھلکر اُن کا جوڑا بال آئین سر سے پاؤن تک
بلائین آ کے لین سو سو بلائین سر سے پاؤن تک

ہم اُنکی چال سے پہچان لین گے اُن کو برقع مین
ہزار اپنے کو وہ ہم سے چھپائین سر سے پاؤن تک

یہ جتنے سرو ہین سب اُسکے قد پر زہر کھاتے ہین
چمن مین سبز کیونکر ہو نہ جائین سر سے پاؤن تک

مرا دل ایک دون اُس خوش ادا کی کس ادا کو مین
اگر ہین وان تو ادائین ہی ادائین سر سے پاؤن تک

سراپا شوق جائین سر کے بل ہم جسکے جلسہ مین
مثال شمع وہ ہم کو جلائین سر سے پاؤن تک

نہو بے پردہ تو بھی دو گھڑی ہو کے وہ شوخی سے
چھپن جلوون مین در پردہ دکھائین سر سے پاؤن تک

بنایا اس لیے اس خاک کے پتلے کو تھا انسان
کہ اس کو درد کا پتلا بنائین سر سے پاؤن تک

سراپا پاک ہین دھوئے جنھون نے ہاتھ دنیا سے
نہین حاجت کہ وہ پانی بہائین سر سے پاؤن تک

مزا ہے ذوق افزون تر جتنے زخم ہون افزون
نہ کیون ہم زخم تیغ عشق کھائین سر سے پاؤن تک

ساغرِ دل کی تو واقف نہین کیفیت سے	دیکھ عکسِ رخِ ساقی ہے اسی جام مین خاص
خضر باتین ہین کہ ہے چشمۂ حیوان جان بخش	ہے یہ خاصیت اُسی کے لبِ شیرین مین خاص
شیخ صاحب کے ہین نزدیک وہ خاصانِ خدا	خدمتی اُنکے ہین جو زمرۂ عالم مین خاص
کام دشوار ہے عاشق کا ترے ناکامی	کر دیا تونے لگا اس کو اسی کام مین خاص
عشق کا جوش ہے جبتک کہ جوانی کے ہین دن	یہ مرض کرتا ہے شدت انہین ایام مین خاص

ذوق اسمائے الٰہی مین سب اسمِ اعظم
اُسکے ہر نام مین عظمت ہے نہ اک نام مین خاص

ردیف ضاد معجمہ

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض	ہاتھ ملتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض
بحر و بر مین نہین کس کو ہوسِ قطع و برید	ناخنِ شیر ہے خنجر دُمِ ماہی مقراض
گل کترتی ہین ہزارون تری آنکھین کافر	ہے عجب طرح کی اک تیر نگاہی مقراض
کب زبان چلتی ہے اُس بزم مین بدگویونکی	اُنکے منھ مین یہ زبان ہے کہ الٰہی مقراض
محضرِ خون جو مرا سارا کترکر پھینکا	دیگی اس ظلم کی محشر مین گواہی مقراض
پاس کیا قطع تعلق ہے نہ یکسان سمجھے	قطع مین کسوتِ درویشی و شاہی مقراض

رشتۂ عمر کیا قطع سراسر اے ذوق
کھو سکی شمع کے دل کی نہ سیاہی مقراض

ردیف عین مہملہ حسنِ مطلع

ذوق کیونکر ہوا اپنا دیوان جمع	کہ نہین خاطرِ پریشان جمع

ہزاروں دشمن جان سے ہے ایک دوست بخیل
جو پوچھو کون ہے سو میں کہوں ہزار میں دل

ہنوتیں خلد میں حوریں تو ہوتا خلد میں کون
لگے ہے صحبت خوبان گلعذار میں دل

یہ جسم زار ہے یا میرے پیرہن میں دل
گرہ ہے تار میں یا میرے جسم زار میں دل

اُٹھا تو لائے مجھے میرے ہمنشیں اے ذوق
رہیگا میرے عوض میرا کوئے یار میں دل

ازل سے یوں دل عاشق ہے نور کی قندیل
کہ جیسے عرش خدائے غفور کی قندیل

سمجھ وہ دود بنا گوش نور کی قندیل
خجل ہے اختر صبح نشور کی قندیل

ہمارے کعبہ دل میں ہمیشہ روشن ہے
کسی کے تاب کمال ظہور کی قندیل

جہاں ہے خانۂ عشرت جبھی ہوا اسکا فروغ
کہ لٹکے اُس میں سر پر غرور کی قندیل

رہے ہے جوں قمر منخسف سدا بے نور
سیاہ بختوں کے بالین گور کی قندیل

پڑے جو عکس ترا جام میں تو ہو روشن
حباب بادہ تجلی سے طور کی قندیل

عیاں ہے یوں مرے روز سیاہ میں خورشید
کہ جیسے شب کو نظر آئے دور کی قندیل

سوائے دلکے ہو نارنج باغ خلد سے بھی
کبھی پسند نہ اس رشک حور کی قندیل

اُڑے جو آہ کے ہمرہ نخل کے پارۂ دل
ہوئے ہوا میں وہ صورت طیور کی قندیل

وہ تیرہ ہیں یہ مرے نالۂ قیامت زا
کہ انکے دیکھنے کو لازم ہے صور کی قندیل

نسیم کیا ہے کہ روضہ میں تفتہ جانوں کے
نہ گل ہو باد سے آواز صور کی قندیل

سمجھتا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوق
یہ روشن آپ نے کیوں پیش کور کی قندیل

دیوانہ ہوں تیرا مجھے کیا کام کہ لوں گل
زیبائش سر کو ہے مرے داغ جنوں گل

ہوں زیر قدم خار یہ سر داغ جنوں گل
کھاتا ہے جنوں بوؤں سدا خار جنوں گل

سو ٹکڑے ہیں ایڑی کے برنگ گل صد برگ
کیا دشت نوردی میں کترتا ہے جنوں گل

مطلع

صفحۂ دہر پہ یکدل نہ ہوا ایک سے ایک
دل کے دو حرف ہیں سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

پھر تقاضائے غیر سے ہم جاکے اُس مغرور تک
پر اُچھلتا ہی رہا اپنا کلیجہ دور تک

ردیف کاف فارسی

بینی و عارض و ابرو سے ہیں شاخ و گل و برگ
یوں عیاں اُس چمن رو سے ہے شاخ و گل و برگ

بینی اور دہن خندہ زن اور نازک لب
لکھے گویا قلم مو سے ہیں شاخ و گل و برگ

ردیف لام

پھنسے نہ حلقۂ گیسوئے تابدار میں دل
بلا سے گر ہو نوالہ دہان مار میں دل

بغل میں جیسے مرا دل بغل کا دشمن ہے
نہ ایسا ہو کسی دشمن کا بھی کنار میں دل

نکل نہ جائے دم اضطراب سینے سے
برنگ شعلہ کہیں آہ شعلہ بار میں دل

ہمیشہ روزن سینہ سے کیوں ہے چشم براہ
اگر نہیں کسی مہوش کے انتظار میں دل

ترا سنگار بھی ہے وہ بلا کہ جائے گھر
پروئے زلف مسلسل کے تار تار میں دل

خدا بچائے مجھے اس بغل کے دشمن سے
کہ میرا دشمن جان ہے مری کنار میں دل

بغیر مارے نہ چھوڑے گی دلکو کافر زلف
کہو یہ دل سے کہ جائے نہ مار مار میں دل

اگر نہ جبر کروں اختیار اے ناصح
تو کیا کروں کہ نہیں میرے اختیار میں دل

اُڑیگا مثل شرر ٹکڑے ہو کے سنگ مزار
رہا اگر یوہیں گرم تپش مزار میں دل

برنگ غنچۂ پیکان و غنچۂ تصویر
نہ دیکھا اپنا شگفتہ کسی بہار میں دل

فلک کے رنگ سے ظاہر ہیں یاسمی آثار
خوش اپنا کیونکہ ہو اس نیلگوں حصار میں دل

برنگ بیضۂ نو روز توڑے دل اُسنے
ہزاروں ایک ہمارا ہے کس قطار میں دل

سینے کا چاک سینے کی فرصت نہین کہ مین
مصروف زخم دل کی مگس رانیون مین ہم

ہم کدورت دل صیاد گر نہ ہو
کیا کیا اڑائین خاک پرافشانیون مین ہم

دکھلائین روز حشر کو مین السطور سے
اپنے سیاہ نامہ کو طولانیون مین ہم

جا سکتے ضعف سے نہین کوچے مین اُسکے ذوق
بہ جائین کاش گریہ کی طغیانیون مین ہم

شمع نازان نہو اک رات بہا آنسو گرم
برسون یان آنکھ سے ٹپکا ہے مرے لوہو گرم

اے جنون بے خبر موسم گل ہر سو گرم
دم تو لینے دے مجکو نہ کر اتنا تو گرم

آتش رشک سے اس کاکل مشکین کے صبا
جل گیا نافہ مین اس رنجہ ہوا تو ہو گرم

آبلے سینہ دریا مین ہوے جل کے حباب
دیدہ تر نے بہاے یہ غضب آنسو گرم

اے صبا نکہت گل لیکے چمن کو پھر جا
کیا کرون سر کو مرے کرتی ہے یہ خوشبو گرم

آتش حسن کا تپلا ہے تو اے رشک پری
تاب رخ تیری بھبوکا ہے بلا ہے تو گرم

توسن ناز ترا ہر قدم اے رشک غزال
کیون نہو تیز کہ رکھتا ہے مزاج آہو گرم

فاختہ سوز محبت سے ہوئی جل کے خاک
کھینچے ہے دل سے یہ اتنک نفس کوکو گرم

مشعل افروز جنون کون ہو مجنون کیلئے
گر نہ ہو گرمی وحشت سے دل آہو گرم

سرد مہری کا تری ہو جو خنک دل کشتہ
ہووے گلگشت سے کیا اسکا دل آلگارِ گرم

تابش نار جہنم سے سوا اُس کو لگے
ہمرہ باد سحر بوے گل خوشبو گرم

سرد مہری سے رکھا اپنی خنک دل تو نے
گرمجوشی سے کیا تو نے بت دلجو گرم

اپنے کشتہ کی کرامت کو ذرا دیکھ اگر
ایک پہلو سے اگر سرد تو اک پہلو گرم

ذوق دلمین یہ تب عشق کلام ایسا خنک
عاشقانہ سی غزل اور کوئی پڑھ تو گرم

جل بے اے آتش غم دلکو کرے یہ تو گرم
گر زمین پشت سمک تک ہو تہ پہلو گرم

مین کشتہ ہون لعل لب بان خوردہ کا کس کے
نکلے ہے مری خاک سے آغشتہ بخون گل

اُس گل مین نہ پایا اثر بوے محبت
سو بار سونگھائے اُسے پڑھ پڑھ کے فسون گل

ہے روشنی خانۂ دل سوزِ محبت
کافر تو بتا شمع حرم کیونکہ کرون گل

پیکان تو دلدوز ہے سوفار ہے باہر
اُس تیر سے ہے دلمین درون غنچہ برون گل

اے ذوق محبت مین کسی غنچہ دہن کی
گلدستہ سے بھی ہین مرے ہاتھون مین فزون گل

ردیف میم

پابند جون دخان ہین پریشانیون مین ہم
یارب ہین کسکی زلف کے زندانیون مین ہم

ہوتی نہ یاد زلف تو خط شکستہ مین
لکھتے الف خطون کی نہ پیشانیون مین ہم

زنجیر مین بھی نالۂ زنجیر کی طرح
جوش جنون مین رہتے ہین جولانیون مین ہم

پائی نہ تیغ عشق سے ہمنے کبھی پناہ
قرب حرم مین بھی ہین تو قربانیون مین ہم

دوزخ بھی جائے نعرۂ ہل من مزید بھول
لائین جو آہ کو شرر افشانیون مین ہم

پاکوبیون کو مژدہ ہو زندان کو نوید
پھر ہین جنون کے سلسلہ جنبانیون مین ہم

تم بھی نہین جگر یہ رہے اسقدر رہے
سرگرم سوزِ عشق کی مہمانیون مین ہم

مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا
جون خط سرنوشت ہین پیشانیون مین ہم

ہین آئنہ مین صورت تصویر آئنہ
آئنہ رو کے سامنے حیرانیون مین ہم

ہو وہ عزیز سورۂ یوسف سے بھی خدا
رکھدین تری شبیہ جو کنعانیون مین ہم

کیا جانین ہم زمانہ کو حادث ہے یا قدیم
کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہین فانیون مین ہم

کیون جی سکے ہجر مین ہوے شرمندہ یار سے
اب مر رہے ہین اُسکی پشیمانیون مین ہم

پوشیدہ ان گناہون سرخوش ہین اتنا
شرب الیہود کرتے ہین نصرانیون مین ہم

ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش — درہم کی شکل صورتِ درہم سے کم نہین
ساقی ملے ہزار فلاطون ہین خاک مین — جو خم تہی ہے قالبِ آدم سے کم نہین
اُس حور وش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا — لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہین
شورابۂ سرشک سے دھوتا ہے زخم دل — تیزاب میرے حق مین یہ مرہم سے کم نہین
ہاتھون سے تیرے پارۂ الماس زخم دل — مجلو تو جلوۂ گل و شبنم سے کم نہین

اے ذوق کس کو چشمِ حقارت سے دیکھئے
سب ہم سے ہین زیادہ کوئی ہم سے کم نہین

ہان تامل دمِ ناوک فگنی خوب نہین — ابھی چھاتی مری تیرون سے چھنی خوب نہین
تشنۂ دشتِ محبت کے لیئے اس لب سے — کوئی دنیا مین حقیق مسیحی خوب نہین
گل پریشان ہو آہستہ ہنس کہ چمن مین آخر — دیکھ اے غنچہ دہان خندہ زنی خوب نہین
خوبیان یون تو ہین اس عالم تصویر مین سب — اک مگر ناز سے یہ کم سخنی خوب نہین
چشم کہتی ہے تری جنبشِ مژگان سے کہ دیکھ — نشترِ یار کے یہ سینہ زنی خوب نہین
یہ نہین شیشۂ مے ہے کسی میخوار کا دل — محتسب دیکھ نہ کر دل شکنی خوب نہین
تابِ دندان نہ دکھا بزم مین تو ہنس ہنس کر — کوئی کھا جائے جو ہیرے کی کنی خوب نہین
بات تو ہمنے بنائی تھی وہان خوب مگر — تھی جو بگڑی ہوئی قسمت تو بنی خوب نہین
خلشِ خار کا کھٹکا ہے بغل مین موجود — دیکھ گل دعوی نازک بدنی خوب نہین
اُٹھے ہی جائیگا اس دل سے دھوان آہ کیساتھ — جب تلک جلنے کا یہ سوختنی خوب نہین

کوئی آتش نفس اے ذوق چمن سے گذرا
آج جو سردِ نسیمِ چمنی خوب نہین

ہفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہین — اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہین
مردار ہین وہ طائر سدرہ ہی کیون نہ ہون — تیرِ نگاہِ یار کے جو دور زد سے ہین

لطف بوسہ نہ رہا ہم پہ ہوا جب تو گرم
شربتِ قند دیا کرکے پر آتش خو گرم

تن رہا یوں ہی تپِ غم سے اگر گرم مرا
تیغ آہن کیطرح ہونگے بدن پر مو گرم

نیشتر جل کے وہیں کشتۂ فولاد ہوا
نکلا یہ آتشِ سودا سے مرا لوہو گرم

کٹ سکا صید محبت کا نہ قاتل سے گلا
اُس نے پتھر پہ یہ رگڑا کہ ہوا چاقو گرم

آتشِ دل سے بس از مرگ برنگِ شعلہ
خاک عاشق سے نکلتا ہے گل خود رو گرم

مہروش بل بے ترے حسن جہانتاب کی تاب
رخ سے گرم آئنہ ہوا آئنہ سے زانو گرم

کیا کہوں نامۂ جانسوز کی اپنے تاثیر
جل گیا بس یہ کبوتر کا ہوا بازو گرم

سرِ مجروح کو ٹھکرا کے گیا وہ اور میں
چونکا اُس وقت کہ جب تھا یہ بہا لوہو گرم

دستِ خورشید کی رعشہ سے سپر جا چھوٹ
کھینچکر تیغ کو جب ہو وہ ہلال ابرو گرم

دلِ عاشق کے جلانے کا ہے سارا سامان
یعنی شعلہ ہے تری رنگ بھبوکا رو گرم

کونسا سوختہ جان صبح سے ہے گرم فغان
کہ ہوا آتی ہے کوچہ سے ترے گلرو گرم

ہم تو سنتے تھے سدا کل خموضِ باراں
ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش ابر و گرم

ردیف نون

بے یار روزِ عید شبِ غم سے کم نہیں
جام شراب دیدۂ پرنم سے کم نہیں

دیتا ہے دورِ چرخ کسے فرصتِ نشاط
ہو جسکے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں

اُس زلفِ فتنہ زا کے لیئے اے مسیح دم
کچھ دست شانہ پنجۂ مریم سے کم نہیں

زیبا ہے روئے زرد پہ کیا اشکِ لالہ گون
ایسی خزان بہار کے موسم سے کم نہیں

سرعت ہے نبض کی رگِ سنگِ مزار مین
دل کی تپش کچھ اب بھی تپِ غم سے کم نہیں

وحشی کو تیری چشم کے مژگانِ غزال
صحرا مین تیز ناخن ضیغم سے کم نہیں

فقط قمری نہ داغی غلام ہے اُنکا
وہ مول لیسے ہزارون غلام لیتے ہین

ہمارے ہاتھ سے اے ذوق وقت مینوشی
ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہین

دود دل سے ہے یہ تاریکی مرے غمخانے مین
شمع ہے اک سوزن گم گشتہ اس کاشانے مین

مین ہون وہ وحشت کہ مدت سے اس ویرانے مین
برسون کہ مین ہا ہو سون رہا تہخانے مین

مستی و نا آشنائی وحشت و بیگانگی
یا تری آنکھون مین دیکھی یا ترے دیوانے مین

مین وہ سعی ہون کہ پانی ہو وہ تہخانے شراب
جوش کیفیت سے میری خاک کے پیمانے مین

عشق کو اے حسن اگر نشو و نما منظور ہو
سبز نخل شمع ہو خاکستر پروانے مین

پتھرونمین ٹھوکرین کھاتی ہے ناحق سیل آب
پوچھو کیا لیجائیگی آکر مرے ویرانے مین

عشق کی نشو و نما منظور کب ہے ورنہ سبز
تخم اشک شمع ہو خاکستری پروانے مین

برق خرمن سوز دانائی ہے نافہمی تری
ورنہ کیا کیا لہلہاتے کھیت ہین پروانے مین

کس نزاکت سے ہے دیکھو اتحاد حسن و عشق
زلف وان شانے مین کھینچی درد ہے یان کانے مین

ایک پتھر چومنے کو شیخ جی کعبے گئے
ذوق ہر بت قابل بوسہ ہے اس بتخانے مین

کہین یارو نے وہ اگلی ملاقاتو نکی سب رسمین
پڑا جسدن سے دل بسمین ترے اور دکھے ہم بسمین

کبھی ملنا کبھی رہنا الگ مانند مژگان کے
تماشہ کچھ سر شتو نکا ہے کچھ اخلاص آپسمین

توقع کیا ہو جینے کی ترے بیمار ہجران کی
نہ جنبش نبض مین جسکے نہ گرمی جسکے ملمس مین

دکھائے جیرہ دستی آہ بالادست گر اپنی
تو مارے ہاتھ دامان قبا پیچ اطلس مین

جو ہے گوشہ نشین تیرے خیال بت پرو مین
وہی بیت الصنم مین بھی تو ہے بیت المقدس مین

کرے لب آشنا حرف شکایت سے کہان یہ دم
ترے محزون بیدم مین ترے مفتون بیکس مین

ہوا سے کوچہ جانان کے اڑے اسکو تعجب کیا
تن لاغر مین ہے جان اسطرح جسطرح خس مین

خورشید وار دیکھتے ہین سب کو ایک آنکھ
روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہین

وہ مست ہون کہ رکھے قدح کش تمینا
بنیاد میکدہ مری خشت لحد سے ہین

جان دادگان عشق سے پوچھو رہ فنا
اسمین جناب خضر ابھی نابلد سے ہین

چشم ثمر ہے سرو سے انکو جو بیوقوف
رکھتے امید دوستی اُس سرو قد سے ہین

دشنام دو کہ بوسہ خوشی ہے آپ کی
رکھتے فقیر کام نہین رد و کد سے ہین

برہین خنک دلونسے ہو گر خرقۂ فقیر
سمجھو کہ کرتے برف کی کوشش نمد سے ہین

وہ ایک دم کہ جسمین میسر ہو وصل یار
بہتر سمجھتے ہم اُسی عمر ابد سے ہین

جتنے ہین یان مست روش نشۂ شراب
ہو جاتے بیمزہ ہین جو بڑھ جاتے حد سے ہین

ہر چند ناتوان ہین مگر رکھتے دل قوی
ہم عشق کی کمک سے جنون کی مدد سے ہین

جان لباسیونکے نہ ظاہر لباس پر
عاری عباے ہوش قباے خرد سے ہین

محفوظ ہین جو رکھتے ہین ڈر عز و قدر پہ
ابجد کا قفل قاعدۂ اب وجد سے ہین

دل کے ورق پہ ثبت ہین صد مہر داغ عشق
ہم کرتے ذوق عشق کا دعوے سند سے ہین

بلائین آنکھونسے اُنکی مدام لیتے ہین
ہم اپنے ہاتھونکا مژگان سے کام لیتے ہین

ہم اُنکی زلف سے سودا جو دام لیتے ہین
تو اصل و سود وہ سب دام دام لیتے ہین

شب وصال ہے روز فراق ہین کیا کیا
نصیب مجھسے مرے انتقام لیتے ہین

ترے اسیر جو صیاد کرتے ہین فریاد
تو پھر وہ دام نہین زیر دام لیتے ہین

جھکا دے ہے سر تسلیم ماہ نو پر وہ
غرور حسن سے کس کا سلام لیتے ہین

ترے قتیل بتاتے نہین تجھے قاتل
جب اُسنے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہین

ترے خرام کے پیرو ہین جتنے ہین فتنے
قدم سب آنکے وقت خرام لیتے ہین

ہم اُنکے زور کے قائل نہین ہین وہ شہ زور
جو عشق مین دل مضطر کو تھام لیتے ہین

دل وہ کیا جس کو نہیں تیری تمنائے وصال
چشم وہ کیا جس کو تیری دید کی حسرت نہیں

ہم کہتے ہیں مرجائیں گر چھٹ جائیں غم کے ہاتھ سے
پر ترے غم سے ہمیں مرنے کی بھی فرصت نہیں

ایک حسرت تو برستی ہے کبھی برسی کے دن
ورنہ روتا ابر بھی اپنی سر تربت نہیں

ہے نوشتے میں ترے بیمار کے صحت کہاں
جسکے نسخہ میں دوا کی لفظ کو صحت نہیں

کھائے زخمِ تیغِ قاتل جو بجا لائے نہ شکر
کوئی بھی اُس سے زیادہ کافر نعمت نہیں

خاک ہو کر بھی فلک کے ہاتھ سے ہمکو قرار
ایک ساعت مثلِ ریگِ شیشۂ ساعت نہیں

خانۂ ہستی کا اپنے صحن ہے دشتِ عدم
دور کر لیجے چہل قدمی مگر رخصت نہیں

میری وحشت پاؤں پھیلائے تو پھر دونوں جہان
ہوں اگر اک عرصۂ میدان تو کچھ وسعت نہیں

ایک دل اور اُس پر اتنے بارِ غم اللہ رے میں
اور اس طاقت پر ایسا کوئی بے طاقت نہیں

ذوق اس صورت کدہ میں ہیں ہزاروں صنع تیں
کوئی صورت بنے صورت گری بے صورت نہیں

وقت پیری شباب کی باتیں
ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

سب مجھے ہو کس طرح قول و قسم کا اعتبار ہزار دن دے چکے وہ قول لاکھوں کھا چکے قسمیں

جو مضمون ذوق ایوان وہ عالم میں ہے موزوں
جو اس خمسہ میں انساں کے وہ بند مخمس میں

ہے چشم میری مست قدح گیر باغ حسن
عارض پہ خط ہے طوطی تصویر باغ حسن
ہو جاتا دل ہے بیٹھ کے خود گلرخوں میں گل
تاثیر باغ خلد ہے تاثیر باغ حسن
تحریر سرمہ ہے تری آنکھوں میں تیغ خواب
اے عزت چمن دروز نجیر باغ حسن
یاں وسمی و سرمہ و رخ ہونگے لالہ زار
مشاطہ باغباں یہ تدبیر باغ حسن
تبخالہ لب پہ گرمی بوسہ سے ہے کہاں
ہے گلرخو یہ غنچہ دل گیر باغ حسن
اے رشک باغ طاق دو ابرو کا ہے عکس
دریائے آئینہ میں ہے تعمیر باغ حسن

سیر خزاں جو چاہے تو اے ذوق دیکھ لے
اُس نازنین کا جلوہ تغییر باغ حسن

اس گلستان جہان میں کیا گل عشرت نہیں
سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں
علم جس کا عشق اور جسکا عمل وحشت نہیں
وہ فلاطون ہے تو اپنے قابل صحبت نہیں
خواہ پھرتا ہے فلک اور خواہ پھرتی ہے زمین
پر ہمارے واسطے یاں منزل راحت نہیں
بسمل تیغ محبت کا لب بر زخم دل
ہوتا وا ہے شور واویلا و واحسرت نہیں
منہ میں گر پانی چوا دے یار اپنے ہاتھ سے
مرگ کی تلخی سے شیرین تر کوئی شربت نہیں

نازک خیالیاں مری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

پھر اُس نزاکت کو یاد کر کے تو اتنا دل میں وہ ذوق
نشتر چبھوئے میں سر نشتر کو توڑ دوں

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوں میں
ہوں اس طرح جہاں میں کہ گویا نہیں ہوں میں

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں
میں ہوں تمھارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں

اس در پہ شوق سجدہ سے فرش زمیں ہوں میں
مانند نقش پا ہے قدم تک جبیں ہوں میں

سرگشتگی بخت نہ دے کھلوا کے پیچ
الجھا میں زلف کچھ شکن آستیں ہوں میں

تا آسماں پہ ہوں میں کنویں میں برنگ آب
نام آسمان پہ میرا ہے زیر زمیں ہوں میں

ہوں طائر خیال نہ پر ہیں نہ ہیں بال
پر اڑ کے جا پہونچتا نہیں ہے کہیں ہوں میں

گذری عمر ہے یوں دور آسمانی میں
کہ جیسے جائے کوئی کشتی [illegible] میں

رکاو خوب نہیں طبع کی روانی میں
کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی میں

وفور اشک نے گھر کو یہ اوج ہوا بنا
فلک پہ [illegible] گل سے فرو [illegible]

کہانیاں ہیں حکایات خضر و آب بقا
بقا کا ذکر ہے کیا اس جہان فانی میں

نہیں خضاب سے مطلب ہیں یہ موئے سفید
سیاہ پوش ہوئے ماتم جوانی میں

وہ سیدھے گھر کو سدھارے وہ نرگس چمن
پھرے [illegible] ہوئے [illegible] بدگمانی میں

بصر و نے کہو دیکھیں چمن ابرو یار سے
اگر ہو ہر اسے کہاں تیغ اصفہانی میں

ہمیشہ ہے مجھے سرمایہ فنا میں بقا
حباب وار ہوں میں آب زندگانی میں

لگائے تہمت گریہ میں ال جلو نکو ترے
یہ آئینہ نہیں جو تکتے میں [illegible] پانی میں

کہوں میں اپنی کہانی تو وہ یہ کہتے ہیں
بغیر جھوٹ نہیں اور کچھ کہانی میں

نگاہ کس کی چڑھا دل کہ خوف سے دن رات
اے ذوق ہے مجھے دل کی نگہبانی میں

اُٹھے گھر سے چلا ہے مجھے دیکھو
دل خانہ خراب کی باتین

[illegible] چھوڑ دو نفرت خسال
کر شراب وکباب کی باتین

[illegible] آیا جو آبرو یہ مری
ہین یہ چشم پُر آب کی باتین

[illegible] سے مہ جبین ام بھول گئے
وہ شب ماہتاب کی باتین

[illegible] آ رہی خوب اے دل
تیری یہ اضطراب کی باتین

[illegible] ہوا ہے ادھی نقاب ن
سنئے ناصح جناب کی باتین

[illegible] کو سب سے لے گیا اپنے
چھوڑ شرم وحجاب کی باتین

سنتے ہین [illegible] چھیڑ چھیڑ کے ہم
اس دہن سے عتاب کی باتین

[illegible] پیچ [illegible]
کہ یہ ہین پیچ وتاب کی باتین

ذکر کیا جوش عشق مین اے ذوق
[illegible] سبر وتاب کی باتین

[illegible] توڑ دون
آئینہ خیال [illegible] کو توڑ دون

[illegible] دون [illegible] توڑ دون
پڑ ہیون نہ غیرہ بت کافر کو توڑ دون

دنیا [illegible] دل [illegible] کو توڑ دون
سارے طلسم وہم مکدر کو توڑ دون

[illegible] جو [illegible] دور چرخ
گر چاک پر چھے تو مین ساغر کو توڑ دون

راہ جنون مین جلد اُٹھاؤن جو مین قدم
پاے رفیق ودست رہبر کو توڑ دون

[illegible] اہل کرم سے [illegible] چرخ
یا تنگ جھکاؤن شاخ ثمرور کو توڑ دون

ساقی [illegible] تیری [illegible]
باہم لڑا کے شیشہ وساغر کو توڑ دون

احسان ناخدا کے اُٹھانے مری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دون لنگر کو توڑ دون

اے آشنا نہ پوچھ گر [illegible]
کشتی مین ہون تو بوجھ سے لنگر کو توڑ دون

ہر موج بحر عشق کو یہ زعم [illegible]
کشتی سے دست وپا شناور کو توڑ دون

اُن آہوون سے کہو دیکھین میری آنکھون کو
جو آب جو مین گل نیلوفر کو دیکھتے ہین

ہے اُن کی چشم کی گردش پہ گردش عالم
جدھر ہو اُن کی نظر سب اُدھر کو دیکھتے ہین

ہمارے وصل کی شب ہے وہ یا شب محشر
کہ اُٹھ کے صبح قیامت سحر کو دیکھتے ہین

ہوا کے گھوڑے پہ کس برق وش کو دیکھا تھا
کہ طمطراق پہ ہم کر و فر کو دیکھتے ہین

پڑیگا سایۂ زلف اُس پہ بھی ضرور کبھی
کہ پیچ و تاب تمھاری کمر کو دیکھتے ہین

ہم اُنکے کوٹھے پہ چڑھکر ہین ڈھونڈتے مہ عید
کدھر کو چاند ہے اور ہم کدھر کو دیکھتے ہین

خدا کا بندہ ہو زاہد خدا کو دیکھ ذرا
کہ زر کے بندے زمانہ مین زر کو دیکھتے ہین

ادھر شفق مین ہے شام اور ادھر ہمین دیکھو
ابھی سے دم بدم اُٹھکر سحر کو دیکھتے ہین

نہ پوچھو شغل اسیری مین ہم غریبون کا
کبھی قفس کو کبھی بال و پر کو دیکھتے ہین

وہ دن تو عید کا ہوتا ہے دن ہمارے لیے
تمھارا اُٹھ کے جو منھ ہم سحر کو دیکھتے ہین

یہ کس کو دیکھ فلک سے گرا ہے غش کھا کر
پڑا زمین پہ جو نور قمر کو دیکھتے ہین

سوال جوہر آئینہ ہے یہ چشم پر آب
کہ منھ پہ خاک ملے کیون ہنر کو دیکھتے ہین

بہار کو ہین دکھاتے ستارۂ سحری
تمھارے کان مین جب ہم گہر کو دیکھتے ہین

فنا کی راہ مین پتھر جو بن کے بیٹھے ہین
اُنھین کو دیکھ کے ہنستے شرر کو دیکھتے ہین

وہ خاک اُڑائینگے بازار عشق مین آکر
کہ پہلے آن کے سود و ضرر کو دیکھتے ہین

بنا کے چشم کے دنبالہ پر وہ خال سیاہ
سنان ترک نظر پہ سپر کو دیکھتے ہین

عرق کے قطرے نہین دیکھتے ہین اُس رخ پر
ستارے دھوپ مین ہم دوپہر کو دیکھتے ہین

الٰہی آگ یہ سینے مین ہے کہ آفت ہے
عرق کی جا پہ نکلتے شرر کو دیکھتے ہین

بنا کے آئینہ مین دیکھتے جو آئینہ گر
ہنرور اپنے بھی عیب و ہنر کو دیکھتے ہین

زیادہ سر ہو جو دشمن تو ہم سمجھتے ہین
تڑپتا خاک پہ مار دو سر کو دیکھتے ہین

نگین کو دیکھ نہین چاہین جو نام عالم مین
کہ سینہ کاوی مین یان نامور کو دیکھتے ہین

مزا ہے تیغ محبت کے زخم کھانے کا
کرے جو صرفہ نہ قاتل نمک فشانی مین
نہین جو ضعف سے دم دلکے لیے ہے آہ
کہ بس نہ دے مجھے تکلیف ناتوانی مین

بجز نثار علی شاہ کون جانے ذوق
تری زبان کا مزا تیری شعرخوانی مین

تو کہے غنچہ کہ اس لب پہ دھری خوب نہین
عجب کہ منھ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہین
سامنے سے مرے ٹلتا نہین ناصح جب تک
مغز کھاتا مرا دو چار گھڑی خوب نہین
فتنہ سرکش ہے جبھی تک کہ تری آنکھون نے
دست مژگان سے کوئی ڈھال جڑی خوب نہین
منھ چڑھے تیغ غم عشق کے کیا منھ ہے ترا
بوالہوس تجھپہ کوئی ضرب پڑی خوب نہین

خوبرویون سے بہت آنکھ لڑی پر افسوس
قسمت اے ذوق کہین اپنی لڑی خوب نہین

ہین نہان محو خودنمائی مین
بیر ہے پر خودی خدائی مین
ہوکے اک بوسے پر ترش ابرو
بات کو ڈالنا کھٹائی مین
نہین ٹکتی ہین وہ فرنگی زاد
ماہ ہے منزل ہوائی مین

ذوق ہے ایک رند شاہد باز
اسکو کیا دخل پارسائی مین

سلام کرتے ہین انکو جدھر کو دیکھتے ہین
اور اُن کو دیکھو ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہین
وہ دیکھین بزم مین پہلے کدھر کو دیکھتے ہین
محبت آج ترے ہم اثر کو دیکھتے ہین
یہ لوگ کیون مرے عیب و ہنر کو دیکھتے ہین
نہین تو دیکھین ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہین
وہ اپنی برش تیغ نظر کو دیکھتے ہین
ہم انکو دیکھتے ہین اور جگر کو دیکھتے ہین
نہ خیر و شر کو نہ عیب و ہنر کو دیکھتے ہین
جدھر کو آپ ہون ہم اُدھر کو دیکھتے ہین
مین جبکا دیکھ رہا ہون جگر کے داغون کو
کہ چارہ گر انہین وہ چارہ گر کو دیکھتے ہین

ہووے تو اے مہروش جب پرتو افگن آب میں
ہو سراپا فلک یا ہی ماہ روشن آب میں

عکس زلف یار اور آئینہ رخسار یار
کھینچے ہیں شام و سحر تصویر سوسن آب میں

تو جو دریا میں لڑا چھینٹے تو میاں شرم سے
پانی پانی ہو گیا اے شوخ پرفن آب میں

مردم دیدہ ہیں بے زندہ آب اشک سے
مردم آبی ہیں انکا ہے نشیمن آب میں

بھول مت علم کتابی پر کہ آخر سب تلک
ناؤ کاغذ کی ہے اے طفل کودن آب میں

تو اب دریا بنے آ کر جو اے رشک بہار
ڈالے جھر جھر کے صبا پھولوں کے دامن آب میں

لے لو اپنے روئے سیمیں پر ذرا آبی نقاب
نیلوفر دکھلا رہا ہے اپنا جوبن آب میں

کیا ہوا گیا سبزہ ہے کیا گل ہے کیا ابر بہار
لطف ہے گر ہووے فیض رب ذوالمن آب میں

مدح کر اس شاہ دریا دل کی اے دل جسکا فیض
لعل و گوہر سے بہا تا وقت آغشتن آب میں

شاہ اکبر خسرو غازی کہ آب تیغ سے
رکھے حاسد کو ہمیشہ تا بگردن آب میں

پڑھکے بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا دلا
جوں شناور ہیں ہوا میں دست و بازن آب میں

مطلع روشن لکھا جس نے اک نظم متین
صورت اختر در معنی ہیں روشن آب میں

ڈالے جوں روح القدس تو جبکہ توسن آب میں
نور حق ہو اہل برہان یہ سب تن آب میں

اے شہ ایمان تبت اے شہ حضرت امام
خشک و تر کو ہے سہارا تیرا دامن آب میں

نام حق لیکر جو مارے تیغ راہ حق میں تو
غرق جوں فرعونیاں ہو فوج دشمن آب میں

تو شہ دریا نوال اور دل ترا موج کرم
ہے سخاوت سے تری دست قلزن آب میں

تیرا فیضان عطا جسدم گہرباری کرے
گوہر تر سے بھریں موجوں کے دامن آب میں

حکم تیرا جستجو چاہے تو گم ہووے نہ پاسے
مثل ابراہیم ادہم ایک سوزن آب میں

تیرے حکم شرع سے جب کفر دریا برد ہو
غرق ہووے تا بانشائے برہمن آب میں

ہو ترے سینہ میں جب بحر معانی موج زن
قطرہ ہے روشن ہو صد معنی روشن آب میں

خراش ناخن وحشت سے چارہ گر بے
شکستہ بخیۂ زخم جگر کو دیکھتے ہیں

اٹھائی آنسوؤں نے کسپہ آج ہے تسبیح
سفر ہے جان کا جو فال سفر کو دیکھتے ہیں

کسی کی کاوش مژگان سے بر سر مژگان
ٹپکتا قطرۂ خون جگر کو دیکھتے ہیں

جہان کے آئینہ سے دل کا آئینہ ہے جدا
اس آئینہ میں ہم آئینہ گر کو دیکھتے ہیں

دکھا دو تم لب میگون پہ خندۂ نمکین
کہ یان تو ساغر مے میں شکر کو دیکھتے ہیں

عیار الفت صحبت کا دیکھ سختی پر
لگا کے ذوق کسوٹی پہ زر کو دیکھتے ہیں

مے ملا کر ساقیان سامری فن آب میں
کرتے ہیں جادو سے اپنے آگ روشن آب میں

زلف افعی وش کو دھووے گر وہ پرفن آب میں
ہوں بجائے موج پیدا مار رہزن آب میں

چشمۂ آئینہ میں کب تو دیا سے نگاہ
اس طرح جاتے ہیں دیکھا پاکدامن آب میں

پھرتا ہے سیل حوادث سے کوئی مردوں کا ہاتھ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

صحبت اہل صفا سے تیرہ دل کب صاف ہوں
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے آہن آب میں

اب بھی گریہ سے مجھے فرصت نہیں فوارہ وار
گو کہ میں ڈوبا کھڑا ہوں تا بگردن آب میں

طاس قلیان میں رکھا ہے اسنے ابر مردہ کو
ڈوب مر رو رو کے تو اے ابر بہمن آب میں

دیکھنا آبی دوپٹہ منہ پہ اسکے وقت خواب
برج آبی میں ہے مہ یا مہر روشن آب میں

میں ہوں وہ تفسیدہ دل کر جائے اک دریا کو جذب
گر پڑے گر ذرہ میری خاک مدفن آب میں

یوں رہا میں زندگی بھر تشنۂ دیدار یار
جیسے مستسقی کا دم ہوتا بہ مردن آب میں

سایۂ سرو چمن نے کیا ڈرایا ہے مجھے
اژدہا بن کے ہے شب رشک گلشن آب میں

وعدہ ہے آنے کا اسکے ابر کھل جائے تو آئے
ڈالتا ہوں دمبدم اٹھ اٹھ کے روغن آب میں

شب جو ہم لکھنے کو بیٹھے آنکھ سے ٹپکے اشک
بہہ گیا خط لکھتے لکھتے مشفق من آب میں

ذوق تو اس بحر میں ایسے گل مضمون بہا
جا بجا لگ جائے اک پھولوں کا خرمن آب میں

ہین آمد بہار سے بھر لائے منہ مین خون
یہ زخم دل تبسم غنچہ سے کم نہین

ہم کافران عشق کو ہے یہ بڑا عذاب
دوزخ مین آتش آتش سنگ صنم نہین

مجھ روسیہ سے کب ہوا سجدہ سرفرو
کب گردن خجالت محراب خم نہین

مشکل ہے میرے عہد محبت کا ٹوٹنا
اے بے وفا یہ تیری خدا کی قسم نہین

اہل صفا کا دیکھا نہ دامن کسی نے تر
گو ہین مرے ابی آب مین غرق اندر تم نہین

وحشی کو تیرے دشت بھی ہے عرصۂ بہشت
آہو کی شاخ شاخ سے طوبے کے کم نہین

اللہ رے ضبط دل کہ مرے بسر مزار
گیسوے دود شمع مین بھی پیچ و خم نہین

اے عہد یار ہے تو زمین پر کہ اٹھ گیا
ڈھونڈھون کدھر سراغ کہ نقش قدم نہین

منصوبہ بازنے کا مرے کرتے ہین حریف
او دیکھو مین مثل بازی شطرنج دم نہین

تو نے جو ہاتھ قتل سے کھینچا تو کیا ہوا
رکتی کسی طرح تری تیغ ستم نہین

ہے میکشون کے واسطے مینا تخت جم
یان جام مے ہے سامنے تو جام جم نہین

چمکا یہ آتش دل پروانہ کا ہے رنگ
ہے شمع و سیان شوق تعہد نہین

ہے لوث حب زر سے یہ دامن ہمارا پاک
گر چھینٹ بھی پڑے تو نہ دو درم نہین

گر آب دیدہ شربت کوثر بھی ہے تو کیا
جب تک کہ اس مین چاشنی درد و غم نہین

حالت ہے اب یہ زار ترے دلفگار کی
ہے چشم زخم سینہ پہ کہ جو چشم نم نہین

ہاتھ آئے کس طرح سے دل گمشدہ کا کھوج
ہے چور وہ کہ جس پہ کسی کا بھرم نہین

ہاتھون نے چرخ لقف پرواز کے کبھی
کر سکتے آہ دست تاسف بہم نہین

سر باز عشق کے لیے دار الامان کہان
محفوظ تیغ سے سر تن حرم نہین

جاتا ہے آنکھین بند کیے ذوق تو کہان
یہ راہ کوے یار ہے راہ عدم نہین

ہو ترا فیضِ سخن گر سببِ نطقِ فصیح
بلبلے مانندِ بلبل ہون نوا زن آب مین

تیرے آگے گر کرین اعدا سرِ عصیان بلند
مثلِ قومِ نوح ہووے سب کا مدفن آب مین

تو صف آرا ہو جو دریا مین تو اک کرمِ آب
ہو عدو کے قتل کو سو سو تہمتن آب مین

روے دریا پر بناتے ہین بہم موج و حباب
بہر سربازانِ لشکر خود و جوشن آب مین

ق

نور ظلمت ہمہ گر دشمن ہین پر حیران ہون نہین
تیرے خنجر مین ہے کیون آتش باآہن آب مین

باد پا تیرا ہے یون آتش قدم بر روے خاک
ہووے جون برقِ درخشان سایہ افگن آب مین

عکس ابھی دریا مین ہے اور سن سے اڑ جاتا ہے تو
روح گویا اڑ گئی اور رہ گیا تن آب مین

ق

تیرا فیلِ کوہ پیکر بسکہ دریا سیر ہے
ڈالے وہ کوہ روان جب لے بنا دامن آب مین

مثلِ ابر آئے ولیکن سرعتِ رفتار سے
اوپر اوپر جائے مثلِ ابرِ بہمن آب مین

نسرِ طائر نسرِ واقع چرخ پر تا ہون شہا
اور زمین پر ہووے تا ماہی کا مسکن آب مین

ہو ہواے شوق مین سر پر ہما اقبال کا
ماہیِ دولت کا ہو تیرے نشیمن آب مین

غم نامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہین
ہے شورِ الغیاث صریرِ قلم نہین

وہ دن ہے کونسا کہ ستم پر ستم نہین
گر یہ ستم ہین روز تو اک روز ہم نہین

مضمون کے پیچ و تاب سے کم تاب رقم نہین
ہے زلفِ یار ہاتھ مین میرے قلم نہین

بعد از فنا بھی جوشِ جنون میرا کم نہین
کس وقت زلزلہ سرِ دشتِ عدم نہین

گو اضطرابِ دل کو عیان کرتے ہم نہین
پر جو نگاہ ہے رگِ بسمل سے کم نہین

جوشِ شگفتگی ہے محبت کا غم نہین
یہ خون خراشِ دل مین تبسم سے کم نہین

آتش مین آپڑا تو ہے میری طرح سپند
لیکن نکل بھی جائیگا ثابت قدم نہین

یہ دل مجھے ڈبو کے رہیگا کہ سینہ مین
وہ کونسا ہے داغ جو گردابِ غم نہین

منظور دلکو کاوشِ غم کی ہے مشق اگر
بہتر مژہ سے یار کی کوئی قلم نہین

دیکھے شعلون سے تفس کے پیش و پس کی تیلیان
یون جلین اُڑ جائین جیسے خار و خس کی تیلیان

گر رسیلا بھی رکھتے ہو خس کی تیلیا ن
لیجئے مژگان کی مجھ بے دسترس کی تیلیان

گر رگ گل سے ... جسم کے قفس کی تیلیان
کانٹے آنکھون مین چبھوئین اُسکے خس کی تیلیان

ای ... زنگ ... باغبان
مین یہی رگہاے گل اُسکے قفس کی تیلیان

اے مہندس مرغ ساعت کو اگر کرنا ہے بند
لے ہوا مین اُڑکے آوازِ جرس کی تیلیان

مین ہون دیوانہ کسی کے سبزۂ رخسار کا
مار و بچھو لون کی جا تم مجکو خس کی تیلیان

سوزِ غم سے ہین سلگتے جسم و جان ناتوان
آب کا یہ کوڑا تھا یار کے برس کی تیلیان

کشتۂ مژگان کے گنبد کا ہے مرقد اے صبا
جا لگا اس پر عوض زرین کلس کی تیلیان

طائر رنگ حنا کا شوق گر ہوا ہے پری
تیرے ہاتھون کی لکیرین ہون قفس کی تیلیان

ناخنہ مژگان جو یارو سمند ناز ہے
تاب کب لائین لگد کوب فرس کی تیلیان

لے چلا دنیا سے دل یا کاسہ روغن حریص
مین کیون رکھتا ہے جاروب عبث کی تیلیان

چشم گریان نے اگر اس برس برسات خوب
سبز ہو جائینگی سب میرے قفس کی تیلیان

شیخ کی داڑھی تو حاضر ہے لگا دے ساقیا
گر نہ ہو شیشہ کو ... کا خس کی تیلیان

ہے دوائی اس شجر کے واسطے تازہ خزان
ہاتھ ... رہ گئین خالی سرس کی تیلیان

... ہم
آشیان کے واسطے چن چن لے خس کی تیلیان

... قفس
اس سے نازک ور کیا ہونگی قفس کی تیلیان

... گلزار اُلفت کا شوق
مت بنا بیتل کے تارون سے قفس کی تیلیان

جو ... اپنے قفس کے واسطے
چاہئین صندل کی چوبین اور خس کی تیلیان

اُڑ جا ... ہوا ... مین نغمے کی طرح
کھین جو مانگین فصدان زود رس کی تیلیان

طرز نالہ ... گر سیکھین جلا دیوین ابھی
صوت نغمہ سے بنکے آواز جرس کی تیلیان

شیخ ... سامنے
... کا دو اتھا مگر شاخ ... کی تیلیان

ہم سے ظاہر و پنہان جو اُس غارتگر کے جھگڑے ہین
دل سے دلکے جھگڑے ہین نظرون سے نظر کے جھگڑے ہین

جیتے ہی جی کیا ملک فنا مین ساتھ بشر کے جھگڑے ہین
مر کے ادھر سے جب کہ چھٹے تو جا کے ادھر کے جھگڑے ہین

کیسا مومن کیسا کافر کون ہے صوفی کیسا رند
سارے بشر ہین بندے حق کے سارے شر کے جھگڑے ہین

ایک ایک جور و ستم پر اسکے سو سو داغ ہین اپنے گواہ
ہم جو اُس سے جھگڑے ہین حق ثابت کر کے جھگڑے ہین

غم کہتا ہے دل مین رہون مین جلوہ جانان کہتا ہے مین
کس کو نکالون کس کو رکھون ہے یہ تو گھر کے جھگڑے ہین

بکتے ہین موتی پانی پانی لعل کا دل خون پتھر مین
دیکھو لب و دندان سے تمھارے لعل و گہر کے جھگڑے ہین

دوست کے گھر مین دشمن ہو جب سنگ ہمارے سینہ پر
دل کا ذکر رہا کیا باقی یہ تو سر کے جھگڑے ہین

حضرت دل کا دیکھنا عالم ہاتھ اُٹھائے دنیا سے
پاؤن پسارے بیٹھے ہین اور سر پہ سفر کے جھگڑے ہین

ذوق مرتب کیونکہ ہو دیوان شکوہ فرصت کس سے کرین ہم
باندھے گلے مین ہم نے اپنے آپ ظفر کے جھگڑے ہین

آفت جان ہوگئین تن کے قفس کی تیلیان
ورنہ ہین یان بال و پر تار نفس کی تیلیان

استخوان ہین مثل تن لاغر مین خس کی تیلیان
تیلیان بھی وہ کہ جو ستر برس کی تیلیان

رخصت پرواز گر دیوین قفس کی تیلیان
جا کے دیکھا آئینہ جو کچھ رہی تھین خس کی تیلیان

کیا تماشا ہے کہ اُنکے کان مین اُٹھا ہے درد
ہم جو آئے درد دل اپنا ذرا کہنے کو ہین

بے سبب سوفار اُنکے منھ نہین کھولے ہین ذوق
آئے پیک مرگ پیغام تمنا کہنے کو ہین

گر ترا نور نہین چشم مین کیا ہے اس مین
کہنا فیہ نظر عین خطا ہے اس مین

دل کو کیا دیکھے کا تو چیرکے کیا ہے اس مین
اب تو قطرہ بھی نہین خون کا رہا ہے اس مین

رسن انداز ہے چاہ ذقن یار مین زلف
نہین معلوم کہ دل کسکا گرا ہے اس مین

عشق کی تلخی حسرت کے جو ملے لیکے مزے
بے مزہ رہتے ہین ہم کچھ تو مزا ہے اس مین

تو نگین تو ترنہ دلا کہ بڑی کاوش سے
اسم کو مین نے ترے کندہ کیا ہے اس مین

کبھی کرتا ہون فغان اور کبھی ضبط فغان
نہین معلوم وہ خوش اسمین ہے یا نے اس مین

خضر ساقی ہو تو مین جام نہ لون گر جا لون
کہ نہین جام مین مے آب بقا ہے اس مین

دیکھئے عشق مین جان وامق و قیس و فرہاد
اور ابھی دیکھئے کس کس کی قضا ہے اس مین

اُس جفا کیش کے نامہ کو پڑھون کیا قاصد
جو کہ قسمت کا لکھا تھا ــ لکھا ہے اس مین

شیشۂ سبز فلک سے نہ طلب کر مئے عیش
سنے کہان اسمین ہے زہراب بھرا ہے اس مین

جا پڑا پاؤن پہ قاتل کے تڑپ کر کشتہ
سرد ہونے پہ بھی گرمی وفا ہے اس مین

کیا کہون کیطرح خاک کا پتلا اے ذوق
اُڑتا پھرتا ہے بھری جب سے ہوا ہے اس مین

کہے وحشت بیان ہم تم گفتگو اسکو کہتے ہین
یہ سچ کہتے ہین سر چڑھ بولے جادو اسکو کہتے ہین

سوال بوسہ کا ناجواب چین ابرو سے
برات عاشقان بر شاخ آہو اسکو کہتے ہین

نگہ اور دل کا جتنا حوصلہ تھا تُل گیا سارا
نگہ کے تیر کا ہونا ترازو اسکو کہتے ہین

عدو ہے نیش زن ہر دم پہ رہتے در پے ایذا
یہ موذی زہر کا ہے گانٹھ بچھو اسکو کہتے ہین

گوارا تلخی سے کیون نہ ہو ہم خستہ جانون کو
کہ دارو تلخ ہی بہتر ہے دارو اسکو کہتے ہین

آگے ان نالون کے ہین یعنی خار و خس ہوتے رقیب
کاروان حیرت کا تھا شب تکا تکا دشت مین

جون ہون روکش آتش از نفس کی تیلیان
رنگین بن بن کے آواز جرس کی تیلیا ن

سلسلہ وابستہ تھا کچھ عالم معنی سے ذوق
ورنہ تھین یہ تیلیان کب اپنے بس کی تیلیا ن

آج اُن سے مدعی کچھ مدعا کہنے کو ہین
پر نہین معلوم کیا کہوینگے کیا کہنے کو ہین

وصف چشم و وصف لب اس یار کا کہنے کو ہین
آج سب در پر اشارات و شفا کہنے کو ہین

ہین دہن غنچون کے وا کیا جانے کیا کہنے کو ہین
شاید اُسکو دیکھکر صل علےٰ کہنے کو ہین

کہدے شبنم سے نہ بھر سیماب گل کے کان مین
بلبلین احوال دل کچھ اے صبا کہنے کو ہین

دیکھے آئینے بہت بن خاک ہین ناصاف سب
ہین کہان اہل صفا اہل صفا کہنے کو ہین

دمبدم رُک رُک کے ہے منہ سے نکل پڑتی زبان
وصف اُسکا کہہ چکے فوارے یا کہنے کو ہین

اب تو رات آخر ہوئی میری طرف دیکھو ذرا
سجدون مین لوگ ذا ان سے مہ لقا کہنے کو ہین

مین ترے ہاتھونکے قربان واہ کیا مارا ہے تیر
سب دہان زخم منہ سے مرحبا کہنے کو ہین

میرے رنگ آپکے دیکھے تو منہ فق ہوگئے
زرد یون ہی دانہاے کہربا کہنے کو ہین

دیکھ تو لے پہنچے کس عالم سے کس عالم مین ہین
نالہاے دل ہمارے نارسا کہنے کو ہین

گاہ دامنگیر باد و گہ بیابان گرد خاک
اب تو تیرے عاشقونکے دست و پا کہنے کو ہین

وہ جنازہ پر مرے کس وقت آئے دیکھنا
جبکہ اذن عام میرے اقربا کہنے کو ہین

ہے جہان مانند مجمر اور ہم مثل سپند
اب چلے جائینگے آئے اک صدا کہنے کو ہین

پوچھو قاتل سے کریگا قتل آخر کب تلک
یہی تاریخ آج ہم پیش از قضا کہنے کو ہین

میرے سودا کا اطبا کر نہین سکتے علاج
یون ہی خبطی خبط و مالیخولیا کہنے کو ہین

اٹھ گئے جو سر وفا کے اُٹھ گئے سب اہل دل
اب وفا ہے نام کو اور با وفا کہنے کو ہین

اے صفت دل تیرے سینہ مین عیان ہو شکل یار
یون تو آئینون کے دل بھی باصفا کہنے کو ہین

تم وہ غضب کے ہوتے بھی کم ایسے شخص ہین
اور ہم تمھین پہ مرتے ہین ہم ایسے شخص ہین

صاحب لون نے کعبۂ دل پر کیا مقام
کب کرتے قصد دیر و حرم ایسے شخص ہین

دیوانے تیرے دشت مین رکھینگے جب قدم
مجنون بھی لیگا آکے قدم ایسے شخص ہین

دین کیا ہے بلکہ دیجئے ایمان بھی اُنھین
زاہد یہ بت خدا کی قسم ایسے شخص ہین

یان لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب مین
وان ایک خامشی تری سب کے جواب مین

خط دیکھکر وہ آئے بہت پیچ و تاب مین
کیا جانے لکھدیا اُنھین کیا اضطراب مین

بے بادہ غورگی مین ہوا ذوق جون مویز
کی توبہ بے وقوف نے ناحق شباب مین

نے رنگ کفک ہون نہ ترا فندق پا ہون
مین کچھ نہین لیکن ترے قدمون سے لگا ہون

مجنون نے مجھے سمجھا چراغ رہِ مقصود
مین ناقۂ لیلی کا سراغ الف پا ہون

وہ مہر تو مین تاب وہ گوہر ہے تو مین آب
مجھسے یہ جدا وہ ہے نہ مین اُس سے جدا ہون

کھائے ہیہ یہ ترے ناوک مژگان دل مین
اتنے سوتن پہ نہین جتنے ہین پیکان دل مین

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غم ہجران دل مین
جسنے جانا تھا کوئی دن ہے یہ مہمان دل مین

خانقاہ مین بھی وہی ہے جو خرابات مین ہے
فرق پر یہ ہے یہان بغض یہ ہے اور وان دل مین

تیرے آفت زدہ جن دشتون مین اَڑ جاتے ہین
صبر و طاقت کے وہان پانون اُکھڑ جاتے ہین

اتنے بگڑے ہین وہ مجھسے کہ گر نام اُن کا
خط مین لکھتا ہون تو سب حرف بگڑ جاتے ہین

کیون نہ لڑوائین اُنھین غیر کہ کرتے ہین یہی
ہمنشین جن کے نصیبے کہین لڑ جاتے ہین

گرہ کھولی ذرا اُس نے جو اپنی زلف مشکین کی — معطر ہو گیا آفاق خوشبو اسکو کہتے ہین
جو پوچھے عقل یہ دل سے بتا کیا نام ہے تیرا — کہون دیوانہ چشم پری رو اسکو کہتے ہین
کبھی شیرین نہ دل سے کوہکن نے کوہ کو کاٹا — محبت یہ نہین ہے زور بازو اسکو کہتے ہین

اجل سو بار آئی ذوق پر جب تک نہ وہ آئے
نہ پایا دم نکلنے میرا قابو اسکو کہتے ہین

قصد جب تیری زیارت کا کبھو کرتے ہین — چشم پر آب سے آئینے وضو کرتے ہین
کرتے اظہار ہین در پردہ عداوت اپنی — کیون مرے آگے جو تعریف عدو کرتے ہین
دلکا یہ حال ہے پھٹ جائے سو جائے [illegible] — اگر اک جائے سے ہم اس کو رفو کرتے ہین
توڑین اک نالہ سے اس کا نہ گردون کو مگر — نوش ہم اسمین کبھی دلکا لہو کرتے ہین

قد دلجو کو تمھارے نہین دیکھا شاید
سرکشی اتنی ہو سرو لب جو کرتے ہین

رکھتا زبسکہ جبہہ دنیا سے ننگ ہون — پارس بھی ہو تو جانتا [illegible] سنگ ہون
ہون وہ شگفتہ دل کہ نہ دوزخ مین تنگ ہون — آہن تو آگ مین ہون مگر لالہ رنگ ہون
ہین سب کے پیچھے میرے اٹھانے کی فکر مین — محفل مین انکی مین [illegible] کا رنگ ہون
دل بیٹھا محو ضبط ہے اور مجکو اضطراب — دل میرا مجھسے تنگ ہے مین دل سے تنگ ہون

پروانہ گر نہین تو نہین [illegible] نشانہ دوست
[illegible] ہون تو [illegible] دہان تفنگ ہون

مرے نالے کہین اس گنبد بے در سے اوپر ہین — ہوا کیون باندھتے بادل [illegible]
گذر جاتے ہمارے نالے انکے سر سے اوپر ہین — وہ اک سنتے نہین ہے [illegible] اوپر ہین
عجب عالم ہے اب لکا کر انکے اک اشارہ پر — الٹ جائے ہمارے وہین سو نشتر سے اوپر ہین
لیے دیوار گلشن ہم پڑے ہین ناتوانی سے — ابھی [illegible] قوت کرے یارب تو کل گر رہے اوپر ہین

میں ہوں وہ جگر خوں کہ مساماتِ بدن سے
جوں اشک عرق بھی شفقی رنگ نکالوں
ہے جی میں کہ غنچہ کو کروں تنگ چمن میں
پھر یار کا ذکرِ دہنِ تنگ نکالوں

دنبالہ سے سرمہ کے دھواں ہیں تری آنکھیں
کہہ بیٹھیں نہ کچھ سیف زباں ہیں تری آنکھیں

مرے نالوں سے چپ مرغ خوش الحان نیستاں میں
صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقارخانہ میں

ہوا ہے اور نہ ہوویگا کوئی پیدا خدائی میں
وفا میں کوئی مجھسا اور تم سا بے وفائی میں

اسیری عشق کو منظور تھی میری لڑکپن میں
بہانہ کرکے منت کا پنھایا طوق گردن میں

ہیں وہ دیوانے کہ جنکو بیڑیاں درکار ہیں
ہم اسیر زلف ہیں کافی ہمیں دو تار ہیں

کمندیں اور بھی یوں تو کمند انداز رکھتے ہیں
تری زلفوں کے خم کچھ اور ہی انداز رکھتے ہیں

کیا صوفی و کیا میکش قائل مرے دونو ہیں
پر مذہب و مشرب سے غافل مرے دونو ہیں

مرگئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے میں
بے وفا پوچھے ہے کیا دیر ہے لیجانے میں

جس جگہ بیٹھے ہیں با دیدۂ نم اٹھے ہیں
آج کس شخص کا منھ دیکھ کے ہم اٹھے ہیں

مر گیا ہون لیکہ وصلِ سیمتن کی فکر مین
چادرِ مہتاب ہے میرے کفن کی فکر مین

ق
ہائے کل سب آشنا تیرے مریضِ عشق کے
تھے علاجِ ضعفِ دل اور ضعفِ تن کی فکر مین

آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہین با چشمِ پر آب
گاہ تدبیرِ لحد مین گہ کفن کی فکر مین

متفرقات

ابھی دل لے لون تو پھر اُس بتِ قاتل کو نہ دون
جان دون دل دون ایمان دون پر دلکو نہ دون

چار ٹکڑے کرو دل کے کہ نہین ہو سکتا
لب کو دون زلف کو نہ دون لعل کو دون تل کو نہ دون

نہ ڈال آبلے اے گرمیِ فغان مُنھ مین
کہ چپکا بیٹھ رہون بھر کے گھنگنیان منھ مین

ہمارا پی کے لہو تیرے تیر کا سوفار
یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہین زبان منھ مین

اسیرِ رنج و غم مین ہون مریضِ جان بلب مین ہون
اداس ہر بات تک جیتا ہون نہین کوئی عجب مین ہون

جو مانگون موت دردِ ہجر سے مجکو نہین دیتا
گرفتارِ عشق ہون اور اسقدر راحت طلب مین ہون

ہر بنِ مو سے نکلتے ہین شرارِ آتشین
بنگیا ہون مین سراپا اک انارِ آتشین

واہ رے سوزِ جگر اُٹھتے ہین میری خاک سے
دود گلخن کی طرح اب تک غبارِ آتشین

سینہ و دل پہ مرے زخمِ جگر بنتے ہین
بنتے دو چار گرہ گرد بنتے ہی گھر لیتے ہین

ہوتے پابندِ علائق نہین وارستے نہین
نکہتِ گل کے نکل جانے کو سو رستے ہین

[illegible]

ہم وہ مجنون ہین کہ دل اپنا ہے صحرا ہمکو
اور جون خیمۂ لیلی ہے سویدا ہمکو

اُس نے خط جو قلم سرمہ سے لکھا ہمکو
لکھا ایما سے خوشی ہے سویدا ہمکو

رکھ مکدر نہ بس اب اے چرخ نہ آتنا ہمکو
ہمنے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہمکو

شوق مستی مین ہے گلگشت چمن کا ہمکو
جانے جاے عصا گردن مینا ہمکو

ہوئیگا کشتی طوفان زدہ تابوت اپنا
آگیا اپنے اگر مرنے پہ رونا ہمکو

بستگی دل کو ہے کیون اُس گرہ زلف کے ساتھ
کیا سبب کچھ نہین کھُلتا یہ معما ہمکو

ہم وہ مجنون ہین کہ گر رم کرین آہو کی طرح
بھاگے ہے دوری سے دیکھ کے صحرا ہمکو

کس سے تدبیر درستی ہو ہماری جون زلف
کہ شکستون سے بنایا ہے سراپا ہمکو

جابجا نام تو جون نقش قدم چھوڑ گیا
خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈھنے عنقا ہمکو

اور بہدرد کہان ہو ہواے حضرت دل
در داب تمکو ہمارا تو تمھارا ہمکو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہے وہ مست
کیا بنا یا تھا ہتھیلی کا پھپولا ہمکو

اثر کفر ہے طاعت سے بھی اپنی پیدا
نقش سجدہ کا ہے پیشانی پہ ٹیکا ہمکو

نخل خرما کی طرح باغ محبت مین ملا
کثرت زخم سے اک خلعت زیبا ہمکو

الکیدم تنگ وہ آئے تھے بغل مین اس بہر
ستم دوری سے کیا تنگ ہے کیا کیا ہمکو

تن سے کیا جان کہ جان اپنی نکلنے پاوے
ہو لئے کبر ترے آنے کا بھروسا ہمکو

آن پہونچی سر گرداب فنا کشتی عمر
ہر نفس باد مخالف کا ہے جھونکا ہمکو

ہو سکے لاغری و ضعف کہان مانع شوق
تیری جانب پر پروا ہین اعضا ہمکو

ہم گئے جسکی طرف جون گل بازی ہر نیچ
پاس آنے نہ دیا دور سے پھینکا ہمکو

رشک تھا اپنے نوشتے مین کہ اُس نو خط نے
خط لکھا غیر کو اور بھول کے بھیجا ہمکو

ہر قدم پانون مین سر رکھتے مین خار سر دشت
اے جنون تو نے تو کانٹون مین گھسیٹا ہمکو

گر ترے جون کو وہ نہین ہمسو تن مین سبقت
پر وہ کچھ ہمسے سُنے گا جو کہے گا ہمکو

کہتے تھے آنے کو خاطر سے ہماری ہم یون	ہوے برسون نہ ہوئی پر وہ تمھاری پرسون
یہ طوق اس واسطے چھوٹا ہوا قمری کی گردن مین	کہ تھا بلبل کی گردن کا پڑا قمری کی گردن مین
رخصت جو ہو کے ہم سے جانے وہ اپنے گھر مین	گھبرا کے پہنچتے وان ہم اُن سے پیشتر ہین
زاہد گمراہ کے مین کس طرح ہمراہ ہون	وہ کہے اللہ ہو اور مین کہون اللہ ہون
کرتے اپنے سر کو جو نوک سنان پر تاج ہین	عشق مین وہ کرتے حاصل رتبۂ معراج ہین
سمجھو نہ سہل تم خفقان کو حکیم جی	حضرت اسے بھی جانئے ہمزادۂ جنون
کٹا کر اپنا سر نوک سنان پر تاج کرتے ہین	حصول اس طرح عاشق رتبۂ معراج کرتے ہین
کہتی ہے ماہی بریان کہ دبیران قضا	داغ دیتے ہین اُسے جس کو درم دیتے ہین
آپ آتا ہے عیادت کو نہ تو آتی ہے	یاد مین تیری اجل سے بھی فراموش ہون مین

ردیف واو

دل جزرس ہے ہمین قطرہ ہے دریا ہمکو اس بلندی پہ دیا عشق نے پہونچا ہمکو	آئے ہے جز مین نظر کل کا تماشا ہمکو کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہمکو

ہے تو یون مضطرب اور سینے مین لاکھون روزن
دل کا رہنا نظر آتا نہین اصلا ہمکو

ٹپکا مژگان سے لہو ہوکے جگر آخر کو
ایک مدت سے اسی ٹپکے کا ڈر تھا ہمکو

خط توام سے لکھو گور پہ تاریخ وفات
کہ رہی وصل کی تا مرگ تمنا ہمکو

کون غلطیدہ تھا خاک سر کوے پہ تیری
خواب شب بستر مخمل پہ نہ آیا ہمکو

جسکی آواز سے ہون رونگٹے سوہانکے کھڑے
وہ محبت نے دیا سلسلہ پا ہمکو

اک حلاوت ہے عداوت مین بھی اُس ظالم کی
کہ اگر زہر بھی دیتا ہے تو میٹھا ہمکو

دیکھا آخر کو نہ چھوڑے کیطرح چھوٹ بہے
ہم بھرے بیٹھے تھے کیون آپنے چھیڑا ہمکو

نکلے بے جاے عرق ہر بن موسے پیکان
یہ بدن کس نے کیا تیر جفا کا ہمکو

ہم سفر ہو نہ سکا کوئی بھی اپنا لیکن
جادہ پہونچانے لگا تا لب دریا ہمکو

ہم وہ ہین رند کہ اس عالم پیری مین بھی
اُنس مینخانے سے جون پنبۂ مینا ہمکو

سنگدل تین دن اب گور مین بھی بھاری ہین
ہے سوم مین ترے آنے کا جو دھڑکا ہمکو

تو ہنسی سے یہ نہ کہہ مرتے ہین ہم بھی تم پر
مار ہی ڈالیگا بس رشک ہمارا ہمکو

بھرنے ہی آنکھ کے پھرنیگے گلے پہ خنجر
ہو چکا آپکا معلوم ہے ایما ہمکو

گرمی تب سے ہوا سوز دروں جو افشا
آگیا مارے خجالت کے پسینا ہمکو

حسرت اے خواری وحشت کہ گریبان کا تار
ہو گیا ضعف سے تار رگ خارا ہمکو

کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہم نے
ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہمکو

نہ اٹھین شور قیامت سے بھی وہ مست ہین ہم
کہے جب تک کہ نہ قم قم لب مینا ہمکو

ہم تبرک ہین بس اب کرے زیارت مجنون
سر پہ پھر تلب لیئے آبلہ پا ہمکو

وصل کا اُسکے تصور جو سدا رہتا ہے
تو مزے ہجر مین بھی آتے ہین کیا کیا ہمکو

واہ قسام ازل صدقے ہم اس قسمت کے
جام عشرت اُسے اور داغ تمنا ہمکو

دل مین نشتر نگہ یار کا آ ہی کھٹکا
وہی پیش آیا جو مدت سے تھا کھٹکا ہمکو

اپنا ہے کعبۂ مقصود فقط گوہر دل / طوف گرداب صفت چاہیے اپنا ہمکو

لگ گئی آنکھ جو سودے مین تری زلفونکے / شب سیاہی نے کئی بار دبایا ہمکو

حرف تلخ اُس لب شیرین سے ہر اک بات پہ آہ / ناصحا سنتے ہین ہم کچھ تو ہے میٹھا ہمکو

خاک سے کیونکہ ہمارے گل رعنا نہ اُگے / کہ کسی گل کی دورنگی نے ہے مارا ہمکو

ایکدم عمر طبیعی ہے یہان مثل حباب / فکر امروز ہے نے کچھ غم فردا ہمکو

جتنے عاشق ہین ہم ایک کا ہے ایک عزیز / شمع سے چاہیے ہے خون کا دعوی ہمکو

کیا ستم ہے کہ پئے قطع رہ عشق فلک / ارہ سا دیتا ہے دندان عوض پا ہمکو

دلمین تھے قطرۂ خون چند سو مانند انار / زر ہے وہ بھی جب الفت نے نچوڑا ہمکو

مل گئین خاک مین جو صورتین ہے انکا خیال / کیون نہ فانوس خیالی ہو بگولا ہمکو

ہم وہ ہین وحشی لاغر کہ چھپا لیتے ہین / زیر دامن نگہ آہوے صحرا ہمکو

ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اُسکی تو زلفونکو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھکو قلق یا ہمکو

آسمان اور وہ انسان بنانا ہمکو / خاک مین تھا مگر اس ڈھب سے ملانا ہمکو

ذبح کیون کرتے ہین فتراک سے باندھا ہمکو / چھوڑ ہونے دے تڑپکر ابھی ٹھنڈا ہمکو

دل شکستہ مگر اس یار نے سمجھا ہمکو / خط بھی جو خط شکستہ سے ہے لکھا ہمکو

باعث رشک ہوا عشق ہمارا ہمکو / تجھ بن دیکھے ہے غش جسنے ہے دیکھا ہمکو

کر دیا گریہ نے آخر سبک ایسا ہمکو / لیگئے اشک بہا جون کف دریا ہمکو

اس پہ مرتے ہین کہ کیون غیر کو تونے مارا / وہ نصیب اُسکو ہوئی تھی جو تمنا ہمکو

ہے نری جنبش لب لے جراحت پس قتل / کس لب تیغ کے بوسے کا ہے لپکا ہمکو

ہم وہ ہین گرم رو راہ وفا جون خورشید / سایہ تک بھاگ گیا دیکھ کے تنہا ہمکو

خال سرمہ کا نہین چاہیے زیبایش کو / اختر سوختہ ہے اپنا ہی زیبا ہمکو

انتظارِ یار مین جو چشم ہو جائے سفید	مردمک اُس مین کہان ہو داغِ حسرت ہو تو ہو
آدمیت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ	پست ہمت یہ نہو اور پست قامت ہو تو ہو
اب زبان پر بھی کبھی آتا نہین الفت کا نام	اگلے مکتوبون مین کچھ رسمِ کتابت ہو تو ہو

آج اک پگڑی جو بنی تھی سیکدے مین ہن سے
ذوق وہ تیری ہی دستارِ فضیلت ہو تو ہو

تمنا نہین ہے کہ امدادِ دل کو تپش کا صلہ ہو کہ مزدِ قلق ہو
یہی حق ہے قاتل اگر حق دلائے یہ بسمل ترے پانو پر جان بحق ہو
کتابِ محبت مین اے حضرتِ دل بتا دو کہ تم لیتے کتنا سبق ہو
کہ جب آنکہ تم کو دیکھا تو وہ ہی سلئے دستِ افسوس کے دو ورق ہو
جو مے نوش وہ شوخ رشکِ قمر ہو تو سرخی نہ کیون اُسکے رخسار پر ہو
غروبِ آفتابِ درخشان اگر ہو تو کس وجہ پیدا نہ رنگِ شفق ہو
اگر دونون آنکھونکے طبقے یہ روشن کہ ہو ایک رشکِ مہِ چار دہ
سنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے منور بیک جلوہ چودہ طبق ہو
یہ کشتونکا اُس مانگ کے یان بیان ہے کہ ان تیرہ بختونکے مرقد پہ کوئی
اگر سنگِ موسیٰ کا تعویذ رکھدے تو رکھتے ہی بس درمیان وہ شق ہو
مری زندگی تھی ابھی اے ستمگر مسیحائی جو کر گئی تیری ٹھوکر
کہ ٹھکرایا تو نے تو تھا یون سمجھکر نکل جائے جان کچھ جو سدِ رمق ہو
اگر رشکِ گلشن نہو مجھسے باہم تو گلشن مین ہو دے یہ مستی کا عالم
چٹکنا ہو غنچون کا آوازِ ضیغم چمن مجکو اک وادیِ لق و دق ہو
اگر زخمِ سینہ سے پھاہا اُٹھاؤن تو خورشیدِ محشر کو تپ چڑھاؤن
دگر سینۂ داغِ دل کو دکھاؤن تو صبحِ قیامت کا منھ دم مین فق ہو

رہتی ہر طرح سے صیدی کی کبوتر کی طرح
ہاتھ سے اُس بت بیدرد کے ایذا ہمکو

ق

صید ہی مین نہ فقط ذبح کا کچھ قصد رہا
صلح بھی ٹھہری تو پھر کا ہی کے چھوڑا ہمکو

ذوق بازیچہ طفلان ہے سراسر یہ زمین
ساتھ لڑکون کے پڑا کھیلنا گویا ہمکو

رند خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھکو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون
دیگا تمام عقل کے بخیے اُدھیڑ تو

الفت کا گر ہے نخل تو سرسبز ہوئے گا
سو بار جڑ سے پھینک دے اسکو اُکھیڑ تو

عمر رواں کا توسن چالاک اس لیئے
تجھکو دیا کہ یان سے کرے جلد ایڑ تو

اے زاہد دو رنگ نہ پیر آپ کو بنا
مانند صبح کاذب ابھی ہے ادھیڑ تو

اس صید مضطرب کو تامل سے ذبح کر
دامان و آستین نہ لہو مین لتھیڑ تو

جو سوتی بھڑ کو باعث غوغا جگا لے پھر
دروازہ گھر کا اُس سگ دنیا پہ بھیڑ تو

مر جائیگا جو تیرا گرفتار دام زلف
تربت پہ اُسکی جال کا پائیگا پیڑ تو

یہ تنگنائے دہر نہین منزل فراغ
غافل نہ پاؤن حرص کے پھیلا سکیڑ تو

آوارگی سے کوے محبت کے ہاتھ اُٹھا
اے ذوق یہ اُٹھا نہ سکے گا کھکیڑ تو

موت ہی سے کچھ علاج درد فرقت ہو تو ہو
غسل میت ہی ہمارا غسل صحت ہو تو ہو

بعد مردن ہی ترے زخمی کو راحت ہو تو ہو
یان کہان راحت جراحت پر جراحت ہو تو ہو

تلخکامی ہی مین گذری زندگانی عمر بھر
جان شیرین کے دیئے سے کچھ حلاوت ہو تو ہو

ہو تو ہو آباد کیونکر یہ خراب آباد دل
عشق غارتگر اگر دنیا سے غارت ہو تو ہو

کہتے ہین شور قیامت جسکو وہ اے چشم یار
تیرے مستونکی بغیر خواب غفلت ہو تو ہو

گر پڑے ہے آگ مین پروانہ سا کرم ضعیف
آدمی سے کیا ہو لیکن محبت ہو تو ہو

سب صفحۂ ماہ سنور کا جون سینۂ یار منقش ہو

جب ضعف سے جکو غش آیا تو طنز سے کیا وہ کہتا ہے
بس غش نہ کرو معلوم ہوا کچھ مرنے پہ جدغش ہو

اک خون کا دریا جذب کیا ہے خاک کوے قاتل نے
ہان دفن کو ایسے کشتون کے ایسی ہی زمین دلکش ہو

بس چھوڑ دو دامن قاتل کا لو ہاتھ بہا ہے خون سے اٹھا
جب اپنا بہا خون پانون پہ اسکے اے کھیون آتنا شوتن

اس بحر مین کیا برجستہ غزل اے ذوق یہ تمنے لکھی ہے
ہان وزن کو جسکے سنکر خندان روح خلیل وا خفش ہو

دن کٹا جائے اب رات کدھر کاٹنے کو
جب سے وہ گھر مین نہین دوڑے ہے گھر کاٹنے کو

ہاے صیاد تو آیا مرے پر کاٹنے کو
مین تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

اپنے عاشق کو نہ کھلواؤ کنی ہیرے کی
اُسکے آنسو ہی کفایت ہین جگر کاٹنے کو

دانت انجم سے نکالے ہے تجھ بن مجھ پر
منھ فلک کھولے ہے اے رشک قمر کاٹنے کو

وہ شجر ہون نہ گل و بار نہ سایہ مجھ مین
باغبان نے ہے اگا رکھا مگر کاٹنے کو

سر و گردن جگر و دل ہین یہ چارون حاضر
چاہے دل یار کا جو رنگ اگر کاٹنے کو

شام ہی سے دل بیتاب کا ہے ذوق یہ حال
ہے ابھی رات پڑی چار پہر کاٹنے کو

چرخ ضدی ہے کوئی ضد نہ دلاوے اسکو
گر نہ نے عود کو غرقی تو جلا دے اُسکو

دیکھین تم کیسے بھلکڑ ہو جسے کرتے ہو یاد
بھول تو جا دُ بھلا میرے بھلا دے اُسکو

قالب خاکی انسان کو بنا کر کچا
عشق کی آگ مین ڈالا کہ پکا دے اُسکو

آبرو خاک مین دی اُسنے ملا آئینہ کی
مجھ سا ہو آئینہ تو منھ نہ دکھا دے اُسکو

یہ بحر و قوافی غزل کے بدلکر رقم اک غزل کر کہ اے ذوق جسمین
نہ ہو لفظ مغلق نہ تعقید مطلق جو فی الجملہ کچھ ہو تو مضمون ادق ہو

جس ہاتھ مین خاتم لعل کی ہے گر اُس مین زلفِ سرکش ہو
پھر زلف بنے وہ دستِ موسیٰ جس مین آ جگر آتش ہو

اے قاتل حلق بریدہ سے اک شعلۂ دل جو سرکش ہو
تو روشن حلقۂ جیب اپنے دیکھ تنور آتش ہو

ہو تیرا سیہ روصبح ہجران مجھ سے رخصت ہوش ہو
وہ کھینچون آہ کہ خور بھی پنہان زیرِ دودِ آتش ہو

لبریزِ شراب ناز دکھا تو ساغرِ چشمِ کافر کو
تا زاہد پاک ملوث ہو تا صوفی دل کش سے کش ہو

تم وہ وہ زخم دل پر میرے کرتے ہو دکھلانے کو
پر پرسش تیغ ناز سے اپنے دلمین کرتے غش غش ہو

دل نخل مین قد کے جون زکریا چھپ کر چشم کافر سے
اب ارّہ جنبش ابرو سے کیونکر نہ بزیر کشاکش ہو

لبیک و اذان ناقوس و جرس یا خندۂ قلقل نالہ سے
دل کھینچنے مین ہان کوئی ہو پر ایک نوائے دلکش ہو

بن تیرے آگے آرائش دشمن جان ہو عاشق کی
محراب طاق کمان بجائے دستۂ نرگس ترکش ہو

مانند نمکدان چرخ پہ انجم حق نے بنایا اس خاطر
تا ہر لب زخم حسرت اپنا ہجر کی رات نمک چش ہو

گر کلکِ آہ کو پھیر دون مین تو سرمۂ دودِ دل سے پھر

سرد مہری سے تری گر خونِ دل یخ بستہ ہو — پھر نہ ٹپکے کوزۂ دل گرچہ سب شکستہ ہو

کیونکہ قابو میں فلک کے عاشقِ وارستہ ہو — یہ تو جب ہو گر کمان کے بس میں تیرِ جستہ ہو

ہر قدم پر ہے خراشِ پائے مجنون گل فشان — تا کہ اک اک خارِ صحرائے جنون گلدستہ ہو

کیا ہوا داغِ محبت سے ہوا دل سربمہر — یہ نہیں ممکن کہ میرا رازِ دل سربستہ ہو

کیا نکالے سوزنِ الماس دل سے عقل پھانس — جتنی یہ کاوش کرے اتنی ہی یہ پیوستہ ہو

منھ سے جو نکلے مزا جب ہو کہ ہووے دلنشین — آہ موزون ہے کہ نالہ مصرعۂ برجستہ ہو

جانے کیا بیدرد اندازِ کلامِ دردمند
ذوق میرا ہم سخن گر ہو کوئی دل خستہ ہو

پتھرا دیا جلوے نے ترے چشمِ صنم کو — چکرا دیا غمزہ نے ترے طوفِ حرم کو

جب سے کہ لکھا ہے ترا وصفِ رخِ زیبا — چومے ہے قلم لوح کو اور لوح قلم کو

رونق ہے بہارِ گلِ رخسار سے تیری — گلزارِ حدوث و چمنستانِ قدم کو

جائے نہ کجی طبعِ جفا پیشہ سے ہرگز — کس طرح نکالے کوئی شمشیر کے خم کو

کیا ڈھونڈتا ہے تو عملِ بغض و محبت — چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقشِ درم کو

ہیں اشک کبابِ شک ترے سوختہ جانکے — پر کرتے ہیں خون شبنمِ گلزارِ ارم کو

دیوانہ ترا قیدِ ہستی کے جو چھوٹا — چڑھ جائیگا اک زلزلہ صحرائے عدم کو

جس دن سے زمین پر ہے فلک خاک ہے اُڑتی — دیتی تھی یہان راہ نہ اس سبز قدم کو

خوبی سے نہیں رونقِ بازار کہ یوسف — اس شکل و شمائل پہ بکا چند درم کو

کیا دیگا دم اور کسی بیدم کو مسیحا — اللہ سلامت رکھے اس تیغ کے دم کو

دے جام مجھے چشمِ عنایت سے جو ساقی — دکھلاؤن تماشا ابھی کیخسرو و جم کو

بد ہو کوئی یا نیک رقم کام ہے اُس کا
احوالِ بد و نیک سے کیا کام قلم کو

منہ سے کیا شمع کا ہو بزم میں تجھ سے روشن
چٹکیوں میں ابھی گل کر اڑا دوے اسکو

آئے تصویر بھی اسکی وہ نہ آئے تو نہ آئے
پر مرے پاس کوئی کھینچ ہی لاوے اسکو

پیار کی بات یہ مجھسے نہیں اک اور سے ہے
تیری یہ خو ہے کہ مجھکو سناوے اسکو

وہ عیادت کو مری آئے تو کیونکر آئے
مر بھی جاؤں تو ذرا رحم نہ آوے اسکو

مشت خاک اپنی ہم اس کوچہ میں کل پھینک آئے
اب وہ ذوق آپ اٹھائے نہ اٹھاوے اسکو

سگ دنیا پس از مردن بھی دامنگیر دنیا ہو
کہ اس کتے کی مٹی سے بھی کتا گھاس پیدا ہو

ہجوم آور جو آنکھوں میں ترا شوق تماشا ہو
تو شاخ ہر مژہ سے چشم نرگس وار پیدا ہو

ترے بیمار کو گر اپنے جینے کی تمنا ہو
فلک پر سن کے سنتے سنتے شادی مرگ عیسے ہو

نہ ہووے سترس دامان وصل یار تک ہرگز
اگرچہ سر سے عاشق پانوں تک دست تمنا ہو

مجھے کیا چاہئے عقدہ کشا سوز محبت میں
گرہ میری سپند آسا مری فریاد سے وا ہو

درازی میں شب غم کی اگر پہلا دل مجنون
خیال زلف لیلا اسکے حق میں الف لیلی ہو

کرے پرواز مرغ جان اگرچہ شاخ طوبے تک
پر اس تار نظر سے مثل مرغ رشتہ برپا ہو

حلاوت یان کہاں جب ہووے آب شور کا دریا
زلال خضر کا اک چشمہ سو بھی سب سے اخفا ہو

تصور یوں کبھی غفلت میں آجاتا ہے مژگاں کا
کہ جیسے عالم رؤیا میں چشم کور بینا ہو

مجھے بلوہ میں مارا ہے نگاہ و ناز مژگاں نے
بتاؤں کس کو قاتل کس سے تیر خونکا دعوی ہو

یہ شہرت نام کی بھی وہ بلا ہے ہیچ ہستی کا
کہ صحرائے عدم میں گردن عنقا کا پھندا ہو

مرے صحرا میں وہ وحشت برستی ہے کہ مجنوں کے
گرے گر سر پہ قطرہ آبلہ زیر کف پا ہو

کہیں کیا دل کی وسعت اپنی ہم اللہ رے وسعت
اگر نہ آسمان ہوں جمع اک خال سویدا ہو

اکیلا رہ گیا یاروں سے یوں ہوں ناتوانی میں
کہیں شاخ خزاں دیدہ پہ جیسے زرد پتا ہو

جو ذکر اللہ کو ہو ذوق بانگ بادۂ عشرت
تو کیوں حق حق کرے وہ شیشہ جس شیشہ میں صہبا ہو

مجھے صحن چمن بھی عرصہ گاہ حشر ہو تجھ بن
گل خورشید میرے واسطے خورشید محشر ہو

جو کھوے آپ کو وہ منزل مقصود کو پہنچے
تری گم گشتگی اس راہ مین اے ذوق رہبر ہو

بجا کہے جسے عالم اُسے بجا سمجھو
زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو

عزیزو اس کو نہ گھڑیال کی صدا سمجھو
یہ عمر رفتہ کی اپنی صدائے پا سمجھو

سمجھ تو کور سوادون کو ہو جو علم نہو
اگر سمجھ بھی نہو کور بے عصا سمجھو

نہ سمجھو وحشت شفاخانہ جنون ہے یہ
جو خاک سی بھی پڑے پھانکنی دوا سمجھو

پڑے کتاب کے قصون مین کیا کرو دل صاف
صفا ہو دل تو بہ از روضۃ الصفا سمجھو

نہ ہے نصیب کہ ہنگام مشق تیر ستم
ہمارے ڈھیر کو تم تودہ خاک کا سمجھو

سینے وہ رونے پہ میرے تو جز صف مژگان
نہ سمجھو چشم یہ دیوار قہقہا سمجھو

نفس کی آمد و شد ہے نماز اہل حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

تمھاری راہ مین ملتے ہین خاک مین لاکھون
اس آرزو مین کہ تم اپنا خاک پا سمجھو

دعائین دیتے ہین ہم دل سے تیغ قاتل کو
لب جراحت دل کو لب دعا سمجھو

بہا دیا مرا خون اُس نے اپنے کوچہ مین
اسی کو یارو دیت سمجھو خون بہا سمجھو

سمجھ ہے اور تمھاری کہو نہین تم سے کیا
تم اپنے دل مین خدا جانے سُنکے کیا سمجھو

تمھین ہے نام سے کیا کام مثل آئینہ
جو روبرو ہو اُسے صورت آشنا سمجھو

نہین ہے کم زر خالص سے زردی رخسار
تم اپنے عشق کو اے ذوق کیمیا سمجھو

ہاتھ سینہ پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو
ایک نظر دل سے ادھر دیکھ لو گر دیکھتے ہو

ہے دم باز پسین دیکھ لو گر دیکھتے ہو
آئینہ منہ پہ مرے رکھکے کدھر دیکھتے ہو

ناتوانی کا مری مجھ سے نہ پوچھو احوال
ہو مجھے دیکھتے یا اپنی کمر دیکھتے ہو

منزل گم گشتگان بالکل الگ دنیا سے ہو
آسمان بھی ہو اگر وان بیضۂ عنقا سے ہو

سایہ افگن جب پہ تو اپنے قدِ رعنا سے ہو
گردباد اس خاک پر ہمسر قد طوبے سے ہو

گر کرے بجز نمائی جلوۂ رخسار یار
وہ کف آئینہ سے موجود ید بیضا سے ہو

مین وہ مجنون بیابان مرگ ہون جسکے لئے
جو ہو چادر یا کفن وہ دامن صحرا سے ہو

سبحہ صد دانہ بھی پڑ جائے اگر میرے گلے
دانۂ انگور تا رشتۂ مینا سے ہو

دشت کو سیراب کر دے آبلہ پائی مری
ہر قدم پر چشمہ جاری چشم نقش پا سے ہو

ثابت اک ٹانکا نہ چھوڑے دل کا میرے اضطراب
چاک سینہ گر رفو تار رگ خارا سے ہو

تشنہ کامی گر مری دیوے جھلکا شور اشک
ذوق شور العطش پیدا لب دریا سے ہو

صفا مین رخ سے تیرے آئینہ کیا خاک ہمسر ہو
نگاہ چشم سرمہ آلود سے بھی جو مکدر ہو

مری تاثیر وحشت وہ ہے مضطر جس سے پتھر ہو
نگین پر نام لکھدون تو نکل کر گھر سے باہر ہو

ترے دیوانۂ دل سوختہ آتش قدم گر ہو
جلا دے زیر پا گر خار مژگان سمندر ہو

قیامت کو بھی کیا انصاف اپنا اے ستمگر ہو
ابھی قصہ نہو آخر کہ آخر روز محشر ہو

جو تو دریا مین دھووے ناخن پا گلبدن اپنے
تو ہر اک فلس ماہی شکل برگ گل معطر ہو

ڈبو وین آشنا کو گر سبک دوش اپنی صحبت مین
تو آہن ساتھ کیون لنگر کے دریا مین شناور ہو

کھٹکتے ہی رہین دل مین ترے مژگان برگشتہ
ہجوم نیش کژدم سے اگر دل گنج نشتر ہو

کیا یہ سوختہ جان تونے مجکو سرد مہری سے
کہ آہ سرد میری شمع کافوری سے ہمسر ہو

حرم کو جائے زاہد ہم تو میخانہ کو چلتے ہین
مبارک اس کو طوف کعبہ ہم کو دور ساغر ہو

نشہ ٹوٹے ترے ساغر کش وحشت کا کیا ممکن
اگر سو ٹکڑے سنگ کودکان سے کاسۂ سر ہو

بچائے حق تعالے اُس یزیدی شمر مشرب سے
کہ خون سید کا جس بیرحم کو خون کبوتر ہو

رہائی قتل پر موقوف ہو گر ہم اسیرون کی
روانی تیغ مین وابستۂ زنجیر جوہر ہو

ہمیشہ صدقہ اس ابرو کے ہو کے حضرتِ دل
یہ لب پہ نالۂ جانکاہ اپنے لاتے ہو

ق

جو یا طواف حرم میں ہے سامنے محراب
اور اس میں نالۂ لبیک تم سناتے ہو

وہ اُٹھے بام پہ ہیں ہمدمو نہ بیٹھو اب
اُٹھاؤ میرا جنازہ اگر اُٹھاتے ہو

یہ صید بستۂ فتراک کُشتہ ہے نہ کہیں
سمندِ ناز کو تیز اتنا کیوں اُڑاتے ہو

ق

مرے لئے تو ہر اک طرح سے قباحت ہے
یہ تم جو دشمنوں کو دردِ سر بتاتے ہو

لگاؤں گھس کے جو صندل تو کہتے ہو کہ مجھے
لگاوٹ اتنی بھلا کس لیے دکھاتے ہو

جو پڑھ کے سورۂ اخلاص دم کروں تو کہو
کہ دیکے دم مجھے اخلاص کیا جتاتے ہو

یہ ایسا کونسا اندازِ گفتگو ہے ذوق
کہ جس پہ زورِ طبیعت تم آزماتے ہو

[illegible]

جو کھوے قدِ یار کی تصویر دکھا دو
تم لکھو الف اور وہی تحریر دکھا دو

دیکھو مرے مقتل نہ کہیں چھوڑ دے بسمل
پہلے مجھے تم یار کی شمشیر دکھا دو

حالت طپشِ دل کی مرے پوچھیں اگر وہ
تم ان کو تڑپتا ہوا نخچیر دکھا دو

گر دیکھ لے زاہد تو پھر ایمان ہی لائے
تم مصحفِ رخ اپنا کو تفسیر دکھا دو

گر چاہو ثریا ہو نہاں پردۂ شب میں
جھملوں کو تہِ زلف گرہ گیر دکھا دو

اُس چشم کو ہے ناز بڑا تیرِ نگہ پر
اے حضرتِ دل آہ کی تاثیر دکھا دو

وہ برقِ نگہ اپنا ہے دکھلا رہی عالم
اس نالۂ جانسوز کا اک تیر دکھا دو

گر وہ نہیں آسکتے یہاں تک تو بلا سے
لاکر کوئی ان کی مجھے تصویر دکھا دو

دیتے ہیں خبر غیب کی گر شیخ جی صاحب
کہدو کہ ہمیں تم خطِ تقدیر دکھا دو

اک جان ہے اک دل ہے سو ہیں پیچ و تابِ رنگ
تم چاہو تو ہر رنگ میں تاثیر دکھا دو

لطف و کرم یار کے تم پہ جو ہیں منکر
ذوق آج انہیں تم یار کی تحریر دکھا دو

پر پروانہ پڑے ہین شجر شمع کے گرد — برگ ریزی محبت کا ثمر دیکھتے ہو
بید مجنون کو جو جب دیکھتے اے اہل نظر — کسی مجنون کو بھی آشفتہ بسر دیکھتے ہو
شوق دیدار مری نعش پہ آکر بولا — کس کی ہو دیکھتے راہ اور کدھر دیکھتے ہو

لذت ناوک غمزۂ ذوق سے ہو پوچھتے کیا
لب پڑے جاٹتے ہین زخم جگر دیکھتے ہو

عبث تم اپنی رکاوٹ سے منھ بناتے ہو — وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو
لگا کے سرمہ تم آنسو نہین بہاتے ہو — یہ ہمکو جلوۂ شق القمر دکھاتے ہو
چھپا کے پان یہ کس کے لئے بناتے ہو — ہمارے قتل کا بیڑا انھین اٹھاتے ہو
تم اپنے رخ پہ یہ کاجل کا تل بناتے ہو — کہ میرا اختر بخت سیہ دکھاتے ہو
اگر دباؤ کسی کا تمھارے دل پہ نہین — تو ہم کو دیکھ کے تم کان کیون دباتے ہو
ملاپ جانین ابھی ہم کہ دے کے تم بوسہ — کھو کہ آؤ زبان سے زبان ملاتے ہو
مریض عشق کو تم پوچھکر طبیبون سے — مدام شربت عناب کیا پلاتے ہو
ہون خاک چاٹ کے کہتا ابھی شفا ہو جائے — جو شربت لب میگون ذرا چٹاتے ہو
جگر کے آبلے جو پھوڑتے ہو حضرت عشق — ہماری چٹکیون مین ہم کو تم اڑاتے ہو
گلو یہ کہہ گئی کیا کان مین تمھارے صبا — کہ لوٹے جاتے ہو پھولے نہین سماتے ہو
جلن سے رشک کے ہین ہڈیان جلی جاتین — کہ ہائے تم نے قلیان کو منھ لگاتے ہو
ہماری لاش پہ آواز قم باذن اللہ — ق — تم آکے حضرت عیسےٰ عبث سناتے ہو
اٹھین گے یار کی ٹھوکر سے لے چلو تشریف — نہین تو پھر کوئی صلوات سنکے جاتے ہو
جلا رہے ہین سویدائے دل کو ہم اپنے — نظر گذر کو تم اسپند کیا جلاتے ہو
ہو کرتے سبزۂ خط کی جو سیر آئینہ مین — نگہ کی تیغ کو کیون زہر مین بجھاتے ہو
نمک چھڑکتی ہے شبنم گلون کے زخمون پہ — دکھا کے تم لب دندان جو کھلکھلاتے ہو

تصور کس طرح بھولے ترا اس چشم گریان کو
نکالے مینہ برستے بن کوئی کیا گھر سے مہمان کو

نکالون کس طرح سینہ سے اپنے تیر جانان کو
نہ بیکان دل کو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکان کو

رکھا مہمان بہانہ سے ترے اس ماہ تابان کو
بڑے ہی وقت کام آیا مرے رحمت کے باران کو

متفرقات

دیکھا دم نزع دل آرام کو
عید ہوئی ذوق ولے شام کو

تم سی مل کر نہ غرفہ سے نکالا منھ کرو
اور نہیں گر مانتے تو جاؤ کالا منھ کرو

اشکباری مری مژگان کی ذرا دیکھیں تو
کتنے پانی مین ہین فوارے بھلا دیکھیں تو

یا تو پاس دوستی تجھ کو بت بیباک ہو
یا مجھی کو موت آجائے کہ قصہ پاک ہو

غیر نے ایسا پڑھایا کچھ مرے محبوب کو
لاکھ ہجون سے پڑھا اس نے مرے مکتوب کو

جتنا ہے نمک سینہ میں مرے زخمون مین کھپاؤ
پلکون سے اٹھاؤ گے نہ ہاتھون سے گراؤ

رشک آبی آپ کو گر دل پسند ہو
دریا پری حباب کے شیشہ مین بند ہو

ٹک دیکھو اس لذت پیکان کے اثر کو
جنبش مرے اشک سے ہے لب زخم جگر کو

دم ذبح تیغ جفا مین جب تری بہتا آب حیات ہو
تو شہید ناز کو کیونکہ پھر نہ حیات بعد ممات ہو

جو مذاق شعر کو اسے پری مین چکھاؤن تیری شکر لبی
قلم انگلیون مین جو ہے مری ابھی رشک شاخ نبات ہو

جو ہین کرتے میرے لئے دعا کہ ہو دام عشق سے دل رہا
تو ہے دل یہ کہتا کہ اے خدا نہین اس جنون سے نجات ہو

مجھے کہتے سب ہین کہ صبر کر جو نہین تو صبر سے درگذر
سر حسن و عشق پری مین پر نہ وہ بات ہو نہ یہ بات ہو

سر راہ کشتۂ ناز کا وہ مزار ہے نظر آرہا
پڑھو آج اس پہ بھی فاتحہ چلو داخل حسنات ہو

ترا حسن وہ بت مہ جبین کہ ہے صدقہ جس پہ زمان و زمین
جو دکھائے رخ تو ہو دن وہین جو چھپائے منھ ابھی رات ہو

جو ہین مرتے حسن صفات مین وہ رہین گے ایسی ہی بات مین
تو فنا ہو ذوق اُسی ذات مین کہ جو ذات جملہ صفات ہو

کوسون کیا تنگی زمانے کو
کہ نہین جا ہے سر اُٹھانے کو

قصد کعبہ کا تھا پھرے اُلٹے
چوم کر اُسکے آستانے کو

تو مکدر نہو تو عشق مین ہم
ایک آندھی ہین خاک اُڑانے کو

یہانتک لاغری ہے اس ترے بیمار کے تن کو
عجب کیا ہے جو سمجھے طوق گردن چشم سوزن کو

زیادہ ہوتا ہے پیری مین از بہ نفس امارہ
یہ بالون کی سفیدی شہ ہے اس مار رہزن کو

کمند نام و شہرت کھینچ لائی ہے عدم سے بھی
لپٹ کر مثل طوق فاختہ عنقا کی گردن کو

کچھ کی رقم شوق نے تاثیر جو پیدا
اُٹھنے لگا قاصد کا قدم اور زیادہ

لذت کی محبت سے ہے ہر زخم جگر کو
ذوق نمک درد و الم اور زیادہ

کرنے کو سیہ نہ ورق چرخ کو اے دل
نالے سے نہین کوئی قلم اور زیادہ

کیا ہوویگا دو چار قدح سے مجھے ساقی
مین لونگا ترے سر کی قسم اور زیادہ

گر میری طرح دوش پہ ہو بار محبت
ہو پشت فلک مین ابھی خم اور زیادہ

دشمن کی نہ جا سیدھی نگاہو نپہ کہ جون تیغ
سیدھی تو ہے لیک اُسمین ہے خم اور زیادہ

ہو جس کو بس مرگ بھی یاد دہن تنگ
تنگ اُسکو کرے کنج عدم اور زیادہ

اُس زلف کے مارے کی اگر خاک کو چھانے
پیدا دم افعی مین ہو سم اور زیادہ

اُس شوخ ستمگر کو مری مرگ ہے منظور
ہے زہر نہ کھانا مجھے سم اور زیادہ

ہستی تنک مایہ نے کچھ بھو نکا ہے ایسا
اُبھرے ہے حباب لب دم اور زیادہ

وہ دل کو چرا کر جو لگے آنکھ چرانے
یارونکا گیا اُنپہ بھرم اور زیادہ

ہے سوز محبت سے مری خاک مین گرمی
کیونکر نہ اُٹھا دے وہ قدم اور زیادہ

دکھلائے جو وہ صید فگن چشم کی شوخی
ہو آہوے رم دیدہ کو رم اور زیادہ

ہے روغن نفطاب مرے گریہ مین کہ اے چشم
بھڑکے ہے جو یون آتش غم اور زیادہ

ہے نکہت ریحان کا دماغ اب کسے تجھ بن
آتا ہے مرا ناک مین دم اور زیادہ

جو پیٹ کے ہلکے ہین پچے بات کب اُنسے
روکین تو اُبھر جاے شکم اور زیادہ

مہمیز سر خار سے نکلا سر صحرا
کچھ توسن وحشت کا قدم اور زیادہ

صید دل عاشق مین ہے مصروف وہ کافر
بیخوف ہین اب صید حرم اور زیادہ

گو سرمہ کرے خاک خرابات کو صوفی
سوجھین اُسے پھر لوح و قلم اور زیادہ

اے خنجر خونخوار نہ پرسش مین کمی کر
ہان تجکو مرے سر کی قسم اور زیادہ

خبر کر جنگِ نوفل کی تو مجنون اہلِ ہامون کو
کہ بادہ تا صبا کھچوائے شاخِ بیدِ مجنون کو

دیا مین ترے حسن کے بالے مین بھنور دو
اور اس پہ غضب یہ کہ پڑے اُس مین گرد و

جاتے ہین اب تو لوٹنے بتِ لالہ فام کو
اپنا تو بس سلام ہے دار السلام کو

حق نے تجھکو اک زبان دی اور دیے ہین کان دو
اسکے یہ معنے کہے اک اور سُنے انسان دو

کہے ایک جب سن لے انسان دو
کہ حق نے زبان ایک دی کان دو

نہ شبنم کو کہو بلبل سے لے آنسو
یہ ہنستے ہنستے نکلے گل کے آنسو

ردیف ہائے ہوز

مرتے ہین ترے پیار سے ہم اور زیادہ
تو لطف مین کرتا ہے ستم اور زیادہ

دین کیونکہ نہ وہ داغِ الم اور زیادہ
قیمت مین بڑھے دل کے درم اور زیادہ

ساتھ اپنے ہے اب فوجِ الم اور زیادہ
گر تو بھی بلند آہِ علم اور زیادہ

تیز اُسنے جو کی تیغِ ستم اور زیادہ
مشتاق شہادت ہوے ہم اور زیادہ

سر کٹ کے سرافراز ہین ہم اور زیادہ
جون شاخ بڑھے ہو کے قلم اور زیادہ

گر شرحِ جنون کیجیے رقم اور زیادہ
ہو چاک ابھی جیبِ قلم اور زیادہ

دیتا ہے وہ دمباز جو دم اور زیادہ
شیشے کی طرح پھولے ہین ہم اور زیادہ

گھبرا جو یاد آیا ترا ہو کے ہم آغوش
گھبرانے لگا سینے مین دم اور زیادہ

ہوش و خرد گئے نگہِ سحر فن کے ساتھ
اب جو ہے اپنی بات سو دیوانے پن کے ساتھ

ہے اُن کی سادگی بھی تو کس کس پھبن کے ساتھ
سیدھی سی بات بھی ہے تو اک بانکپن کے ساتھ

روز آفتیں نئی ہیں دل پر محن کے ساتھ
جب دیکھو زخم تازہ ہے زخم کہن کے ساتھ

یاد آگیا ترا قدِ رعنا جو باغ میں
کیا کیا لپٹ کے روئے ہیں سرو چمن کے ساتھ

وحشی کو ہنسنے دیکھا اُس آہو نگاہ نے
جنگل میں پھر رہا تھا قلانچیں ہرن کے ساتھ

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنون
ٹکڑے اُڑا دے جسم کے تو پیرہن کے ساتھ

افسردہ دل کے واسطے کیا چاندنی کا لطف
لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

پایا ذرا اثر نہ کہیں رات بھر پھرے
سر مارتے پہ آہ سپہر کہن کے ساتھ

اللہ ری لاغری کہ ترے ناتوان کی لاش
اُڑتی پھرے ہے بوئے عبیر کفن کے ساتھ

دوزخ میں بھی پڑیں تو نہ سیدھے ہوں کج سرشت
آتش میں پیچ و خم ہیں رسن کے رسن کے ساتھ

بزمِ صنم میں حضرت دل ذکر کعبہ کیا
تھی جس چمن کی بات گئی اُس چمن کے ساتھ

ان ناتوانیوں میں بھی پا تک ہے شوقِ دل
گویا چمن میں اُڑ کے نسیم چمن کے ساتھ

ہوں زلفِ عنبرین کا جو کشتہ تو کیا ہوا
لکھ دو کفن سیاہی مشکِ ختن کے ساتھ

منظور تجھکو کب ہے یہ اے میرے آفتاب
ہو کوئی تیرہ بخت ترا سایہ بن کے ساتھ

گندم ہے سینہ چاک فراق بہشت میں
آدم کو کیا ہو گی محبت وطن کے ساتھ

لب پر ترے پسینہ کی بوندا اے عقیق لب
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

چشم و دہان حرص سے کون پُر مرگ
بخیہ کا تار اُن کے ہے تارِ کفن کے ساتھ

آخر چمن سے نکہت گل کر گئی سفر
خانہ بدوش کو نہیں الفت وطن کے ساتھ

اللہ رے تابِ حسن کہ اُسکا دُرِ بلاق
چشمک زنی کرے ہے سہیل یمن کے ساتھ

داغِ دلِ فسردہ پہ چھالا نہ ہو نہ ہو
کام اس چراغ مردہ کو کیا ہے کفن کے ساتھ

وحشت گئی نہ بعدِ فنا بھی مرا غبار
باتیں کرے ہے سقفِ سپہر کہن کے ساتھ

کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے رُکے ہے / اُتنا ہی اُسے چاہیں گے ہم اور زیادہ
چالیس قدم ساتھ وہ تابوت کے آئے / کیا ہو جو بڑھیں چند قدم اور زیادہ
سرعت ہے ابھی نبض میں جوں موج رم برق / کیا ہوگا جو ہوگی تپ غم اور زیادہ
کہتا ہے مرا شوق جراحت کہ صد افسوس / اُس تیغ دو دم میں نہیں دم اور زیادہ
کیوں میں نے کہا تجھ سا خدائی میں نہیں اور / مغرور ہوا اب وہ صنم اور زیادہ
کہتا ہے گلے لگ کے مرے وہ دمِ خنجر / لے عشق کا بھر اُسکے تو دم اور زیادہ
ق
اُس عاشق بیچارہ کا ہے اور بُرا حال / گریے سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ
پیٹے سر بستر پہ پڑا پانوں کہاں تک / بس پانوں نہ پھیلا شب غم اور زیادہ
ق
ہے باغ جہاں میں تجھے گر ہمت عالی / کر گردن تسلیم کو خم اور زیادہ
لیتے ہیں ثمر شاخ ثمر ور کو جھکا کر / جھکتے ہیں سخی وقت کرم اور زیادہ

جو کنج قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر / ہے ذوق برابر انھیں کم اور زیادہ

اے ذوق وقت نالے کے رکھلے جگر پہ ہاتھ / ورنہ جگر کو روئیگا تو دھر کے سر پہ ہاتھ
میں ناتوان ہوں خاک کا پروانے کی غبار / اُٹھتا ہوں رکھ کے دوش نسیم سحر پہ ہاتھ
خط دیکھے دل میں تھا کہ زبانی بھی کچھ کہے / پر اُس نے رکھ دیا دہن نامہ بر پہ ہاتھ
کھاتا ہے اس طرح سے غم عشق سیر ادل / جیسے گرسنہ مارے ہے حلوائے تر پہ ہاتھ
جوں پنجشاخہ تو نہ جلا انگلیاں طبیب / رکھ رکھ کے نبض عاشق تفتہ جگر پہ ہاتھ
اے شمع ایک چور ہے باد نسیم صبح / مارے ہے کوئی دم میں ترے تاج سر پہ ہاتھ
چھوڑا نہ دل میں صبر نہ آرام نے شکیب / تیری نگہ نے صاف کیا گھر کے گھر پہ ہاتھ
قاتل کبھی نہ تو نے اُٹھائے ہزار حیف / آ کر مزار کشتۂ تیغ نظر پہ ہاتھ

ہو دیکھے اُسکو عام کے دل بیٹھ جائے ذوق / جب ناز سے کھڑا ہو وہ رکھکر کمر پہ ہاتھ

اگر دعا میرے لئے شیخ مناجات مین ہے
کہ خراب اور زیادہ ہو خرابات مین ہے

تو جان ہے ہماری اور جان ہی ہے سب کچھ
ایمان کی کہین گے ایمان ہی ہے سب کچھ

لے نگاہ مہر سے دل ست بچشم قہر دیکھ
گر دئے سے جو مہرے تو دے نہ اُسکو زہر دیکھ

گہ دہ ترک کہ جسکی نہین جفا کی پناہ
اور اُسکی آنکھ وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ

زیادہ ہوگا توکل سے بھی کہین روزہ
کہ اُسمین آیا تو روزی ہے اور نہین روزہ

ردیف یاے تحتانی

ہے ترے رنگ خط رخسار سے
دل مین آئینہ کے جوہر خار سے

شرح فرط حسرت دیدار سے
جو نگہ ہے کم نہین طومار سے

کھائے داغ آتش رخسار سے
کم نہین دل مرغ آتشخوار سے

ہاتھ اُٹھاؤ عشق کے بیمار سے
کوئی بچتا بھی ہے اس آزار سے

اُنس ہے کیا دلمین تیر یار سے
ہے مشابہ زخم بھی تلوار سے

میرے طرز نالہ ہاے زار سے
ٹپکے بلبل کے لہو منقار سے

یون نگہ نکلے ہے چشم یار سے
مست جیسے خانہ خمار سے

فرش گل پر گلبو ہجر یار سے
کم نہین بار رگ گل خار سے

آئینہ اُس شعلہ رخسار سے
گرم ہے دکان آتش کار سے

بے نصیب ایسے ہین گر دیدار سے
کسی دو آنکھون کو نظر کے تار سے

جلد آ کہ مرنہ جاے کوئی خانمان خراب — ٹکرا کے اپنا سر در بیت الحزن کے ساتھ
تیرے بلاکش اژدرِ دوزخ کو کھینچ لیں — اک آتشیں کمندِ دلِ شعلہ زن کے ساتھ

ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا
جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

جنوں کے جیب دری پر ہیں خوب چلتے ہاتھ
سلوک سینے سے بھی کچھ تو کر لے چلتے ہاتھ

ملا جو غیر نے عطر اُس کو واں تو رشک سے یاں
لکیریں مٹ گئیں ہاتھوں کی ملتے ملتے ہاتھ

نہ آیا گور پہ میری وہ بے وفا ورنہ
گلے لگانے کو تربت سے بھی نکلتے ہاتھ

جو چھیڑے برق کے شعلہ کو تیرا سوختہ جان
تو وہ کہے کہ لگا تو نہ چلتے چلتے ہاتھ

فقیرِ زہد میں گر ہاتھ اُٹھائے عالم سے
تو پہونچے عرش پہ وہ کودتے اُچھلتے ہاتھ

مریضِ سوزِ محبت کی دیکھتا گر نبض
تو پھر طبیب کے بھی آبلوں سے جلتے ہاتھ

کوئی جو کام ہو پیری میں کس طرح ہو ذوق
نہ اب ہیں پاؤں سنبھلتے نہ ہیں سنبھلتے ہاتھ

متفرقات ردیف ہاے ہوز

رقعہ چوری سے اُسے بھیجا ہے انجان کے ہاتھ — کیسی رسوائی ہے پڑ جائے جو دربان کے ہاتھ

دل کو ہر دم عالمِ معنی سے ذوق
ہے خبر آتی نفس کے تار سے

ترے کوچے کو وہ بیمارِ غم دار الشفا سمجھے | اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے
نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے | اسے تیرِ قضا اُسکو پرِ تیرِ قضا سمجھے
شہیدانِ محبت خوب آئینِ وفا سمجھے | بہا خون کو ہے قاتل میں اُسی کو خونبہا سمجھے
غلط فہمی ہماری تھی جو اُن کو آشنا سمجھے | ہم اُن کو دیکھو کیا سمجھے تھے اور وہ ہمکو کیا سمجھے
وہی کچھ لطف کام اس زندگانی کا مزا سمجھے | جو زہرابِ تیغِ یار کو آبِ بقا سمجھے
ہر اک گردش میں سو انداز ناز فتنہ زا سمجھے | فلک کو ہم کسی کافر کی چشمِ سرمہ سا سمجھے
ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے | اور اُس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت سے خدا سمجھے
برائی میں ہماری وہ اگر اپنا بھلا سمجھے | برا سمجھے برا سمجھے برا سمجھے برا سمجھے
تجھے اے سنگدل آرامِ جان مبتلا سمجھے | پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے
وہ ہمسے خاکساروں کو جب اپنا خاکِ پا سمجھے | ہم اپنی خاکساری اپنے حق میں کیمیا سمجھے
ترے کشتے جو یوں خوابِ عدم سے یکبیک چونکے | مگر شورِ قیامت کو تری آوازِ پا سمجھے
نسیمِ صبح گلشن میں اگرچہ ہو دمِ عیسیٰ | ترا بیمارِ غم تجھ بن سمومِ جانگزا سمجھے
رواں ہوتا ہے اس بستان سرا سے کاروانِ گل | چٹکنے کو صبا غنچے کی آوازِ درا سمجھے
نہ دے رخصت نظر کو میری جانب کیوں تغافل سے | اسے بھی آپ کیا میرا ہی بختِ نارسا سمجھے
حساب اصلا نہ پوچھے مجھسے میرے لگے زخموں کا | حسابِ دوستاں دردل اگر وہ دلربا سمجھے
حکایت دل کی کہتا ہوں سمجھتے ہو شکایت ہے | تمھیں سمجھو ذرا دل میں نہ سمجھے بھی تو کیا سمجھے
اگر دل کو نکالا چیر کر پیکاں تو رہنے دے | کہ عاشق اپنے پہلو میں اسی کو دل کی جا سمجھے
کرے آہِ رسا میری جو سیرِ عالمِ بالا | فلک کو بھی یوں ہیں اک آبلہ سا زیرِ پا سمجھے
ہنسے ہے زخمِ دل تدبیر پر جراح کی کہدو | انہیں ٹانکے نہ سمجھے خندۂ دنداں نما سمجھے

مارے گر سیلی وہ زلفِ پر عرق
جھڑ پڑین دندان دہان مار سے

خنجرِ موجِ تبسم سے ترے
گل چمن مین ہین جگر افگار سے

وائے قسمت تلخکامی ہو نصیب
ہملوا اُسکے لعل شکر بار سے

کرتا ہے دستِ جنون جب کشمکش
جی اُلجھتا ہے نفس کے تار سے

سُن کے میری جانکنی کو کوہکن
جون صدا اُلٹا پھرا کہسار سے

یہ بھی اُس نازک بدن کو بار ہو
گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نقطۂ خال اُسکا سودا خیز ہے
پھرتے ہین اک پانون ہم پرکار سے

اُٹھ چکا وہ ناتوان جو رہ گیا
دب کے تیرے سایۂ دیوار سے

توبہ توبہ کبھی استغفار ہے
وقتِ توبہ میری استغفار سے

اپنے دامن کو بچا کر جائیو
برق برسے وادیِ پرخار سے

چاہیے بحرِ محبت مین ہمین
کشتی اُس کی تیغ لنگر دار سے

اب وہ مانے جب نگہ کو ضعف سے
کم نہین مژگان کی دیوار سے

تیرے ہی پانون پہ اے قاتل گرا
سر مرا اُڑ کر تری تلوار سے

اُس دہن کا نکتۂ موزون عجب
منتخب ہے مخزنِ اسرار سے

صاف اک ابرِ شفق آلودہ ہے
زلف اُسکی سرخیِ رخسار سے

خاکِ عاشق پر اُٹھے جا بے غبار
فتنۂ محشر تری رفتار سے

ناکسون سے کیا رہین وارستگان
اُلجھے کیا دامن صبا کا خار سے

زلف کی قیچی سے دل ڈرتا نہین
بھوت بھاگے ہے وگرنہ مار سے

ق
دل کو آئینہ کے گر کر دے گداز
یار اپنی گرمیِ رخسار سے

جوہر اُس سے یون اُٹھا لین جسطرح
حرف قرطاس غلط بردار سے

بے تمیز دون کو ہو نقصانِ لطف ذوق
لین ہین نام طفل آدھا یار سے

رکھے ہے حوصلہ دریا کب اہلِ ہمت کا
نہیں یہ اتنا کہ بھر کاسۂ حباب تو دے

خنک دلوں کی اگر مشتِ خاک دوزخ میں
پڑے تو واقعی اکبار آگ داب تو دے

پہونچ رہونگا سرِ منزلِ فنا اے ذوق
مثالِ نقشِ قدم کرنے پا تراب تو دے

الٰہی چشم کے چشمہ کو اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائے جوں حباب تو دے

دلِ برشتہ کو میرے نہ چھوڑا اے میخوار
جو لذت اسمیں ہے ایسا مزا شراب تو دے

کہاں بجھی ہے نہ خاک میری آتشِ دل
کہو ہوا سے ہلا دامنِ سحاب تو دے

تمھارے مطلعِ ابرو پہ خال کہتا ہے
کہ ایسا نقطہ کوئی وقتِ انتخاب تو دے

درِ قبول ہے دربان نہ بند کر درِ یار
دعاے خیر ذرا ہونے مستجاب تو دے

شہید کرنا ہے قاتل تو پھر ہے جلدی کیا
ذرا ٹھہرنے تو تیغِ اضطراب تو دے

زبانِ خنجرِ قاتل نے کیا کہا تجھ سے
دلِ شہید تو چپ کیوں ہے کچھ جواب تو دے

کرے گا قتل وہ اے ذوق تجکو سرہے
نگہ کی تیغ کو ہونے سیاہ تاب تو دے

کب حق پرست زاہدِ جنت پرست ہے
حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے

دل صاف ہو تو چاہیئے معنی پرست ہو
آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے

درویش ہے وہی جو ریاضت میں چست ہو
تارک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے

جز زلف سوجھتا نہیں اے مرغِ دل تجھے
خفاش تو نہیں ہے کہ ظلمت پرست ہے

دولت کی رکھ نہ مارِ سرِ گنج سے اُمید
موذی وہ دیگا کیا کہ جو دولت پرست ہے

عنقا نے گم کیا ہے نشان نام کے لیے
گم گشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے

یہ ذوق مے پرست ہے یا ہے صنم پرست
کچھ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے

محبت سے ذرا گر موم ہو اُس دل شکن کا دل
دلِ شکستہ میرا اپنے حق میں مومیا سمجھے

عدد آیا ہے بنکر نامہ بر لکھا نصیبوں کا
کرینگے لیکے کیا خط مدعی سے مدعا سمجھے

مجھے آتا ہے رشک اُس رندِ مے آشام پر ساقی
نہ جو دعِ ماکدر جانے نہ جو خُذ ما صفا سمجھے

نہ آیا خاک بھی رستہ میں نقشِ عمرِ رفتہ کا
مگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے

خبر سنتے ہی قاتل سے ہوئے ہم بے خبر بالکل
ترے پیغام کو گویا کہ پیغامِ قضا سمجھے

نحوست بھی سعادت ہو گئی سودے میں زلفوں کے
گلیمِ تیرہ بختی سر پہ ہم ظلِ ہما سمجھے

کشادہ کار ہم نے پنجۂ تقدیر کو سونپا
خرد کے تیز ناخن ناخنِ انگشتِ پا سمجھے

بلا اُس زلف کی مصرع میں ہے مضمونِ پیچیدہ
اسی سے یہ کھلے جو معنیٔ ناز و ادا سمجھے

ہوا نے زلف کو چھیڑا اور اپنا دل لرزتا ہے
کہیں ایسا نہ ہو دے سمجھے وہ کافر ادا سمجھے

سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوق اُس کی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے
نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

بجھے گا سوزِ دل اے گریہ پہلے آنچ تو دے
وگرنہ آگ میں دینا یونہیں عذاب تو دے

گذر کے گریہ مرے سر سے اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائے جوں حباب تو دے

کھلے ہے ناز سے گلشن میں غنچۂ نرگس
ذرا دکھا اُسے تو چشمِ نیم خواب تو دے

بلا سے آپ نہ آئیں پر آدمی اُن کا
تسلّی آ کے مجھے وقتِ اضطراب تو دے

صبا بگولہ بنا اس اسیرِ زلف کی خاک
کہ بعدِ مرگ بھی معلوم پیچ و تاب تو دے

بلا سے کم نہ ہو گریہ سے میرا سوزِ جگر
بجھا بجھا اُن کی ذرا آتشِ عتاب تو دے

شکار بستۂ فتراک کو ترے معذور
ہوا نہ یہ بھی کہ بوسہ سرِ رکاب تو دے

نشے میں ہوش کسے جو گنے حساب کرے
جو تجھکو دینے ہیں بوسے بلا حساب تو دے

جواب نامہ نہیں گر تو رکھ دے نامۂ یار
جو پوچھیں قبر میں عاشق سے کچھ جواب تو دے

دل مین شکل یار کب آئے نظر بے اضطراب
دیکھ لو سیماب بن آئینہ بے تمثال ہے

بسکہ ہے نور وزا بنا آفتاب بادہ سے
دور ساغر ہم کو ساقی گردشِ یکسال ہے

کھل گیا مضمون شکست دل کا بن خط کے پڑھے
نامہ بر کا اسقدر اپنے شکستہ حال ہے

ہے اسیرانِ محبت کی بلا سینے مین آگ
شعلۂ جوالہ سان طوقِ گلو تک لال ہے

ہوتے ہین اعضاے بوسیدہ مرے تن سے جدا
کھینچی تصویر مجنون کی ترے اشکال ہے

روز محشر سے کئی دن دیکھنے کو چاہیین
گو یہی اے ذوق طول نامۂ اعمال ہے

موے سرِ ماران سیہ کا ایک سراسر لشکر ہے
مانگ جو ہے جو اک مار سفید اُس لشکر کا سر لشکر ہے

آبلہ ہاے سینہ جو خیمے سے دکھلائی دیتے ہین
مزرعۂ دل پر میرے گرتا غم کا آ کر لشکر ہے

ہو وے دل مظلوم ہمارا کیون نہ شہید دشت بلا
درپے اُسکے شاہیون کا وہ زلفِ معنبر لشکر ہے

موذی زحمت کش کو ایذا کیونکہ نہ دیوین جمع ضعیف
دشمن مار زخم رسیدہ مور کا اکثر لشکر ہے

کعبہ توبہ خدا ہی رکھے آج کہ جوشِ ابر نہین
ایک اصحابِ فیل کا سایہ دوش ہوا پر لشکر ہے

ہین وہ شاہِ کشور غم ہون یار و جسکے ساتھ سدا
جوشِ اشک کی دولت ہے جون موج سمندر لشکر ہے

گاہ ہجوم یاس مین ہے دل گاہ ہجوم حسرت مین
ہے یہ مرد سپاہی پیشہ پھرتا لشکر لشکر ہے

زخمِ دل پر کیون مرے مرہم کا استعمال ہے — مشک گر مہنگا ہے تو کیا خون کا بھی کال ہے

قبر مین عاشق جو تیرا مضطرب احوال ہے — لوحِ تربت پر بھی لکھا سورۂ زلزال ہے

عشق کو گر امتحان پر میرے قصدِ فال ہے — جوشِ داغِ دل ہجومِ نقطۂ رمال ہے

اب تو جان ناتوان کا ضعف سے یہ حال ہے — لب تلک بھی اُسکو آ جانا رہِ صد سال ہے

ہے جانا تھا کعبِ پا مین تمھارے خال ہے — لیکن اب دیکھا سویداے دلِ پامال ہے

ابر برسون رو چکا پر سوزِ غم سے اب تلک — خاک میرے ڈھیر کی اُڑنے مین جیسے ال ہے

میرے دودِ آہ سے یا تنک زمانہ ہے سیاہ — آفتابِ آسمان زنگی کے منھ کا خال ہے

پوچھتے کیا ہو شکستِ دل کی صورت دیکھ لو — نامہ ہے چین بر جبین قاصد شکستہ حال ہے

مین وہ مجنون ہون کہ میرا کاغذِ تصویر بھی — مثلِ عیدی باعثِ خوشنودیِ اطفال ہے

بارِ عشق اُس بت کا سر پر رکھ لیا جو ہو سو ہو — اب کسے پروا ہے سو من ہے کہ اک مثقال ہے

جب سے ہے دل مین کسی کی نوکِ مژگان کا خیال — نشترِ زنبور ہے تن پر مرے جو بال ہے

غم نہین صیاد کو ورنہ مری فریاد سے — ہے قفس تو سینہ چاک اور دل مشبک جال ہے

جوشِ گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو ماجرا — چادرِ آبِ روان منھ پر مرے رومال ہے

دل پہ ہون گر داغِ سوزانِ عشق مین اے کوہکن — پھر تو خسرو کا بھی گنجِ سوختہ کیا مال ہے

کھاؤن مین ہیرا جو اُس بن کیونکہ دل ٹکڑے نہو — جو رگِ پا ہے وہ مجکو شیر کا سا بال ہے

ہین جہان مدفن تمھارے کشتگانِ زلف کے — نخل کی جا بیدِ مجنون ہے وہان یا جال ہے

شوخ قاتل کو مرے کیا چاہئے ہے رنگِ پان — خونِ اعجازِ مسیحا سے لب اُسکا لال ہے

غنچہ قون سے کس کی دل خون تھا کہ میری خاک پہ — نوکِ برگِ سبزہ جون منقارِ طوطی لال ہے

اُسکی ٹھوکر کا ہون دیوانہ کہ جسکے پاؤن مین — گردشِ رنگِ پری سے حلقۂ خلخال ہے

آئے وہ شاید عیادت کو کہ با صد ضعفِ حال — آئی مژگان پر نظر بھی بہرِ استقبال ہے

وادیِ وحشت مین بھی جا کر نہ اپنا دل کھلا — پنجۂ مژگانِ آہو شیر کا چنگال ہے

عشق ہے اے ذوقؔ وہ کافر کہ جسکے ہاتھ سے
شیخ صنعان سا مسلمان رند بد مشرب بنے

کچھ نہین چاہئے تجہیز کا اسباب مجھے
عشق نے کشتہ کیا صورتِ سیماب مجھے

اُسنے مارا رخِ روشن کی دکھا تاب مجھے
چاہئے بہر کفن چادرِ مہتاب مجھے

کل جہان سے کہ اُٹھا لائے تھے احباب مجھے
لیچلا آج وہین پھر دلِ بیتاب مجھے

چمن دہر مین جون سبزۂ شمشیر ہون مین
آب کے جائے دیا کرتی ہے زہراب مجھے

مین وہ مجنون ہون کہ مجنون بھی ہمیشہ خط مین
قبلہ و کعبہ لکھا کرتا تھا القاب مجھے

جو مرے واقفِ جوہر ہین وہ رکھتے ہین عزیز
تیرہ بختی مین بھی جون تیغ سیہ تاب مجھے

کنج تنہائی مین دیتا ہون دلاسے کیا کیا
دلِ بیتاب کو مین اور دلِ بیتاب مجھے

ق

مین نہ تڑپا جو دم ذبح تو باعث یہ تھا
کہ رہا مدِنظر عشق کا آداب مجھے

ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک ہوگا
لیوے اس طرحسے زانو کے تلے داب مجھے

ہو گیا جلوۂ انجم مری آنکھون مین نمک
کیونکہ آئے شبِ ہجران مین کہو خواب مجھے

لیتے ہی دل جو عاشقِ دلسوز کا چلے
تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

تم چشمِ سرمہ گین کو جو اپنی دکھا چلے
بیٹھے بٹھائے خاک مین ہمکو ملا چلے

دیوانہ آکے اور بھی دل کو بنا چلے
اک دم تو ٹھہر داور کہ کیا آئے کیا چلے

ہے لطف سیر باغ جہان خاک اُڑا چلے
شوقِ وصال دلمین لئے یار کا چلے

غیرون کے ساتھ چھوڑکے تم نقش پا چلے
کیا خوب پھول گور پہ میری چڑھا چلے

دکھلاکے مجکو نرگسِ بیمار کیا چلے
آوارہ مثلِ آہوے صحرا بنا چلے

اے غم مجھے تمام شبِ ہجر مین نہ کھا
رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے

بل بے غرورِ حسن زمین پر نہ رکھے پانْون
مانندِ آفتاب وہ بے نقشِ پا چلے

خال چشم جانان کا مژگان سے تجمل دیکھو تو
اُترا پشت ماہی پہ کیا لے کے سکندر لشکر ہے

ہوئے امام برحق پیدا ذوق اگر تو دیکھے ابھی
ہوتا گرد اسلامیون کا جون سبحہ گوہر لشکر ہے

میری خاکستر اُڑی تھی جس سے گردون سب بنے
اُسمین کچھ اخگر جو باقی تھے سو وہ کوکب بنے

دل کو رکھدون اُس دمِ شمشیر پر گر ڈھب بنے
تا یہ قربانی صراطِ عشق پر مرکب بنے

خال اے خورشید رو رخ پر تمھارے جب بنے
تیرہ بختانِ محبت سوختہ کوکب بنے

عشق تعلیم نیاز و ناز یک جان کیونکہ ہو
گر نہ مجنون آن کر لیلی کا ہم مکتب بنے

جو نہون عقدے کبھی جون غنچۂ تصویر وا
وائے قسمت وہ ہمارے عقدۂ مطلب بنے

بے سیہ کاری سے نامہ یان تلک اپنا سیاہ
روز محشر پر پڑے گر سایہ اُسکا شب بنے

سرمۂ چشم کواکب کیا بنے ہے دودِ آہ
ایسا کاجل بن کہ جس سے اُسکا خال لب بنے

صحبت عیسے بنائے خر کو انسان کس طرح
تربیت سے دانش نااہل دانا کب بنے

موذیون کو حق نے دے آنکھیں گتا دین بلا
عین حکمت تھی کہ معدوم البصر عقرب بنے

آفتابِ حشر ہے یارب کہ نکلا گرم گرم
اشک خونین دل جلون کے دیدۂ نمناک سے

چشم کو بے پردہ ہو کس طرح نظارہ نصیب
کرتا وہ پردہ نشین پردہ تو ہے ادراک سے

بیت ساقی نامہ کی لکھو کوئی جاے دعا
مے پرستونکے کفن پر کلکِ چوب تاک سے

عیبِ ذاتی کو چھپا ئیگا نہ حسنِ عارضی
زیب بد اندام کو ہو ذوق کیا پوشاک سے

الگ تا ہووے کھچ کھچکر مرا ہر تار دامن سے
نہ دامن خار سے چھوٹے نہ چھوٹے خار دامن سے

خبر لون جیب کی یا مین رہون ہشیار دامن سے
جنون الجھے ہین ناخن جیب سے اور خار دامن سے

لگے ہے اس تمنا مین مرے ہر خار دامن سے
کہ رزن دستا مین گر ہو عطا اک تار دامن سے

لگے اُس شعلہ خو کے کون مجھ سا زار دامن سے
الجھ سکتا ہے کوئی برق کے بھی خار دامن سے

کرے گر دھوتے دھوتے تو جدا ہر تار دامن سے
نہ چھوٹے خون مرا پر تیرے اے خونخوار دامن سے

کیا تونے کنارہ ہمسے اور ہاتھونکی جستی سے
گریبان ہمکنار آکر ہوا اے یار دامن سے

تمھارے جلوۂ رخ کے جو بسمل خاک پر لوٹین
تو پریان آکے پونچھین لے پری رخسار دامن سے

مکدر ہو وہ گل کیا کیا جو نادانستہ لگ جاوے
ذرا آکر نسیم دامنِ گلزار دامن سے

ترے جو سجدۂ در سے جبین ہو خاک آلود
نہ پونچھین حور عین کے اے پری رخسار دامن سے

ہوا بے پردہ بھی ہمسے تو اُسنے یون کیا پردہ
بنایا درمیان اک پردۂ دیوار دامن سے

وہی زیبا ہے اُسکے واسطے جو قطع ہے جسکی
نکل سکتا ہے کوئی آستین کا کار دامن سے

ابِ انگوشش جہت مین ہفت دریا لوگ کہتے ہین
گرے تھے اشک کے قطرے مرے دو چار دامن سے

پھیرون کھینچے ہوے کوسون مین اپنے زور وحشت سے
اگر بندھ جائے میرے دامن کہسار دامن سے

جلین گے آتش رنگ حنائی پانسے گھر کتنے
بلا ہنگام جو وقت گرمی رفتار دامن سے

ڈکھانے صدمہ زنجیر نے یہ پانون مجنون کے
کہ اک صدمہ سا پہونچے ہے دم رفتار دامن سے

عزیزا صلا نہین سرمایۂ ہمت کہ دریا نے
گرہ دیکھا نہ باندھا گوہر شہوار دامن سے

کیا لے چلے گلی سے تری ہم کہ جون نسیم
آئے تھے سر پہ خاک اُڑانے اُڑا چلے

افسوس ہے کہ سایۂ مرغ ہوا کی طرح
ہم جسکے ساتھ ساتھ چلے وہ جدا چلے

قاتل جو تیرے دل مین رکاوٹ نہو تو کیون
رُک رُک کے میرے حلق پہ خنجر ترا چلے

ہے گل کا دل تو سنبل پیچان کے دام مین
کیا اُڑ کے تجھ سے طائر نکہت بھلا چلے

ہو کر سوار توسن عمر رواں پہ آہ
ہم اس سرائے دہر مین کیا آئے کیا چلے

لبریز ہو گیا مرا شاید کہ جام عمر
تم وقت نزع ہو کے جو مجھسے خفا چلے

سلجھائین زلفین کیا لب دریا پہ آپ نے
ہر موج مثل مار سیہ تم بنا چلے

دنیا مین جب سے آئے رہا عشق گلرخان
ہم اس جہان مین مثل صبا خاک اُڑا چلے

قاتل سے دخل کیا ہے کہ جانبر ہو اپنا خون
گر اُڑ کے مثل طائر رنگ حنا چلے

فکر قناعت اُن کو میسر ہوئی کہان
دنیا سے دل مین لیکے جو حرص و ہوا چلے

آلودہ سرمہ سے نہ ہوئی چشم مین نگاہ
دیکھا جہان سے صاف ہی اہل صفا چلے

کیا دیکھتا ہے ہاتھ مرا چھوڑ دے طبیب
یان جان ہی بدن مین نہین نبض کیا چلے

لیجائین تیرے کشتہ کو جنت مین بھی اگر
پھر پھیر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے

اُس روئے آتشین کی تصور مین یاد رکھ
ہے کیا غضب کہ آگ لگے اور ہوا چلے

اے ذوق ہے غضب نگہ یار الحفیظ
وہ کیا بچے کہ جسپہ یہ تیر قضا چلے

پاک رکھا اپنا دہان ذکر خدائے پاک سے
کم نہین ہرگز زبان منھ مین ترے مسواک سے

جب بنی تیر حوادث کی کمان افلاک سے
خاک کا تودہ بنا انسان کی مشت خاک سے

جس طرح دیکھے قفس سے باغ کو مرغ اسیر
جھانکتا ہے دل تجھے یون سینۂ صدچاک سے

تیرے صید نیمجان کی جان نکلے کس طرح
یہ تو وابستہ ہے تیرے دامن فتراک سے

بیٹھا دوزخ مین بہارین خلد کی دیکھا کرے
وان کی آتش ہو جو اُنکے روئے آتشناک سے

بدنصیبی سے مری اُس بام پر ٹوٹی کمند
ورنہ میں کیا وہ نہ ٹوٹے مجھ سے دس کے بوجھ سے

یہ اسیری میں گراں خاطر ہوں میں جاتا ہے ٹوٹ
آہنی قلاب بھی میرے قفس کے بوجھ سے

زندہ تو ڈوبے ہے اور تیرے ہے مردہ آب میں
بوجھ شاید جسم کا کم ہے نفس کے بوجھ سے

باندھ دے ناقہ کی گردن میں دلِ نالاں قیس
بوجھ اُس کا کم ہے اے لیلیٰ جرس کے بوجھ سے

نکلے دنیا سے کہاں احمق اُٹھا کر بارِ حرص
رہ گیا یہ تو گدھا دلدل میں پھنس کے بوجھ سے

شاخِ گل کیا مال ہے گر ہم گراں جانی پہ آئیں
توڑ دے لوہے کے حلقے کو قفس کے بوجھ سے

مت لگا اے عشق دل کے آبلہ پر نقشِ غم
ٹوٹ جائیگا یہ گنبد اس مگس کے بوجھ سے

سر جھکاتے ہیں وہ آزاد اپنا کب مانند سرو
ہے سبکباری جنھیں بارِ ہوس کے بوجھ سے

اپنے دامن میں نہ لے میرے گل لختِ جگر
جی دھڑکتا ہے کہیں چولی نہ مسکے بوجھ سے

کیا ہوا دل نے لیا گر ایک کوہِ غم اُٹھا
یہ نہیں اے ذوق دبتا ایسے دس کے بوجھ سے

ازی بھی نہین دیتے خلش گر کو ہین آرائش
کہ صحرا پونچھتا ہے کب سنانِ خار دامن سے

سرایت کچھ جو خون کوہکن کر جائے پتھر مین
نکالے لعل ہے پتھر کی جا کہسار دامن سے

فرشتے تیرے دامن کو بنائین جانماز اپنی
اگر دھو ڈالے تو داغِ مے پندار دامن سے

مرے بازؤن کے چھالے تجھ سے ہین کیا لیا نشکل
جو کوئی ٹوٹ جاتا ہے اُلجھ کر خار دامن سے

مرا آنسو ہے وہ زہر آب نیلا ہو بدن سارا
خدا ناخواستہ لگ جائے اے غمخوار دامن سے

ترے مجنون کو ہے وہ جامۂ عریان تنی زیبا
کہ جسکو آستین سے ننگ ہے اور عار دامن سے

جدا اگر سر ہو تن سے اور جدا ہون ہاتھ شانون سے
جدا ہو پر نہ ہاتھ اپنا ترے اے یار دامن سے

ترا مجنون ذرا اتنا گران جان ہے نہ اٹھنے دے
لپٹ جائے اگر مر مر کے مثلِ خار دامن سے

یہ تجھ بن اشکباری ہے کہ آنسو پونچھتا ہون مین
کبھی تو آستین سے اور کبھی اے یار دامن سے

کہان ہے موسمِ طفلی کہ ہم دامن سوار و نین
کیا کرتے تھے کار توسنِ رہوار دامن سے

مرا وہ گریۂ غم خندۂ عشرت سے بہتر ہو
اگر آنسو مرے پونچھے وہ گلرخسار دامن سے

دین وہ آلودہ دامن ہون بنائین تار سبحہ کا
فرشتے پاکدامن لیکے میرے تار دامن سے

یہ صیدِ ناتوان مثلِ پر افتادہ اُڑ جائے
لگائے گر نسیم دامن گلزار دامن سے

ہوا پنکھے کی خواب آور ہے کیا ایک جنبش مین
کرے سو فتنۂ خوابیدہ وہ بیدار دامن سے

نگاہِ بوالہوس آندھی ہے تیری خاک اُڑانے کو
چھپائے تو چراغِ شعلۂ رخسار دامن سے

نہ ہووے دل جلون کی ذوق ہمسایون سے دلداری
کہ کب فانوس پونچھے شمع کا رخسار دامن سے

ہون یہ لاغر جھک گئے قامت ایک خس کے بوجھ سے
جل گیا وہ نخلے ہے پائے مگس کے بوجھ سے

تھا قدِ رعنا بھی پر اب ہوس کے بوجھ سے
جھلملاتا ہے شعلہ اک نفس کے بوجھ سے

فرہاد ستم کش ہے وہ شمشیر کشیدہ | جسکا نہ رُکے وار فلک کی بھی سپر سے
اشکون مین بہے جاتے ہین ہم سوئے دریار | مقصود رہ کعبہ ہے دریا کے سفر سے
اُف گرمی وحشت کہ مری ٹھوکرون ہی مین | پتھر ہین پہاڑون کے اُڑے جاتے شرر سے
کچھ رحمت باری سے نہین دور کہ ساقی | رو دین جو ذرا مست تو مے ابر سے برسے
کشتہ ہون مین کس چشم سیہ مست کا یارب | ٹپکے ہے جو مستی مرے تربت کے شجر سے
کھلتا نہین دل بند ہی رہتا ہے ہمیشہ | کیا جانے کہ آجائے ہے تو اُسمین کدھر سے
نالون کے اثر سے مرے پھوڑا سا ہے پکتا | کیون ریم سدا نکلے نہ آہن کے جگر سے

اے ذوق کسی ہمدم دیرینہ کا ملنا
بہتر ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر مین گھر کرے | انسان وہ کیا نہ جو دل دلبر مین گھر کرے
تیر اُس نگہ کا گر دل مضطر مین گھر کرے | ناسور عشق زخم کے پھر گھر مین گھر کرے
چشم سیہ تمھاری نظر بھر کے دیکھے جب | لالہ مین داغ دے گل عبہر مین گھر کرے
پتلی سیاہ دیکھیو اُس چشم مست کی | بھونرا عجب ہے یون گل عبہر مین گھر کرے
یون میرے دلمین چبھتی ہے دندان کی انکے آب | ہیرے کی جون کنی کوئی گوہر مین گھر کرے
بلبل کا آشیانہ ہے گلشن مین کیا عجب | اُس رخ پہ دل جو زلف معنبر مین گھر کرے
دکھلائے جوش گریہ اگر میری چشم تر | مردم کے غرق سیکڑون پل بھر مین گھر کرے
گنبد مین گردباد کے مجنون نے گھر کیا | سرگشتہ ایسا کون کہ چکر مین گھر کرے
گلگشت چمن نہین کہ گئے صبح شام آئے | دل ہو کہ اسکی زلف معنبر مین گھر کرے
آنکھ اپنی اُسکے لب پہ عجب گھر بگڑ گئی | جون عنکبوت برگ گل تر مین گھر کرے
قاتل مرے لہو کو شتابی سے دھو کہین | جون مورچہ نہ یہ ترے خنجر مین گھر کرے
دزد نگہ تو آنکھون مین گھر کرے ہے ذوق | دل جسکا گم ہوا کہو کس گھر مین گھر کرے

رخصت اے زندان جنون زنجیرِ در کھڑکائے ہے
مژدہ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

سرِ تربت ذبح اپنا اُس کے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

واہ واہ شورِ محبت خوب ہی چھڑکا نمک
استخوان میرے ہما کس کس مزے سے کھائے ہے

ہان ذرا طاقت کہے ہے ضعف سے سینے مین دل
دیکھئے کب تک خدا کیونکر مجھے پہونچائے ہے

بس کر اے سوزِ درون یہ جانین گے دل و جگر
رحم جوشِ گریہ پھر چھاتی مری بھر آئے ہے

دل بے استغنا کہ وہ یان آتے آتے رہ گئے
اُن ری بیتابی کہ یان تو دم ہی نکلا جائے ہے

نزع مین بھی ذوق کو تیرا ہی بس ہے انتظار
جانبِ در دیکھ لے ہے جبکہ ہوش آجائے ہے

زخمی ہون مین اُس ناوکِ دزدیدہ نظر سے
جانے کا نہین چور مرے زخمِ جگر سے

ہم خوب ہین واقف ترے اندازِ کمر سے
یہ تار نکلتا ہے کہین دل کے گہر سے

گر آ بھی پھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے
تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

لبریز مئے صاف سے ہو جام بلورین
زمزم سے ہے مطلب نہ صفا سے نہ حجر سے

سرمایۂ امید ہے کیا پاس ہمارے
اک آہ بھی سینہ مین سو نا امید اثر سے

وہ خلق سے پیش آتے ہین جو فیض رسان ہین
ہے شاخِ ثمردار مین گل پہلے ثمر سے

حاضر ہین مرے توسنِ وحشت کے جلو مین
باندھے ہوے کہسار بھی دامن کو کمر سے

حال مہر و وفا کہوں تو کہیں
کمی گریے نے جلایا دل

نہیں شوق ان حکایتوں سے مجھے
ہوا نقصان کفایتوں سے مجھے

لے گئی عشق کی ہدایت ذوق
اس مری بے نہایتوں سے مجھے

الٰہی کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے
کہ اُسکے کوچے میں آج شور بأیّ ذنبٍ قُتلت ہے

غم جدائی میں تیرے ظالم کہوں نہیں کیا مجھ پہ کیا بنی ہے
جگر گدازی ہے سینہ کاوی ہے دل خراشی ہے جانکنی ہے

زمیں پہ نورِ قمر کے گرنے سے صاف اظہار روشنی ہے
کہ جو ہیں روشن ضمیر اُن کو فروغ اُنکی فروتنی سے ہے

بشر جو اُس تیرہ خاکداں میں پڑا یہ اُسکی فروتنی ہے
وگرنہ قندیل عرش میں بھی اُسی کے جلوے کی روشنی ہے

ہوئے ہیں تر گریۂ ندامت سے اسقدر آستین و دامن
کہ میری تر دامنی کے آگے عرق عرق پاکدامنی ہے

بھرے ہیں اس اپنی سادگی سے ہم آشنا جنگ و آشتی ہے
اگر نہو یہ تو پھر کسی سے نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے

لگا نہ اُس بتکدے میں تو دل جو ٹوٹتا ہے تو ٹوٹ کر مل
کہ کیسا ہی کوئی خوش شمائل صنم ہو آخر شکستنی ہے

نہیں ہے قانع کو خواہش زر وہ مفلسی میں بھی ہے تونگر
جہاں میں مانند کیمیا گر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے

کوئی ہے کافر کوئی مسلماں جدا ہر اک کی ہے راہ ایماں
خدا کے نزدیک سب ہیں اچھے وہ اسکے نزدیک ہیں برے ہیں

آتا نہین سر طلعت کیا دیر لگائی ہے
کھینچ اے کشش الفت کیا دیر لگائی ہے

قاتل تو کب آتا ہے پر پیک اجل نے بھی
یان آنے مین یا قسمت کیا دیر لگائی ہے

آنکھو مین ہے دم تیرے بیمار محبت کا
دکھلا دے کہین صورت کیا دیر لگائی ہے

آنا بھی کہین تیرا آنا ہے قیامت کا
اے دلبر خوش قامت کیا دیر لگائی ہے

پروانہ سے کہتی ہے یہ شمع کہین جل چک
ہے تجھ مین اگر جرات کیا دیر لگائی ہے

کس فکر مین ہے ساقی دے بادہ جو ہے باقی
تھوڑی ہے یہان فرصت کیا دیر لگائی ہے

ہے تیغ بکف قاتل تم مرنے پہ جانبازو
باندھو کمر ہمت کیا دیر لگائی ہے

گر قتل ہی کرنا ہے قاتل کہین جلدی ہو
لاحول ولا قوت کیا دیر لگائی ہے

یان وعدہ بھی آ پہونچا تو اب تلک آتا ہے
اللہ ری تری غفلت کیا دیر لگائی ہے

بے بادہ گلستان مین پیتے ہین لہو میکش
ساقی نے دم عشرت کیا دیر لگائی ہے

دے پھونک کہین دلکو مدت سے سلگتا ہے
اے سوز غم فرقت کیا دیر لگائی ہے

بالین پہ کہا میری ہنگامۂ محشر نے
لو اُٹھو کہین حضرت کیا دیر لگائی ہے

اُسکے لب خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ
تو اے دل پر حسرت کیا دیر لگائی ہے

اے ذوق شہید اُسکو کرتے ہین کئی عاشق
کرنی ہے اگر سبقت کیا دیر لگائی ہے

خوب روکا شکایتوں سے مجھے
تو نے مارا عنایتوں سے مجھے

کتنے کیا کیا ہین دیکھ تو اغیار
یار تیری حمایتوں سے مجھے

یہ بھی تقدیر کا لکھا کہ لکھے
خط وہ کن کن کنایتوں سے مجھے

واجب القتل اُسنے ٹھہرایا
آیتوں سے روایتوں سے مجھے

سمجھے ہے واجب الرعایت دوست
دشمنوں کی رعایتوں سے مجھے

کر نہ گریے مین تو کمی اے چشم
شوق کم ہے کفایتوں سے مجھے

کرتے یہ اشک وآہ مین تکلیف کیون عبث ۔ ہوجاتا راز دل جو نگاہون مین فاش ہے
دنبالے پر جو سرمے کے دانہ ہے خال کا ۔ گویا کہ دست چشم فسونگر مین ماش ہے
کیا شاد کو خفیف کرے ہے زبان خلق ۔ شاباش جسکو کہتے ہین وہ شاد باش ہے
اٹھے جہان ہی سے جو بستر سے وہ اُٹھے ۔ تیرا مریض عشق جو صاحب فراش ہے
بُرندہ ایک تیغ محرف سے بھی سوا ۔ اُس کج ادا نے اونکالی تراش ہے
سکن پذیر آج سے دل مین نہین ہے غم ۔ روز ازل سے اُسکی یہی بود و باش ہے
اے ذوق جانتا ہے وہ ہمدرد میرا درد ۔ دل جسکا پارہ پارہ جگر پاش پاش ہے

ہے تیرے کان زلف معنبر لگی ہوئی ۔ رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
بیٹھے بھرے ہوئے ہین خم مے کی طرح ہم ۔ پر کیا کرین کہ مُہر ہے مُنھ پر لگی ہوئی
جاتے بغیر خون کوئی رہتی ہے تیری تیغ ۔ ہے یہ تو اُسکو چاٹ ستمگر لگی ہوئی
میت کو غسل دیجو نہ اُس خاکسار کی ۔ ہے تن پہ خاک کوچۂ دلبر لگی ہوئی
سینے بھی گر ہے پاس تو ممکن نہین شفا ۔ خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی
نکلے ہے کب کسی سے کہ اُسکی مژہ کی نوک ۔ ہے پھانس سی کلیجے کے اندر لگی ہوئی
کرتی ہے زیر برقع فانوس تاک جھانک ۔ پروانہ سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی
بیٹھے ہین دل کے بیچنے والے ہزار ہا ۔ گذری ہے اُسکی راہ گذر پر لگی ہوئی
گل مہندی کیون نہ باغ مین ہو پائمال رشک ۔ پاؤن مین تیرے دیکھے حنا گر لگی ہوئی
یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مُہر ۔ آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی
منھ سے لگا ہوا ہے اگر جام مے تو کیا ۔ ہے دل سے یاد ساقی کوثر لگی ہوئی
اے ذوق دیکھ دختر رز کو نہ منھ لگا ۔ چھٹتی نہین ہے منھ سے یہ کافر لگی ہوئی

تکلف منزلِ محبت نہ کر چلا چل تو بے تکلف
کہ جا بجا خارزارِ وحشت سے زیرِ پا فرش سوزنی ہے

خدنگِ مژگان سے ذوق اُسکے دل اپنا سینہ سپر عجب ہے
مثال آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی ہے

نگہ اُس پر جفات لڑتی ہے
جان کشتی قضا سے لڑتی ہے

شعلہ بھڑکے نہ کیونکہ محفل مین
شمع تجھ بن ہوا سے لڑتی ہے

قسمت اُس بت سے جا لڑی اپنی
دیکھ احمق خدا سے لڑتی ہے

مین مژگان کی وہ صفین توبہ
اک بلا اک بلا سے لڑتی ہے

شور قلقل یہ کیون ہے دخترِ رز
کیا کسی آشنا سے لڑتی ہے

نگہِ ناز اُسکی عاشق سے
چھوٹ کس کس ادا سے لڑتی ہے

تیرے بیمار کے سرِ بالین
موت کیا کیا شفا سے لڑتی ہے

واہ کیا کیا طبیعت اپنی بھی
عشق مین ابتدا سے لڑتی ہے

زالِ دنیا نے صلح کی کس دن
یہ لڑاکا سدا سے لڑتی ہے

تیری شمشیرِ خون کے چھینٹو نسے
چھینٹے آبِ بقا سے لڑتی ہے

دیکھ اُس چشمِ مست کی شوخی
جب کسی پارسا سے لڑتی ہے

سچ ہے اگر ب خدعۂ ذوق
نگہ اُسکی دغا سے لڑتی ہے

دل کی معاش غم اسے غم کی تلاش ہے
ڈرتا ہون دل سے مین کہ بڑا بد معاش ہے

اس بتکدہ مین کون ہے کافر ترے سوا
تو آپ ہی بت پرست ہے اور بت تراش ہے

لبریز نشاط برنگِ ہلالِ عید
سینے مین میرے ناخنِ غم کی خراش ہے

ہوسکے وبالِ دوش نہین کشتگانِ عشق
اُڑ جاتی ٹھوکر دن ہی سے عاشق کی لاش ہے

جل سکیدین شیخ بسر کرمہ صیام
مسجد مین تنگ بیٹھا ہے کیون اعتکاف سے

نالون نے دی جڑھا جو تپ لرزہ مہر کو
کھولی نہ آنکھ ابر سیہ کے لحاف سے

پھینکے ہے ایک جنبش مژ کانین دہ پری
اس اپنے ناتوان کو پرے کوہ قاف سے

ہے جوہر کمال یہ ننگا اگر فقیر
ہے تیغ تیز ننگ ہے اسکو غلاف سے

گذری ہے شق سینہ نگانی مین عمر چرخ
اس کلک تیز نالہ گردون شگاف سے

گردش ہے اسکی چشم کی کیون تیرے دلکے گرد
کافر کو کام کعبے کے ہے کیا طواف سے

لڑتے ہین گر نصیب سے گاہے فلک سے ہم
فرقت کی رات کم ہنین روز مصاف سے

طوف سیاہ خیمہ لیلیٰ ہوا نصیب
مجنون سمجھیو کعبہ کے بہتر طواف سے

جون تیغ خوش غلاف نگہ تیری اے پری
ہے دمبدم نکل کے چمکتی غلاف سے

لکھتا ہے شیخ مسئلہ وحدت وجود
لیکن دوئی عیان ہے قلم کے شگاف سے

گلہاے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن
اے ذوق اس جہان کو ہے زیب اختلاف سے

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے
اُن کا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے

جاہین گر چارہ محبت کا جراحت والے
بیچین الماس و نمک سنگ جراحت والے

گئے جنت مین اگر سوز محبت والے
تو یہ جانو رہے دوزخ مین یہ جنت والے

ساقیا ہون جو صبوحی کی نہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اُٹھین نہ ترے متوالے

رہے جون شیشہ و ساغر وہ مکدر دونون
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

تجھکو کچھ یاد بھی ہین پہلے وہ الفت کے مزے
بیمزہ ہو گئے لطف او شکایت کے مزے

بے محبت نہین اے ذوق شکایت کے مزے
بے شکایت نہین اے ذوق محبت کے مزے

کھائے کوچے مین ترے آکے جو سنگِ طفلان
آئے مجنون کو ترے سو وہ جنت کے مزے

کتنی مرچین سی کباب ہون کو ہین کیا کیا سنگر
دل بریان سے مرے سوزِ محبت کے مزے

صرف بر زخمِ جگر نا ہو صد کان نمک
تو ہین کیا عشق مین اُس کانِ ملاحت کے مزے

مکتبِ عشق مین ہو کاش تناسخ ہی سہی
کہ اڑاؤن ترے سربازِ شہادت کے مزے

دیکھکر اُسکو گیا عالمِ حیرت مین تو مین
ایک مین کیا کہون اُس عالمِ حیرت کے مزے

سجدے مین پاے صنم کے یہ کس لطف سیتے
یون عبادت ہو تو عابد ہین عبادت کے مزے

غنچۂ خندان ہو نہ کیون کرکے زرانبا بر باد
کہ اڑانے ہی مین دولت کے ہین دولت کے مزے

جانِ شیرین بھی گئی اور نہ ملی شیرین بھی
پوچھو فرہاد سے اس تلخی حسرت کے مزے

ابر و باران کے نہ کیون لطف اُٹھا مین میخوار
کہ اڑاتے ہین گنہگار ہی رحمت کے مزے

ہے نمک پاش جو ہنستا ہے ہنس کے وہ نمکین
لے رہا ہے دلِ مجروح جراحت کے مزے

کچھ جتاؤ جو محبت تو کہے ہے کہ مجھے
دیکھ تو کیسے چکھاتا ہون محبت کے مزے

ذائقہ چاشنئ عشق کا کامل ہو تو دین
شادی وصل کی لذت غمِ فرقت کے مزے

نہین جز بے مزگی کوئی مزہ دنیا مین
پر مزیدار بنا دیتے ہین غفلت کے مزے

خنجرِ ناز نے کیا چاٹ لگائی دل کو
چاٹتا ہو نمک سے لے لے کے جراحت کے مزے

بے مزاجی کو کرین لاکھ ترے ظلم و ستم
بھولنے کے نہین پہلی وہ عنایت کے مزے

پھر کھلتا زخم کا انگور مبارک اے ذوق
دل زخمی کو ترے بادۂ عشرت کے مزے

دل ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے
لیتا تھا کام سخن کا شکم مین بہ ناف سے

کب وہ گذرتے ہین سرِ لاف و گزاف سے
جنکی کہ آشنا ہے زبان لام و کاف سے

تو مرے حال سے غافل ہے برائے غفلت کیش
تیرے انداز تغافل نہیں غفلت والے

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اُسنے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

کیا غمزہ ترا ہر سر بیداد غضب ہے
جلاد فلک سے بھی یہ جلاد غضب ہے

جو ہے ستم و کینہ و بیداد غضب ہے
سر تا بقدم وہ ستم ایجاد غضب ہے

ناز آفت و چشم ستم ایجاد غضب ہے
شاگرد بھی ہے قہر جو استاد غضب ہے

بلبل یہ ترے واسطے فریاد غضب ہے
فریاد نہ کر دیکھ یہ صیاد غضب ہے

نکلے ہے سدا کوہ سے ہم آتش و ہم آب
کیا سوز جگر و دل فرہاد غضب ہے

خاکستر پروانہ پہ روتی ہے سدا شمع
ہو خاک جگر سوختہ برباد غضب ہے

ہم جانتے ہیں تم کو گرے سب کی نظر سے
پہلے ہی سے اس جاہ کی افتاد غضب ہے

کیوں غنچہ پریشان ہو نہ ہوتے ہی شگفتہ
اس باغ میں ہونا ہی دل شاد غضب ہے

اُس بت کا سمجھ حسن خداداد نہ اسکو
یہ تجھ پہ خدا کا دل ناشاد غضب ہے

ہوتا ہے جہاں ایک ہی آواز میں آخر
کیا سوختہ جانوں کی بھی فریاد غضب ہے

توڑا اگر شاخ کو کثرت نے ثمر کی
دنیا میں گرانباری اولاد غضب ہے

اے شوخ تری چشم غضبناک کے ہوتے
ہم جانیں قضا سے اگر امداد غضب ہے

اللہ کرے خیر مرے شیشۂ دل کی
پھر آج وہ سرمست پئے بیداد غضب ہے

بھولا نہ مجھے قتل گہ عام میں قاتل
اللہ رے ترا حافظہ کیا یاد غضب ہے

اخوان شیاطین ہیں یہ مست مئے پندار
کیا حضرت آدم کی بھی اولاد غضب ہے

مرتے نہیں حوروں پہ تری طرح سے واعظ
ہم جیسے ہیں عاشق وہ پریزاد غضب ہے

انجم سے نہ چرخ پہ بوندیں ہیں عرق کی
عاشق کی ترے گرمی فریاد غضب ہے

کس مرض کی ہیں دوا یہ لب جاں بخش ترے
جاں بلب ہیں ترے آزارِ محبت والے

حرص کے پھیلتے ہیں پانوں بقدرِ وسعت
تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے

ہائے رے حسرتِ دیدار مری ہائے کو بھی
لکھتے ہیں ہائے دوچشمی سے کتابت والے

نہیں جز شمع مجاور مری بالیں مزار
نہیں جز کثرتِ پروانہ زیارت والے

ہے ستم ہا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش
دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے

کیا تماشہ ہے کہ مثل بہ نوایاں فروغ
جانتے اپنی حقارت کو ہیں شہرت والے

دل سے کچھ کہتا ہوں میں مجھ سے ہے دل کچھ کہتا
دونوں اک حال رہتے ہیں رنج و مصیبت والے

بے نصیبوں کے نصیبوں میں کہاں یار کا وصل
اُنکی قسمت میں ہے جو لوگ ہیں قسمت والے

تو جو آجائے تو ہے دردِ محبت کی دوا
میرے ہمدرد ہوں بیدرد نصیحت والے

چھوڑ دیتے ہیں قلم جوں قلم آتشبار
میری شرح تپش دل کی کتابت والے

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا
دل پہ رکھے ہیں دو ہی عیادت والے

ہلال کو دیکھیں کیوں فلک پر اگر ہے منظور عید ہمکو
تو اُسکی تیغ ستم کے دل مین لب جراحت نہ دیکھ لینگے

بہار باران کو کون دیکھے نصیب باران ہے تیر باران
ہم اُنکے بدلے سرشک مژگان کی اپنی شدت دیکھ لینگے

اگرچہ مین مر بھی جاؤن گا تو کہین گے ہے جیتا دم چرا کا
وہ جب تلک اپنے آستانے پہ میری تربت نہ دیکھ لینگے

مجھے یقین ہے نہین دکھائین گے اپنے رخسار لالہ گون کو
روان مری چشم تر سے جب تک وہ خون حسرت نہ دیکھ لینگے

یہ لوگ نا واقف محبت نہونگے واقف تپ درون سے
اگر جب تلک مثل برق رگ رگ مین میرے سرعت نہ دیکھ لینگے

خط اُسکو دے بھی دیا جو قاصد نے ذوق دیگر کسیکا ہوگا
وہ خط نہ پہچان لینگے مر امری عبارت نہ دیکھ لینگے

کیا مدنظر تمکو ہے یارون سے تو کہئیے
گر منھ سے نہین کہتے اشارون سے تو کہئیے

حال دل بیتاب کہا جائے تو ہم سے
گر کہئیے نہ لاکھون سے ہزارون سے تو کہئیے

کیا کہتے ہو آئین گے سر خاک شہیدان
کچھ فتنے اُٹھاتے ہو مزارون سے تو کہئیے

پھر تم نہ کہین حضرت عیسےٰ اگر اُن سے
کہئیے یہ تم عشق کے مارون سے تو کہئیے

کچھ سوز دل اپنا کسی دلسوز کے آگے
فرصت ہو تب غم کے شرارون سے تو کہئیے

موقوف ہے گر دلکا شکار آن و ادا پر
تو کہئیے کچھ ان تیر شکارون سے تو کہئیے

ان دانتونکو کیا موتیون سے کہتے ہو ہمتا
موتی نہین کچھ مال ستارون سے تو کہئیے

شانے کا دل چاک پسند آپ کو آیا
کسواسطے یہ سینہ فگارون سے تو کہئیے

کہتے نہ تنک ظرف سے اے ذوق کبھی راز
کہکر اُسے سننا ہو ہزارون سے تو کہئیے

ہے سرو تو پابند غم بے ثمری میں
کہتے ہیں گرفتار کو آزاد غضب ہے

غمزہ ہے ترا قہر ترا قہر تماشا ست
رنجش تری بیداد ہے بیداد غضب ہے

ہے غم سے سبو آئینہ بادیدۂ پر آب
اسکندر رومی کی بھی روداد غضب ہے

وہ کونسا ہے غم کہ جو دنیا میں نہیں ہے
اور اسپہ بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے

قامت بھی ترا کیا ہے سراسر و قیامت
طرہ بھی ہے طرۂ شمشاد غضب ہے

ہیں ہوش بجا مردم ہشیار کے پل میں
آنکھوں کو تمہاری یہ فسون یاد غضب ہے

سو فتنہ ہیں پنہان نظر لطف میں اس کی
یہ لطف نہیں اے دل ناشاد غضب ہے

یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگین
اے ذوق نگہ سے یہ بنیاد غضب ہے

ہوئے وہ کب قائل قیامت جو تری قامت نہ دیکھ لینگے
رہیں گے رویت سے بلکہ منکر جو تیری صورت نہ دیکھ لینگے

ہمیں غرض کیا کہ جائیں گے ہم حرم کو اے شیخ بتکدے سے
نہیں بتوں میں خدا کا اپنے ظہور قدرت نہ دیکھ لینگے

نہ دیکھ لی کیسی کیسی آفت جہان میں ہم نے تمہارے باعث
اور آگے کیا کیا غم و الم ہم تمہاری دولت نہ دیکھ لینگے

دکھانا احوال انکو اپنا یہ انکی الفت کا امتحان ہے
گر ہوگی الفت تو دیکھ لینگے نہ ہوگی الفت نہ دیکھ لینگے

لکھوں یہ کیوں میں کہ حضرت دل شکر لبوں پر نہ زہر کھاؤ
کہ آپ ہی تلخی محبت کی وہ حلاوت نہ دیکھ لینگے

اگرچہ درد محبت اپنا کہا نہ میں نے زبان سے اپنی
وہ میری صورت نہ دیکھ لینگے وہ میری حالت نہ دیکھ لینگے

بلا سے گر دانیال کا سا نہیں ہے پاس اپنے فالنامہ
ہم اپنے نقطوں سے داغ دل ہی کی فال وقت دیکھ لینگے

چمن مین دیکھتے گلزار آبرو کی بہار
تمھاری یاد بہاری مین آرزو کرتے

سمجھ یہ دار و رسن تار و سوزن اے منصور
کہ چاک پردۂ حقیقت کا ہین رفو کرتے

عجب نہ تھا کہ زمانے کے انقلاب سے ہم
تیمم آب سے اور خاک سے وضو کرتے

سراغ عمر گذشتہ کا ڈھونڈھیے گر ذوق
تمام عمر گزر جائے جستجو کرتے

نا ساز ہے جو تم سے اسی سے یہ ساز ہے
کیا خوب دل ہے واہ ہمین جسپہ ناز ہے

اُس سنگ آستان پہ جبین نیاز ہے
وہ اپنی جانماز ہے اور یہ نماز ہے

دروازۂ میکدے کا نہ کر بند محتسب
ظالم خدا سے ڈر کہ در توبہ باز ہے

خانہ خرابیان دل بیمار غم کی دیکھ
وہ بھی بنا خراب ہے جو خانہ ساز ہے

ڈرتا ہون اُسکا خنجر نہ جانے ہو کے آب
میرے گلے مین نالۂ آہن گداز ہے

پہونچا ہے شب کمند لگا کر وہان رقیب
سچ ہے حرامزادے کی رسی دراز ہے

اُس بت پہ گر خدا بھی ہو عاشق تو آئے رشک
ہرچند جانتا ہون کہ وہ پاکباز ہے

مداح خال روے بتان ہون مجھے خدا
بخشے تو کیا عجب کہ وہ نکتہ نواز ہے

ہر برگ گل کے لب سے ٹپکتا ہے خون پڑا
گلشن مین کس کی خاک شہیدان ناز ہے

اے ذوق اپنا سب پہ کھلے کیون نہ راز عشق
ہر نالہ اک کلید در گنج ناز ہے

ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے
کہ مے آشام پیاسے ہین مہینا بھر کے

آشناؤن سے اگر ایسے ہی بیزار ہو تم
تو ڈبو دو انھین دریا مین سفینا بھر کے

نہین پروین کہ ہین حقہ پروین مین فلک
لائے اُس عارض روشن سے پسینا بھر کے

دل سے آئینہ صفا چاہیئے رکھنا اسکا
زنگ سے بھرتا ہے کیون سینہ تو کینا بھر کے

روز اُس گلشن رخسار سے لیجاتے ہین گل
اپنے دامان نگہ مردم بینا بھر کے

بے اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے / زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے
زال دنیا ہے عجب طرح کی علامۂ دہر / مرد دیندار کو بھی دہریہ کر دیتی ہے
تیرہ بختی مری کرتی ہے پریشان مجھ کو / تہمت اُس زلف سیہ فام پہ دھر دیتی ہے
رات بیماری بھی سر شمع پہ سو ہو گذری / کیا طباشیر سفیدی سحر دیتی ہے
فائدہ دے ترے بیمار کو کیا خاک دوا / اب تو اکسیر بھی دیجے تو ضرر دیتی ہے
بڑھتی جاتی ہے جو شوخی اُس ستم ظالم کی / کچھ خباثت مری اصلاح مگر دیتی ہے
دیتی شربت ہے کسے زہر بھری آنکھ تری / عین احسان ہے وہ زہر بھی گر دیتی ہے
دمبدم زخم پہ اک زخم ہے دم لینے کی / مجھکو فرصت تری کب تیغ نظر دیتی ہے
غنچہ ہنسنا ترے آگے ہے جو گستاخی سے / چٹخنا منھ پہ وہیں باد سحر دیتی ہے
شمع بھی کم نہیں کچھ عشق میں پروانہ سے / جان دیتا ہے اگر وہ تو یہ سر دیتی ہے
نخل مژگان سے ہے کیا جانئے کیا چشم ثمر / چشم پانی کی جگہ خون جگر دیتی ہے
کہتے سنتے نہیں کچھ ہم تو شب ہجر میں پر / نالۂ دل کا جواب آہ جگر دیتی ہے
تپ دل شمع کی جب کم نہیں ہوتی ناچار / اُسکو کافور سپیدی سحر دیتی ہے

کوئی غماز نہیں میری طرف سے اے ذوق
کان اُسکے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے

مزے جو موت کے عاشق بیان کبھو کرتے / مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے
مزا تھا ہمکو جو بلبل سے دو بدو کرتے / اگر گل تمہارے بہارون کی آرزو کرتے
غرض تھی کیا ترے تیرون کو آب پیکان سے / مگر زیارت دل کیونکہ بے وضو کرتے
اگر یہ جانتے چن چن کے ہمکو توڑینگے / تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے
یقین ہے صبح قیامت کو بھی صبوحی کش / اٹھیں گے خواب سے ساقی سبو سبو کرتے
نہ رہتی یوسف کنعان کی خوبی بازار / مقابلہ مین جو ہم تجھ کو رو برو کرتے

ہم مفت عدد اپنا کسی کو نہیں پاتے
تم پاتے ہو ہمکو تو چھری کو نہیں پاتے

غنچے تری غنچہ دہنی کو نہیں پاتے
ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

کیوں ہمنے دیا دل تجھے او سنگدل اپنا
کمبخت ہم اُس سخت گھڑی کو نہیں پاتے

وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہیں دل میں
لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے

لیتے ہیں شب وصل میں ہم اُنکے جو بوسے
وہ لب پہ سحر رنگ مسی کو نہیں پاتے

میں ایسا کہیں گم ہوں کہ یاران عدم بھی
گم ہو کے مری گمشدگی کو نہیں پاتے

رکھتے ہیں دم شعلہ فشاں اژدر دوزخ
لیکن مری آتش نفسی کو نہیں پاتے

وہ دن ہیں کہاں بہتے تھے جو شبنم سے چشمے
اب نام کو بھی اُسین نمی کو نہیں پاتے

معلوم نہیں اُسکے دہن ہے کہ نہیں ہے
اے ذوق ہم اس سر خفی کو نہیں پاتے

نبض ہلی ہے کہاں میری فلاطون چلتی
ہے ضعف اب تو کہ چیونٹی بھی نہیں یوں چلتی

پہنچے کیونکر جرس ناقہ لیلیٰ کی صدا
آج آندھی تری قسمت سے ہے مجنون چلتی

کھولدے آنکھیں دم ذبح نہ دیکھونگا تجھے
پر چھری ایسی تو گردن پہ میں دیکھوں چلتی

بس میں دنیا سے چلا سر پہ یہ بولی حسرت
تو اکیلا نہیں ہمرہ ترے میں ہوں چلتی

دور کر یاروں کو سر سے یہ کہے ہے لیلی
پر نہیں کان پہ مجنون کے کبھی جوں چلتی

میں تو اُن آنکھوں کی گردش کا بلاگرداں ہوں
گر نہیں تیری بھی واں گردش گردوں چلتی

عمر طے کرتی ہے ہر دم سفر بحر فنا
جسکو تو سانس کہے ہے دل محزوں چلتی

چلنے کو دیکھے ہے ساحل کو سوار کشتی
یہ حقیقت میں ہے کشتی سر جیحون چلتی

ذوق گل اور کوئی تازہ کھلا چاہتا ہے
کہ ہوا باغ جہاں میں ہے دگرگوں چلتی

مزے یہ دل کے لئے تھے نہ تھے زبان کے لئے
سو ہمنے دلمیں مزے سوزش نہاں کے لئے

زخم پر جوش کے مانند جھلکتا ہے مدام
خون حسرت سے لبوں تک مرا مینا بھر کے

جام خالی بھی لگا منھ سے نہ کم ظرف کے ساتھ
ذوق کے ساتھ قدح ذوق سے پینا بھر کے

نہیں مژگاں بہ خون خار غم بھی دلنشیں نکلے
جنوں یہ نشتر کیسے کہیں ڈوبے کہیں نکلے

عدوئے نیش زن کے گھر سے میرا مہ جبیں نکلے
الٰہی برج عقرب سے قمر جلدی کہیں نکلے

مجھے کیا ہم سے شوق حسن گندم گوں کہ گندم پر
ہمارے جد امجد چھوڑ کر خلد بریں نکلے

ترے انداز سے سو سو طرح کے ناز ہوں پیدا
ترے ہر ناز پر سو سو کا دم اے نازنیں نکلے

پرے جا کر نئی دنیا سے بھی گر ڈھونڈھو دنیا میں
تو خالی خاک آدم سے نہ چپا بھر زمیں نکلے

خدا دے دوربیں اور اس چشم تصور کو
کہ لاکھوں کام اس سے دور بیٹھے دوربیں نکلے

قلم کی دیکھو گلکاری دم تحریر حال دل
کہ جا جا حرف گلہائے انار آتشیں نکلے

زیادہ جان کے جانے سے غم ہے تیرے جانے کا
الٰہی جانے سے پہلے مری جان حزیں نکلے

نہ غربت میں ہو گر قدر صفا پاکیزہ گوہر کی
تو کیوں دریا سے یکتا ہو کے پھر در ثمیں نکلے

تباہی میں ہے موذی کی حلاوت اہل عالم کی
کہ ویران خانۂ زنبور ہو جب انگبیں نکلے

ہوئے تم چیں بر ابرو ہو کے بہر قتل کے دیکھے
لچکنے سے تمہارے جوہر شمشیر کیں نکلے

سراپا روسیاہی گر ملے ان نامداروں کو
ہوس دل سے نہ انکے نام کی مثل نگیں نکلے

فلک بھی خانۂ زنبور ہے کثرت سے انجم کی
مگر کیا دخل جز زہراب اس میں انگبیں نکلے

دل زخمی کی حالت پر دہان زخم کیا بولیں
زبان تیغ سے نکلے تو شاید آفریں نکلے

تصور اس لب شیریں کا آجائے اگر دل میں
تو آنسو ہو کے شربت خون ہو کر انگبیں نکلے

مرے دل میں جو حسرت ہے نکالوں میں کہاں اسکو
نہ وہ زیر فلک نکلے نہ وہ زیر زمیں نکلے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جنکی پارسائی کا
وہ سب یار خرابات اپنے نکلے ہمنشیں نکلے

بلند ہووے اگر برا کوئی شعلۂ آہ
تو ایک اور ہو خورشید آسمان کے لیے

چلے ہین دیر کو مدت مین خانقاہ سے ہم
شکستہ توبہ لیے ارمغان مغان کے لیے

وبال دوش ہے اس ناتوان کو سر لیکن
لگا رکھا ہے ترے خنجر و سنان کے لیے

بیان درد محبت جو ہو تو کیونکر ہو
زبان دل کے لیے ہے نہ دل زبان کے لیے

رہے ہے بھول کر یہ ہم نہو مزاج نہین
بجا ہے ہول دل انکے مزاجدان کے لیے

اشارہ چشم کا تیری یکایک اے قاتل
ہوا بہانہ مری مرگ ناگہان کے لیے

سا بنایا آدمی کو ذوق ایک جزو ضعیف
اور اس ضعیف سے کل کام دو جہان کے لیے

جو دل قمارخانہ مین بت سے لگا چکے
وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

کیا خط مین مدعا لکھون اپنا کہ مدعی
پہلے ہی انکو میری طرف سے پڑھا چکے

آنا بلا سے انکا قیامت سے کم نہین
مرتے ہین انتظار مین اک روز آ چکے

زہر آب بھی ہے بادہ تو کرلینگے نوش جان
ساقی پیالہ منہ سے ہم اب تو لگا چکے

اچھا کیا وفا کی عوض تو نے کی جفا
بس اب ستم نہ کر کہ کیا اپنا پا چکے

یاد آیا ان کے آنیکا وعدہ انھین تو کب
جب رات کو وہ پاؤن مین مہندی لگا چکے

جبتک کہ سر ہے ساتھ ہے یہ سر کے ہو سو ہو
اب ہم تو سر پہ بار محبت اٹھا چکے

کیا دیکھتا ہے تیغ نگہ ایسی اک لگا
قصہ تمام عمر کا اے پرجفا چکے

اب خاک کے ہین ڈھیر تو کیا اس خرابہ مین
پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اڑا چکے

بازآیا دیکھنے سے نہ آتش رخون کے دل
سو بار آبلے اسے آنکھین دکھا چکے

حاجت نہین ہے تیرے شہیدونکو غسل کی
قاتل وہ تیرے ہاتھ سے خون مین نہا چکے

کیا مجھسے قیمت دل وجان پوچھتا ہے تو
دونون ہین اک نگاہ پہ اے دلربا چکے

تم بھول کر بھی یاد نہین کرتے ہو کبھی
ہم تو تمھاری یاد مین سب کچھ بھلا چکے

نہین ثبات بلندی عز و شان کے لیے
کہ ساتھ اوج کے پستی ہے آسمان کے لیے

ہزار لطف ہین جو ہر ستم ہین جان کے لیے
ستم شریک ہوا کون آسمان کے لیے

فروغ عشق سے ہے روشنی جہان کے لیے
یہی چراغ ہے اس تیرہ خاکدان کے لیے

دم عروج ہے کیا فکر نردبان کے لیے
کمند آہ تو ہے بام آسمان کے لیے

صبا جو آئے خس و خار خاکدان کے لیے
قفس مین کیون نہ پھڑکے دل آشیان کے لیے

صدا تپش پہ تپش ہے دل تپان کے لیے
ہمیشہ غم یہ ہے غم جان ناتوان کے لیے

نگاہ ناز نے کی دیر ورنہ مین تیار
ہون کب سے بیٹھا ہوا مرگ ناگہان کے لیے

بھڑکے جو نہ ہی پڑتے تیغ غضب اگر
تو دوست مینے بھی اس سنگ آستان کے لیے

نہ چھوڑ تو کسی عالم مین راستی کہ یہ شے
عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جوان کے لیے

جو پاس مہر و محبت کہین بہان بکتا
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کے لیے

خلش سے عشق کے ہے خار پیرہن تن زار
ہمیشہ اس ترے مجنون ناتوان کے لیے

تپش سے عشق کے یہ حال ہے مرا گویا
بجائے مغز ہے سیماب استخوان کے لیے

مرے مزار پہ کس طرح سے نہ برسے نور
کہ جان دی ترے روئے عرق فشان کے لیے

الٰہی کان مین کیا اس صنم نے پھونک دیا
کہ ہاتھ رکھتے ہین کانون پہ سب اذان کے لیے

نہین ہے خانہ بدوشون کو حاجت سامان
اٹھانا چاہیے کیا خانۂ کمان کے لیے

نہ دل رہا نہ جگر دونون جلکے خاک ہوئے
رہا ہے سینہ مین کیا چشم خونفشان کے لیے

نہ لوح گور پہ ستون کے ہو نہ ہو تعویذ
جو ہو تو خشت خم ہے کوئی نشان کے لیے

اگر امید نہ ہمسایہ ہو تو خانۂ یاس
بہشت ہے ہمین آرام جاودان کے لیے

وہ مول لیتے ہین جسدم کوئی نئی تلوار
لگاتے پہلے مجھی پر ہین امتحان کے لیے

صریح چشم سخن کو ترے کہے نہ سکے
جواب صاف ہے پر طاقت توان کے لیے

مثال نے ہے مرا جب تلک کہ دم مین دم
فغان ہے میرے لیے اور مین فغان کے لیے

پوچھے ملا سے جسے کرنا ہو سجدہ سہو کا
سیکھے گر اپنا بھلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوق ہیں جوں مردمک ہم روسیاہ
لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

زباں پیدا کروں جوں آسیا سینے میں پیکاں سے
دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گریباں سے

اڑائے خوب کچھ تیرے نخل مجنوں نے زنداں سے
کہ ہر سو گل فشانی ہے شرارِ سنگ طفلاں سے

فلک کیا فتنہ سازی میں ہو ہمسر چشم فتاں سے
گرا تھا یہ بھی اشکِ سرمہ آلود اسکی مژگاں سے

شرارے متصل نکلے یہاں تک سنگِ طفلاں سے
کہ جلتے ہے سرِ مجنوں پہ بجلی سنگ باراں سے

یہاں تک ناتواں ہم ہیں گذر جائیں اگر جاں سے
اٹھائے سو رلاشے کو ہمارے دستِ مژگاں سے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوراں سے

پیشوائی کو بڑھے گر کشش دل آ کے
دوڑے مجنوں کی طرف ناقۂ محمل آ کے

جاتے اس طرح سے اُس کوچے میں دل لے کے ہم
دل سے ہم آگے کبھی ہم سے کبھی دل آگے

گرچہ ہوں دعویٰ عنقا سے بڑا لکھوں کہیں
لیک ہے گم شدگی کی ابھی منزل آگے

سمجھا ناقص بھی غنیمت ہے اب اس وقت میں ذوق
کاملیت ہے کہاں ہو چکے کامل آگے

جو خانۂ ہستی میں ہے انسان کے لئے ہے
آراستہ یہ گھر اسی مہمان کے لئے ہے

دیکھو خدا کے نام نے روشن کیا نشان ۔۔۔ دشمن ہمارے نام کو کیا کیا مٹا چکے

ہو معرکہ میں عشق کے قاضی نہ کیونکہ موت ۔۔۔ جھگڑا یہ وہ نہیں ہے کہ جو بے قضا چکے

اپنا ہی دل نہ پھیر سکے رنج سے یار کی ۔۔۔ سر اپنا خوب حضرت ناصح پھرا چکے

بنکار رو آج خوب چلو میکدے کو ذوق
چھوڑو کہیں وظیفہ بہت بڑبڑا چکے

چپکے چپکے غم کا کھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے ۔۔۔ جی ہی جی میں تلملانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ذکر حسن شمع لانا کوئی ہمسے سیکھ جائے ۔۔۔ اُن کو در پردہ جلانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جھوٹ موٹ افیون کھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے ۔۔۔ اُن کو کف لا کر ڈرانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہمسے سیکھ جائے ۔۔۔ برق مضطر تلملانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

تیر و پیکاں جتنے تھے دلسے دئیے ہمنے نکال ۔۔۔ اپنے ہاتھوں گھر لٹانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

دیکھکے قاتل کو بھر لائے خراش دلمیں خون ۔۔۔ سچ تو ہے یوں مسکرانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

خط میں لکھواکر اُنھیں بھیجا تو مطلع درد کا ۔۔۔ درد دل اپنا جتانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

تیغ تو او بھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے ۔۔۔ دلکو قاتل کے بڑھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر ۔۔۔ جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

واں ہلے ابرو یہاں گردن یہ پھیری ہمنے تیغ ۔۔۔ بات کا ایما ہی پانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

سنکے آمد اُنکی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں ہم ۔۔۔ پیشوا لینے کو جانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ہم نے پہلے ہی کہا تھا تو کریگا ہمکو قتل ۔۔۔ تیور یوں کا تاڑ جانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ہو سکھایا اپنی قسمت نے وگرنہ اُس کو غیر ۔۔۔ کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

لطف اُٹھانا ہے اگر منظور اُسکے ناز کا ۔۔۔ پہلے اُسکے ناز اُٹھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

کہہ دو قاصد سے کہ جائے کچھ بہانے سے وہاں ۔۔۔ گر نہیں آتا بہانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

زخم تو سیتے ہیں سب پر سوزن الماس سے ۔۔۔ چاک سینے کا سلانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

نہ ہووے اگر تجھ کو دم کا بھروسا
تو جو دم ہے غافل دم واپسیں ہے

وہ پہلو میں بیٹھے ہیں اور بدگمانی
لیے پھرتی مجھ کو کہیں کا کہیں ہے

ہنسی آتی ہے مجھ کو جب تیرے آگے
کوئی ماہ کنعاں کو کہتا حسیں ہے

جو تم عرش سے دور بیٹھے تو بیٹھو
لگائے ہوئے میرا دل دوربیں ہے

نہیں وہ رہے ہم سے تم تھے جو پہلے
زمانہ کو تو کچھ تغیر نہیں ہے

وہی ہے زمانہ وہی رات دن ہیں
وہی آسمان اور وہی زمیں ہے

نہ کی آہ سوزِ غم دل پر اٹھانے
تجھے آفریں ذوق صد آفریں ہے

پھیلا نہیں تو چلتے ہی قاتل اسے نکار دے
پر کچھ نشانی اپنی مجھے یادگار دے

تو چشم میں نہ سرمۂ دنبالہ دار دے
مفتوں چشم کو یوں ہیں ایک تیر مار دے

ہاں قد اپنا میرے ہاتھ میں کب وہ نگار دے
جو اپنے ہاتھ کا نہ مجھے پشت خار دے

تاکے نہ زخم دل میں ترا دلفگار دے
تو جب تلک نہ گیسوئے مشکیں کا تار دے

دشنام ہو کہ وہ ترش ابرو ہزار دے
یاں وہ نشے نہیں جنہیں ترشی اتار دے

گلشن کو آب گر مژۂ اشکبار دے
بلبل بجائے بیضہ دُرِ آبدار دے

کیا تھا کہ تجھ پہ جان کوئی جان نثار دے
مٹی بھی جس کو تیرے نہ در کا غبار دے

وہ زلف شکبار اگر ایک تار دے
پھر میں نہ لوں اگر کوئی مشک تتار دے

جولاں سمند ناز کو اے شہسوار دے
تو سرمۂ چشم ماہ میں میرا غبار دے

وہ ناتواں ہوں میں کہ نہ جنبش کروں کبھی
ہلنے اگر نہ مجھ کو دل بیقرار دے

عشق اس پری کا ہے وہ بلا جائیگی جان
یہ جن نہیں ہے جس کو سیانا اتار دے

ایسا نہو کہ آتے ہی آتے جواب خط
قاصد جواب زندگی مستعار دے

غم یار کا رہے گا مرے ساتھ تا بہ حشر
سچ ہے کہ ساتھ یار کا کیونکر نہ یار دے

زلفیں تری کافر ہیں دل سے مرے کیا کام
دل کعبہ ہے اور کعبہ مسلماں کے لیے ہے

بیٹھا ہے سخنور جو گرفتار تفکر
زیبا یہ قفس مرغ خوش الحاں کے لیے ہے

مستوں کے لیے رحمت باری کے ہیں آثار
زاہد جو دعا مانگتا باراں کے لیے ہے

اشکوں سے نہ دل اپنے میں سب جونکے دشمن
ہر نے میں بھری آگ نیستاں کے لیے ہے

میں کس کی نگاہوں کا ہوں وحشی کہ مری خاک
اک کحل بصر چشم غزالاں کے لیے ہے

کچھ میرے نصیبوں سے زیادہ جو سیاہی
باقی ہے تو میری شب ہجراں کے لیے ہے

عاشق کا جنوں طرفہ تماشا ہے کہ ہر بات
گویا سبق اطفال دبستاں کے لیے ہے

وہ زلف سیہ کھینچتی کیوں دام ہے ناحق
یہ صید کسی نخچیر مژگاں کے لیے ہے

دل بھی ہے مرا جان ترے مشق ستم کی
جو تیرے اسیر تو وہ طوفاں کے لیے ہے

دل قید تعلق سے نکل سکتا نہیں ذوق
کیا در نہیں اس خانۂ زنداں کے لیے ہے

چھپی تو نے افشاں جو اے مہ جبیں ہے
ستاروں میں کیا کیا چناں و چنیں ہے

نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزیں ہے
خبر بھی نہیں یاں کہ ہے یا نہیں ہے

یہی گر تری چشم سحر آفریں ہے
تو دل ہے نہ جاں ہے نہ ایماں نہ دیں ہے

صنم میرے دل کو خدائی کا تیری
یقیں ہے یقیں بلکہ عین الیقیں ہے

ہر اک چاند دیکھے ہے انتیسوں کا
نہاں ناتواں ہیں وہ باریک بیں ہے

رکے اشک اور آہ پہنچی فلک پر
مرا عشق کم خرج و بالا نشیں ہے

تغافل سے فرصت نہیں واں نظر کو
یہاں منتظر لب پہ جان حزیں ہے

پڑے تڑپتے یہ جدائی سے تیری
کہ میں ہوں کہیں دل کہیں جاں کہیں ہے

شب غم میں دمساز و دلسوز اپنا
دم سرد ہے نالۂ آتشیں ہے

ہنسی ہے جو کچھ بخشش آمیز ان کی
تو موج تبسم بھی چیں بر جبیں ہے

کیا پختہ مزاجون کو مسخر تونے دنیا مین
یہ تیرا خوب جادو اے خیال خام چلتا ہے

عجب شطرنج گردون ہے کہ جسمین اپنے گھوڑیکو
نئے منصوبہ سے رخش ابلق ایام چلتا ہے

کہو صیاد سے گر ذبح کرنا ہے تو جلدی کر
ابھی کچھ دم مرے سینے مین زیر دام چلتا ہے

ارادہ گر کرے ناقص علو جاہ کامل کا
تو یہ جانو کہ نابینا کنار بام چلتا ہے

خرد نے راز عالم کچھ نہ پایا ذوق اگر پایا
کہ بے آغاز آیا اور بے انجام چلتا ہے

پھولا نہین سماتا جو گل پیرہن مین ہے
آتا یہ کس بھروسے پہ ہنستا چمن مین ہے

سرمین کہان جو تاب رخ سیم تن مین ہے
پردہ سا عنکبوت کا سقف کہن مین ہے

دم کو نہین ہے سینہ مین آرام ایک دم
یہ وہ غریب ہے کہ مسافر وطن مین ہے

حرف آئے مجھ پہ دیکھئے کس کس کے نام سے
اس درد سے عقیق کا دل خون یمن مین ہے

وہ دل کہ لا نہ سکتا تھا چین جبین کی تاب
زیر شکنجہ زلف شکن در شکن مین ہے

یاد آتا ہے جو آب دم تیغ کا مزا
بھر آتا میرے زخم کے پانی دہن مین ہے

ہین روزن دہن مین جو کژدم لئے ہوئے
یہان کام انکا نیش زنی ہر سخن مین ہے

دکھلا دو پشت لب پہ تم اپنی ذر بلاق
دیکھین سہیل کیونکہ چمکتا یمن مین ہے

ہوش و خرد کو دیکھ لیا درد سر مین ذوق
آرام کو بھی دیکھ کہ دیوانہ پن مین ہے

یہان کے آنیکا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دیگا خدا وہ دن کرے

کون سی شب آئیگا وہ مہ منجم سے کہو
میرے سعد و نحس کا معلوم تا وہ دن کرے

تو کرے قربان ہمین جسدن ہمارے واسطے
عید قربان سے شرف پیدا سوا وہ دن کرے

جب کہا قاصد نے دن وعدہ کا آیا تو کہا
اس سے کہدو یون ہی محشر تک گنا وہ دن کرے

تیغ قاتل سے رہے جو قتل کے دن بے نصیب
عید کے دن کو نہ کیون عاشور کا وہ دن کرے

کرتا ہے یون فغان دلِ امیدوارِ وصل
جیسے اذان بلند کوئی روزہ دار دے

مین ہون وہ گل کہ پہنچون نہ گلبن سے خاک تک
جنبش اگر نہ مجھ کو نسیمِ بہار دے

اے شمع تیری عمرِ طبیعی ہے ایک رات
ہنس کر گذار یا اسے رو کر گذار دے

مین ہون نہ زندہ دل کہ مری جانِ بیقرار
برقِ جہان کو آتشِ مردہ قرار دے

لے دام داغِ دل سے مرے سوختن تاب
وعدہ پہ روزِ حشر کے پر کون اُدھار دے

سنے ہم سے نہ پاس مروت نہ منصفی
پھر جان کس امید پہ یہ جان نثار دے

ہو گرمیِ وفا سے شگفتہ نہ گل کا دل
جان اُس پہ اپنی بلبلِ شیدا ہزار دے

ہے فیضِ چشمۂ آبِ مصفا کا ہے تو کیا
مانگون تو ایک قطرہ نہ آئینہ وار دے

جانبازِ عشق جان تک اپنی کھیل جائے
لیکن قمارِ عشق مین ہمت نہ ہار دے

جون شمع مردہ کشتۂ زلفِ سیاہ کو
گر دے کفن تو دامنِ شبہائے تار دے

چھوڑے کمانِ چرخ نہ تیر اپنا چھوڑنا
یہ آہ تیرناک مین اس کی ہزار دے

عاشق نہ ہٹے انجمِ گردون سے پنج شاخ
کیون کوڑیون کے مول دُرِ شاہوار دے

پشہ سے سیکھے شیوۂ مردانگی کوئی
جب قصدِ خون کو آئے تو پہلے پکار دے

اس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

فلک تو ٹیڑھی ہی کی صبح سے تا شام چلتا ہے
مگر سیدھی نظر سے تیری اپنا کام چلتا ہے

بھرے جاؤ نگاہین صیاد دمِ گلشن کے چلنے کا
کہ سینے مین دم جبتک بزیرِ دام چلتا ہے

ہمیشہ دورِ عشرت ہے جو تم ہو اہلِ کیفیت
کہ مہر و ماہ سے دن رات یان اک جام چلتا ہے

چلا پہلو سے اُٹھ کر جبکہ وہ آرامِ جان و دل
کہا آرام نے ہم سے کہ لو آرام چلتا ہے

ترا تیرِ نگہ پیکِ قضا سے کم نہین قاتل
جدھر چلتا ہے بن کر موت کا پیغام چلتا ہے

سمندِ وحشت اپنا شاخِ گل کے تازیانے سے
جنون کی شاہ راہون مین سدا اشہ گام چلتا ہے

لائے جو مست ہیں تربت پہ گلابی آنکھیں / اور اگر کچھ نہیں دو پھول تو دھر جائینگے
پہونچیں گے رہگذرِ یار تلک کیونکر ہم / پہلے جب تک نہ دو عالم سے گذر جائینگے
آگ دوزخ کی بھی ہو جائیگی پانی پانی / جب یہ عاصی عرقِ شرم سے تر جائینگے
ہم نہیں وہ جو کریں خون کا دعوے تجھ سے / بلکہ پوچھیگا خدا بھی تو مکر جائینگے
رخِ روشن سے نقاب اپنے اُلٹ دیکھو تم / مہر و مہ نظروں سے یاروں کے اُتر جائینگے
شعلۂ آہ کو بجلی کی طرح چمکاؤں / پر مجھے ڈر ہے کہ وہ دیکھ کے ڈر جائینگے
ہم بھی دیکھیں گے کوئی اہلِ نظر ہے کہ نہیں / یہاں سے جب ہم روشِ تیرِ نظر جائینگے

ذوق جو مدرسہ کے بگڑے ہوئے ہیں مُلا
اُن کو میخانہ میں لے آؤ سنور جائینگے

دل نہ بچے کیونکر بتوں کی چشمِ شوخ و شنگ سے / اپنا گھر تو سوجھتا ہے سیکڑوں فرسنگ سے
اے تغافل کیش جلدی آ کہ تو واقف نہیں / اس دلِ بیتاب و جانِ مضطرب کے ڈھنگ سے
بلبے باریکی کہ گویا ہر ترا تارِ سخن / جنتری میں کھنچ کے نکلے ہے دہانِ تنگ سے
ایک بھی نکلے نہ میری سی صدائے دلخراش / خون اگر ٹپکے نوائے مرغِ خوش آہنگ سے
چھپ کے بیٹھیگا کہاں تو مجھ سے اے رنگیں ادا / ہو گا تو جس رنگ میں ملجائینگے اس رنگ سے
جوشِ گریہ سے رہی برسات برسوں پر کبھی / اسکی تیغِ تیز آلودہ نہ دیکھی زنگ سے
پہلے یہ نیت وضو کی ہے نمازِ عشق میں / دل سے کہہ دیجئے کہ دھولے ہاتھ نام و ننگ سے
میرے رونے کے اثر سے ہو گئے پتھر بھی آب / جھڑتے ہیں جائے شرر بنکے قطرے سنگ سے

ذوق زیبا ہے جو ہو ریشِ سفیدِ شیخ پر
وسمہ آبِ بنگ سے سعدی سے گلرنگ سے

کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نہ کرے / اور یہ تنگ کریں منہ تو شکایت نہ کرے
ہے جراحت کا مری سودۂ الماس علاج / فائدہ اسکو کبھی سنگِ جراحت کرے

دن قیامت کا نوٹ پڑا ہو نامہ عمل
ہائے تمنا ہے کہ امکان کیا وفا وہ دن کرے

نیک و بد سب دن خدا نے ہین لکھے جس دن کی ہو
کچھ کرو لیکن فرامش کیا قضا وہ دن کرے

لاش دفنا کر مری جہمات تاکل سوچ مین
یعنی میری فاتحہ کا کونسا وہ دن کرے

ذوق کہتا تھا کہ دونگا جمعہ کو سب کا عمل
کوئی اُسکو جاکے بتلا وے جو وہ دن کرے

عدو کو گر کو تری بو اثر تو کہے
کہ آدمی جو کہے بات سوچ کر تو کہے

مری حقیقت پر درد کو کوئی اُس سے
یہ آہ و نالہ نہ کھوے یہ چشم تر تو کہے

یہ آرزو ہے جہنم کو بھی کہ آتش عشق
مجھے نہ شعلہ گر اپنا کہے شرر تو کہے

بقدر مایہ نہین گر ہر ایک کا رتبہ و نام
بھلا حباب کو دیکھین کوئی گہر تو کہے

جو چپ لگا کے نہ بیٹھے تو کیا کرے ناصح
کہ جانتا ہے کہے کا ہو کچھ اثر تو کہے

جل اُٹھے شمع کے مانند قصہ خوان کی زبان
ہمارا قصۂ پر سوز لحظہ بھر تو کہے

شہید عشق کا ہر قطرۂ خون انا الحق ہے
کہے جو حق کوئی منصور اسقدر تو کہے

مجال کیا کہ ترے آگے نفس نہ دم مارے
کہیگا اور تو کیا پہلے الحذر تو کہے

بھرے گا بار محبت کی کیا فلک حامی
یہ حوصلہ کوئی رکھے بجز بشر تو کہے

بلا سے ہووے مرا مرغ نامہ بر بہو نرا
کہ اُسکو دیکھ کے وہ منھ سے خوشخبر تو کہے

سرشک چشم مرے ہین کہ ہو گئے موزون
مری طرح سے کوئی ذوق شعر تر تو کہے

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مر جائین گے
مر گئے پر نہ لگا جی تو کدھر جائین گے

سامنے چشم گہربار کے کہدو دریا
چڑھ کے گر آئے تو نظرون سے اُتر جائینگے

تم نے ٹھہرائی اگر غیر کے گھر جانے کی
تو ارادے یہان کچھ اور ٹھہر جائین گے

خالی اے چارہ گرو ہونگے بہت مرہم دان
پر مرے زخم نہین ایسے کہ بھر جائین گے

جسدن سے ہوا عشق مرے درپئے تعلیم
مرجاؤن مگر رازِ محبت نہ جتاؤن
بیتابیِ دل لفظون مین کیا آئے کہ ہر حرف
بیتابیِ دل کا کوئی مضمون جو ہوا نظم
تلخی یہ حسرت کو پیون کیون نہ مزے سے
ہے وصل مین غم ہجر کا اور ہجر بلا ہے
آلودۂ اظہار نہ ہو رازِ محبت
کھو آپ کو گر ڈھونڈھتا ہے عشق کی منزل
ہاروت سے وان لاکھون ہین شاگرد کہ جہا

ہر خار بیابان قلمِ مشقِ جنون ہے
کیا ہی اگر درد ہو دل مین نہ کہون ہے
دکھلا رہا گاہے حرکت گاہ سکون ہے
ہر حرف پہ میرے حرکت جائے سکون ہے
میری یہی تبرید تپِ سوزِ درون ہے
آرام محبت مین یہین یون ہے نہ وون ہے
دم ہونٹون پہ آجائے مگر مین نہ کہون ہے
گم گشتگی اس رہ مین تری راہ نمون ہے
وہ چشم فسونگر سبق آموز فسون ہے

کیون حالِ زبون اپنا بیان کرتا ہے اُسنے
اے ذوق ترے واسطے یہ سخت زبون ہے

کرے ہے کام تیغ یار کس کس آبداری سے
زبان کھولین گے مجھ پر ہر زبان کیا بدشعاری ہے
گذرتی ہے مزے مین زندگی غفلت شعاری سے
نہ ہوتا گر وہ شوخ خودنما سرگرم آرائش
روان ہے شمع کے اشکون مین چربی خاک گھل گھل کر
خبر کیا پوچھتے ہو اپنے بیمارِ محبت کی
جو پوچھے زاہد خشک اپنی دارو کہدو پی لے
قفس کو لے اڑین صیاد اسیرِ مضطرب تیرے
کبھی گر سر اُٹھا اپنا تو جون اشکِ سرِ مژگان
اُٹھائے جاؤن مین کبتک داغ کاش انکے عوض ہو تم

دکھاتی اپنی گلکاری ہے کیا کیا زخمکاری ہے
کہ مین نے خاک بھر دی انکے منہ مین خاکساری سے
مرے نزدیک بیہوشی ہے بہتر ہوشیاری سے
اُٹھاتا ہاتھ خورشیدِ فلک آئینہ داری سے
بہا جاتا ہے دل خون ہو کے اپنا اشکباری سے
کہ نوبت دم شماری کی تھی شب اختر شماری سے
اگر پرہیز کو پوچھے کہو پرہیزگاری سے
خبر گل کی اگر اڑتی تین بادِ بہاری سے
زمین کو جا لگا سر جھک کے اپنا شرمساری سے
مری چھاتی پہ پتھر سنگدل دو چار بھاری سے

عشق کے داغ کو دل مہر نبوت سمجھا
ڈر ہے کافر کہیں دعوائے نبوت نکرے

ہر قدم پر ہے شگونوں سے رواں میں دریا
کیا کرے جادہ اگر ترک رفاقت نکرے

آج تک خون سے ہے تر یہ زبان خنجر
پھر کرے کیا جو طلب کوئی شہادت نکرے

مکتب صبح ازل کا ہے خلیفہ انسان
پھر کرے کون اگر یہ ہی خلافت نکرے

بن جلے شمع کے پروانہ نہیں جل سکتا
کیا کرے عشق اگر حسن ہی سبقت نکرے

پھر چلا مقتل عشاق کو قاتل اے ذوق
سر یہ پا ہیں کشتوں کے قیامت نکرے

کہتے ہیں جھوٹ سب کہ نہیں پانوں چھوٹ کے
چھوٹے تو بیٹھے بھی نہیں پانوں ٹوٹ کے

چلتا ہو ذوق قید سے ہستی کے چھوٹ کے
یہ قید مار ڈالے گی دم گھوٹ گھوٹ کے

ڈھالا جو تجھکو حسن کے سانچے میں اے صنم
آنکھوں کی جائے بھر دیئے موتی سے کوٹ کے

بیدرد سینہ گوشہ خالی نہیں مرا
دل میں بھرا ہے درد مرے کوٹ کوٹ کے

کیونکر حباب ہو سکے دریائے بیکران
دریا سے جب تلک نہ ملے ٹوٹ پھوٹ کے

اُس شمع رو سے رات کو رخصت ہوئے جو ذوق
روئے ہیں دل کے آبلے کیا پھوٹ پھوٹ کے

ہر دم دل خون گشتہ میں اک جوش فزون ہے
جو آہ ہے سینہ میں سو فوارۂ خون ہے

دنیا کی ہے رفعت کا سبب پستی ہمت
گردون کو ہے اوج اس سے زمانہ میں کہ دون ہے

بھر جاتی ہے سینہ کو مری آہ بھی اُلٹی
قسمت ہے جو برگشتہ ہوئی بخت نگون ہے

مین درد سے ہوں عشق کے بیٹھا ہوا لبریز
پر دل یہی کہتا ہے کہ ہرگز نہ کمون ہے

اک غمزہ تری چشم فسون کار کا کافر
سو چشم پری کو سبق آموز فسون ہے

دل کرتا ہے اس کوچہ کا جب قصد تو لیتا
طائر کے عوض رنگ پریدہ سے شگون ہے

قایم ہے بنا درد کی فریاد سے میری
جو نالہ ہے ایوان محبت کا ستون ہے

ہائے محتاج ہوا مرہمِ زنگار کا تو
زخمِ دل زہر ہے ہنسنا ترا لگتا ہے

آبِ خنجر ہے جو زہر آب وفاداروں کو
ملکِ رحمت ہے وفا پانی ذرا لگتا ہے

قدِ مجنوں ترے پھولوں کی چھڑی ہے لیلی
جب ذرا جھکتا ہے سر پانوں سے جا لگتا ہے

زر و زاہد ہے تو کیا کھوٹ ابھی ہے دل میں
ذوق اس زر کو کسوٹی پہ کسا لگتا ہے

اُڑائی طرزِ نالہ کی بھی اک دم تیرے محزون نے
سوا تنک دیکھ لے منقارِ طوطی سرخ ہے خون سے

نہ شب آنکھوں میں خواب آیا خیالِ خالِ شبگون سے
رہے بیدار ساری رات ہم اُس حبِ افیون سے

یہ دنیا ہے وہ خمخانہ کہ جس میں دورِ گردون نے
کُلِ حکمت کیے کتنے ہی خم خاکِ فلاطون سے

اثر ہو نالۂ پر درد کا اتنا تو اے بلبل
کہ ٹپکے جائے شبنم اشکِ انجم چشمِ گردون سے

شہیدِ چشمِ میگون ہوں کہو تربت پہ میکش
کریں آ کر چراغاں ساغرِ صہبائے گلگون سے

ترے مجنوں کے تن پر لاغری کا قطع ہے جامہ
بنا تا پیرہن ہے ایک برگِ بیدِ مجنون سے

خدا جانے ہوئے بخت اپنے واژون اُسکی زلفوں سے
و یا زلفیں ہیں اُسکی واژگوں مجھ بخت واژون سے

اُڑائیں یوں جادوگر بلا سے ہم نہیں ڈرتے
ہے اپنا دم ہوا ہوتا تری چشمِ پرافسون سے

اُسی باغِ سخن میں ذوق جی اپنا بہلتا ہے
جہاں بوئے عشق کی آتی ہے کچھ گلہائے مضمون سے

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی
چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

ترا زبان سے ملانا زبان جو یاد آیا
نہ ہائے ہائے میں تالو سے پھر زبان لگی

کسی کے دلکا سنو حال دل لگا کر تم
جو ہووے دلکو تمہارے بھی مہربان لگی

تو وہ ہلال جبیں ہے کہ تارے بن بن کر
رہے ہے تیری طرف چشمِ یک جہان لگی

خدا کرے کہے تجھ سے یہ کچھ خدا لگتی
کہ زلف اے بتِ بدکیش تیرے کان لگی

اُڑائی حرص نے آ کر جہاں میں سب کی خاک
نہیں ہے کس کو ہوا زیرِ آسمان لگی

لگی تھی گر زمین کو میٹھی ترے تفتہ جانون کی — تو مثل نے اُٹھ جاتے دہن پھر بیقراری سے

نہین آتا نہ آئے رحم اے **ذوق** اُس ستمگر کو
بلا سے خوش تو ہو جاتا ہے میری آہ و زاری سے

یار بنتے حال پر ہم دلفگارون کے لگے — کاش کے ایسے ہی یارب گلو یارونکے لگے
اور بھی تیکا سمند وحشت اپنا دشت مین — تیز جون ہمیز نشتر جب کہ خارونکے لگے
کس کی کفش پا یہ دیکھے ہین ستارے اے فلک — رہتے ہین دیدے زمین کو جو ستارونکے لگے
بزم مین گر وہ اُلٹ دے روئے روشن سے نقاب — چھوٹنے مہتاب منھ پر ماہ پارونکے لگے
اس طرح در پے دلونکے ہین ترے چشم و نگاہ — جون شکار افگن پھرین پیچھے شکارونکے لگے
سرزمین باغ الفت مین ترے اے فتنہ گر — نخل قامت جب ترے سینہ فگارونکے لگے
ٹہنیان تیر دلکی نکلین پھولے سوفارونکے گل — خنجر ونکے برگ نکلے پھل کٹارونکے لگے
ہو اگر گرم فغان مرغ چمن میری طرح — آگ دم مین آشیانو نکو ہزارون کے لگے
آئے ہم اُس بزم مین اکدم سو اُسپر سیکڑون — تیغ طعنون کے لگے خنجر اشارونکے لگے
اے خدنگ یار مرہم جائین غیرت سے نہ کیون — مرہم آکر زخم پر سینہ فگارون کے لگے

ذوق صحرائے جنون مین ہو گیا ہے گردباد
توسن وحشت کو ہین مہمیز خارون کے لگے

باغ عالم مین جہان نخل حنا لگتا ہے — دل پر خون کا وہان ہاتھ پتا لگتا ہے
کیا تڑپتا دل بسمل کا بھلا لگتا ہے — جب اُچھلتا ہے ترے سینہ سے جا لگتا ہے
دل کہان سیر تماشے پہ مرا لگتا ہے — دل کے لگ جائے سے جینا بھی بُرا لگتا ہے
جو حوادث سے زمانہ کے گرا کب اُٹھا — نخل آندھی کا کہین اکھڑا ہوا لگتا ہے
دل لگے کا ہے مزا یہ کہ گزک مین اپنے — سب کبابون سے نمک تجھکو سوا لگتا ہے
شب ہجر مین لگتی ہے زبان تالو سے — اور نہ پہلو مرا بستر سے ذرا لگتا ہے

ملنا ہمارا اُن کا تو کب جائے جائے ہے
البتہ آدمی سو کبھی آئے جائے ہے

جو اُس گلی مین مثل صبا آئے جائے ہے
فردوس مین کب اُسکو تمنائے جائے ہے

کہتے ہین لوگ موت تو سب جائے جائے ہے
پر میرے پاس سے بھی کوئی کھائے جائے ہے

ٹوٹا ہے کس پتنگ کا بازو کہ شمع بزم
یون روغن اشک گرم سے ٹپکائے جائے ہے

لکھوا کے بھیج دیتا ہے ایک پرچہ گاہ گاہ
دل کو ذرا ذرا مرے پرچائے جائے ہے

ابر مژہ برس کے اگر کھل گیا تو کیا
نالہ تو وہ ہی آگ سی برسائے جائے ہے

فوارہ سے بجا ہے تواضع کا سیکھنا
اس سرکشی پہ سر کو وہ نہوڑائے جائے ہے

کیا حالِ جسم زار کہون سوزِ عشق سے
ایک بال ہے کہ آگ پہ بل کھائے جائے ہے

مضمون اضطراب کا ہے یہ بھی اک اثر
وہ مرغ نامہ بر کو جو پھڑکائے جائے ہے

تابوت تیرے کشتہ کو بیس سے کم نہین
کیا پانون اپنے چین سے پھیلائے جائے ہے

سو کوس کیا نہ جا سکے مجنون تو دو قدم
پر شوق مدعا ہے کہ دوڑائے جائے ہے

جبتک کہ جان تن سے نکل جائیگی نہ ذوق
دل مین جو درد ہے سو کوئی ہائے جائے ہے

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے
پر کیا کرین جو کام نہ بے دل لگی چلے

کم ہونگے اس بساط پہ ہم جیسے بد قمار
جو چال ہم چلے وہ نہایت بری چلے

ہو عمر خضر بھی تو کہین گے بوقت مرگ
ہم کیا رہے یہان ابھی آئے ابھی چلے

لیلےٰ کا ناقہ دشت مین دکھلاتا ذوق شوق
سن کر فغان قیس بجائے حدی چلے

نازان نہو خرد پہ جو ہونا ہو وہ ہی ہو
دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے

دنیا نے کس کا راہِ فنا مین دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہین جبتک چلی چلے

جاتے ہوائے شوق مین ہین اس چمن سے ذوق
اپنی بلا سے باد صبا اب کبھی چلے

تمہارے ہاتھوں ہمارے دلِ فگار میں آہ / سنان و خنجر و پیکاں کی ہے دکان لگی
کسی کی کاوشِ مژگاں سے آج ساری رات / نہیں پلک سے پلک میری ایک آن لگی
پناہ بحرِ جہاں میں بھی اپنی کشتیِ عمر / سو ٹوٹ پھوٹ کے بارے کنارے آن لگی

خدنگِ یار کو کس طرح کھینچ لوں دل سے
کہ اُسکے ساتھ ہے اے ذوق میری جان لگی

وہ ہوں میں پر معاصی سوختہ سوزِ ندامت سے / حذر دوزخ کرے جسکے شرارِ سنگِ تربت سے
دوئی ہے ایک سب بیں دیکھ لو چشمِ حقیقت سے / بنا واحد کی کیوں توڑیگا ملا جمعِ کثرت سے
نہ سوکھے دامنِ تر ذرہ میرا اور جوں اختر / رواں ہوں اشکِ خجلت چشمِ خورشیدِ قیامت سے
دمِ تکبیر اٹھالے دو جہاں سے ہاتھ یکباری / نمازِ عشق کی سمجھے ادا کس حسنِ نیت سے
اگر پوچھے کوئی تجھسے کہ کیوں دشمن ناداں سے / تو میں کہدوں محبت سے محبت ہے محبت سے
برائے شوکتِ دنیا نہ ہو عار دین زاہد / سمجھیو شوکتِ لعقبیٰ کو بہتر ایسی شوکت سے
نمک ہو مشک ہو یا سودۂ الماس تم چھڑکو / جراحت کو مرے کیا کام ہے سنگِ جراحت سے
پڑھو تم فاتحہ گر آکے مرقد پر شہیدوں کے / تو پاس اٹھکر اشارہ کر دے انگشتِ شہادت سے
حریصوں کو نہیں جا وسعتِ آبادِ قناعت میں / جو کھینچے ہاتھ کو وہ پاؤں پھیلائے فراغت سے
الف کو تیری قامت کے کیا اُستادِ قدرت نے / مزین صفحۂ ہستی پہ رعنائی کے خلعت سے
لبِ ہر زخم میرا ہے ہلالِ عید سے خوشتر / مجھے زخمی کیا ہے کسنے ابرو کی اشارت سے
بہت اچھا کیا مجھکو کیا گر قتل قاتل نے / کہ ہو دیگانہ عاشق ایک جی اور سب کو عبرت سے
علاجِ زخمِ حسرت ہے مرا تیزابِ تیغ اُسکا / نہیں سنگِ فساں کچھ کم مجھے سنگِ جراحت سے
اگر آرائشِ ظاہر ہو بد باطن کو کیا حاصل / بھلا باطن میں رتبہ کیا ہے اسکو نیک طینت سے
ہوئی حرفوں میں گو یک نقطہ رحمت سے سوا زحمت / عدد میں ہے مگر رحمت زیادہ ہوتی زحمت سے
زبانِ ریختہ کر دی زبانِ اہلِ ولایت کی / محبت ذوق کو از بسکہ ہے شاہِ ولایت سے

ہیں کیا کر دیں اظہار غم ہے بار غم پر بار غم
دن رات اک انبار غم میرے دل غمگیں پہ ہے

صیقل نہ ہو گر تیغ پر جوہر یہ ہو کس کو نظر
اے ذوق یہاں قدر ہنر آرائش و تزئیں پہ ہے

اگر ہوتے ہو تم برہم ابھی سے
تو پھر ہوتے ہیں رخصت ہم ابھی سے

لگے کیوں تم پہ مرنے ہم ابھی سے
لگا یا جی کو اپنے غم ابھی سے

دلا ربط اس سے رکھنا کم ابھی سے
جتا دیتے ہیں تم کو ہم ابھی سے

ترے بیمار غم کے ہیں جو غمخوار
برستا ان پہ ہے ماتم ابھی سے

غضب آیا ہلیں گر اس کی مژگاں
صفیں یاروں کی ہیں برہم ابھی سے

نہیں ہے دیر گر جانے میں اُن کے
نہیں اپنے بھی دم میں دم ابھی سے

بہے آنسو تو دامن کیا کہیں گے
ہوئی ہے آستیں پر نم ابھی سے

مرے لاشہ پہ بھی اس بدگماں نے
کہا کیوں جی چرایا دم ابھی سے

تمہارا مجھ کو پاس آبرو تھا
وگرنہ اشک جاتے تھم ابھی سے

لگے سینہ جلانے مجھ کو آنسو
کہ ہو بنیاد غم محکم ابھی سے

وہ شاید منہ کھلے پر جائینگے آج
کہ چھایا دل پہ ابر غم ابھی سے

نکلتے ہی دم اٹھواتے ہیں مجھ کو
ہوئے بیزار کیوں ہمدم ابھی سے

ابھی دل پر جراحت سو نہ دو سو
لے آئے دوستو مرہم ابھی سے

کیا ہے وعدۂ دیدار کس نے
کہ ہے مشتاق اک عالم ابھی سے

سوا جانا مجھے عزیزوں نے اے ذوق
کہ پھرتے ہیں خوش و خرم ابھی سے

حالت نشہ میں دیکھنا اس بے حجاب کی
ہر ناز سے ٹپکتی ہے مستی شراب کی

لیا ایمان و دین تونے اگرچہ اک زمانے سے
نہیں اسیر بھی اے ظالم ترا ایمان ٹھکانے سے

ستمگر تونے روکا سب کو تیرے پاس آنے سے
اجل بھی اب یہاں آئے تو آئے کچھ بہانے سے

ڈھلیں گے شمع کے سانچے میں گذرے سر پہ جو تیرے
بہیں گے آنسو وہیں انکے آگے اس بہانے سے

پڑے تسبیح زاہد پر نگاہ مست اگر تیری
تو ٹپکے بادۂ انگور اسکے دانے دانے سے

تمھاری زلف کے کوچہ میں پھرتا ہے جو دیوانہ
پتا لینا ہو گر دلکا تو لینا اپنے شانے سے

کہاں جا بیٹھے اڑ کر طائر بے بال و پر یونہیں
قفس صیاد کا بہتر ہے مجھکو آشیانے سے

نہ کیجو خوان دوں ہمت پہ ہاتھ اے ذوق آلودہ
کہ یہ کھانا مرے آگے ہے بدتر زہر کھانے سے

جان غش لب جان بخش پر دل غش خط مشکین پہ ہے
عیسائی اپنے دین پہ ہے موسائی اپنے دین پہ ہے

دے سین کی صورت دکھا تو ہنس کے دانت اپنے ذرا
یاسین لیا پڑھوا رہا قاتل مرے بالین پہ ہے

بلبل کا دل ہے خون فشاں ہیں عشق کی نیرنگیاں
سرخی رنگ گل کہاں یہ دامن گلچین پہ ہے

(بلبل کا خون ہے غلط نامہ)

حرف زبانی ہو کہ خط قول انکا سچ ہو یا غلط
میری تو اب تسکین فقط اے دل تری تسکین پہ ہے

ہے خوشۂ انگور یا کرتا ہے دل پر آبلہ
صد خندۂ دندان نما شب خوشۂ پروین پہ ہے

دو جام ہے بھر کر چڑھا پھر دیکھ کیفیت ہے کیا
یہ خوب عینک حق نما چشم حقیقت بین پہ ہے

ہو کوہ کے چشموں نے وہاں پائی نہ کیوں شیرین روان
دی جان شیرین کھو جان فرہاد نے شیرین پہ ہے

کس کے مو شانہ میں اے دست ہوس ٹوٹ گئے
تیرہ بختوں کے جو یاں تار نفس ٹوٹ گئے

رات جو شیشہ مے مجھ سے عسس توڑ گئے
ہائے نہ گنبد مینا کے کلس ٹوٹ گئے

دیدۂ آبلۂ پا پہ ہے مژگان پیدا
پاؤں میں چبھ کے مرے خار بس ٹوٹ گئے

ساقیا بادہ کشی میں گئی ساری برسات
عہد و پیمان مرے سب کی برس ٹوٹ گئے

یاد آیا جو اسیران قفس کو گلزار
مضطرب ہوئے یہ تڑپے کہ قفس ٹوٹ گئے

رونگٹے یار کے پشت لب شیریں پہ نہیں
شہد پر بیٹھ کے ہیں پائے مگس ٹوٹ گئے

تو گرفتار قفس گر ہو نہیں تڑپے صیاد
کوئی دم میں یہ سمجھنا کہ قفس ٹوٹ گئے

ذوق ہم ہو گئے گم ایسی ہوئی گم آواز
آج کیا قافلے کے سارے جرس ٹوٹ گئے

ہم اول ہی سے خود کو نابود سمجھے
کہ بانگ ولادت کو مولود سمجھے

ہوا نالہ سب درد آلود سمجھے
کہ تھے عشق حلوائے بے دود سمجھے

تری مانگ کی تیغ کا ہو جو زخمی
وہ بے زخم دل کو نمک سود سمجھے

خدا کی خدائی اگر آگے آئے
وہ کافر کسی کو نہ موجود سمجھے

جو کچھ آپ کو دل میں سمجھا وہ کافر
نہ فرعون سمجھے نہ نمرود سمجھے

ہمارا جو دل ہو گیا موم اُن پر
ہم الفت کو اعجاز داؤد سمجھے

کیا دل کا بازار الفت میں سودا
زیاں کو ہم اے ذوق یاں سود سمجھے

خط بڑھا کاکل بڑھے زلفیں بڑھیں گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

تیرے جلوہ سے چمن میں رونق اے گلرو بڑھے
شاخ گلبن میں نہ یہ گل گل میں رنگ و بو بڑھے

بعد رنجش کے گلے ملتے ہوئے رکتا ہے جی
اب مناسب ہے یہی کچھ میں بڑھوں کچھ تو بڑھے

ہاتھ ملنے کو جو مجنوں سے بڑھائے بستین
ضعف سے مدت میں جوں شاخ سر آہو بڑھے

کوچہ مین آ پڑے تب خاک ہوکے ہم — یان تو صبا نے اور بھی مٹی خراب کی

قاصد جواب جان مری دے چلی مجھے — پر منتظر ہے آنکھوں مین خط کے جواب کی

نکلے ہو میکدہ سے ابھی منہ چھپائے تم — دابے ہوے بغل مین صراحی شراب کی

۱ اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتایئے — معلوم ہے حقیقت ہو حق جناب کی

قفل صد خانۂ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے — جو طلسمات نہ ٹوٹے تھے کبھو ٹوٹ گئے

خار غم دل سے کسی طرح نہ نکلا اے عشق — ہوکے ناخن کئی سینہ مین فرو ٹوٹ گئے

چارہ گر سوزن تقدیر مین کچھ او ہین تار — جیب کے تار جو ہو ہوکے رفو ٹوٹ گئے

سیکڑون کاسۂ سر دہر مین مانند حباب — کھوائے چرخ نے تجھ سے کبھو ٹوٹ گئے

تو جو لیتا ہے کدو سے غیر کو بھی ساغر تو — ہاتھ کیا اُسکے ہین اے عربدہ جو ٹوٹ گئے

دختر رز نے وہ انداز دکھائے سر بزم — رات یارون کے وہان غسل و وضو ٹوٹ گئے

کیونکہ بن کشتی سے کیجئے سیر دریا — میکشو زیر بغل آبتو کدو ٹوٹ گئے

دیکھکر سرمہ کی تحریر تری آنکھوں مین — بین صنم خانون مین زنار گلو ٹوٹ گئے

تیرے ہاتھوں مین برنگ گل بازی آخر — بند بند اپنے ہین اے عربدہ جو ٹوٹ گئے

چشم مخمور کے اک جام مین سب یارون کے — رات سر رشتۂ اعمال نکو ٹوٹ گئے

تیر کھینچے بھی اگر چارہ گرون نے دل سے — تو کبھو چھوٹ گئے اور کبھو ٹوٹ گئے

کیا بیان تم سے کرون زور شکست دل کا — کہ مری خاک سے بن بن کے سبو ٹوٹ گئے

مژہ تر پہ اسے ذکر جو شب آئے آنسو — شدت گریہ سے مو بر سر مو ٹوٹ گئے

جذب عشق اپنا ہے کب چھوڑتا تیرونکو ترے — کھینچے بھی دل سے جو سوفار کبھو ٹوٹ گئے

گلشن عشق سے کیا بار ورا اللہ اللہ — یہ ثمر لائے کہ سرو لب جو ٹوٹ گئے

کہہ بہ تبدیل قوافی غزل اک اور بھی ذوق — دیکھین کس طرح سے جھلاتا ہے تو ٹوٹ گئے

ہنگام بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے
شکر تو تھے پسینہ سے شکّر تری ہوئے

ثبت اس بیاض چشم میں ہیں خط سرمہ سے
جو انتخاب نسخۂ افسون گری ہوئے

دکھلائے ہم نے لیکے جو دامن پہ دُرِ اشک
قائل ہماری آنکھ کے سب جوہری ہوئے

اک خال زیر زلف سے ظاہر مرے لئے
اے یار سو طریقۂ بد اختری ہوئے

جلجائے خاک وحشی چشم بتان پہ گھاس
لیکن ہرن کھری نہ رہے بن ہری ہوئے

کچھ بسکہ آدمیت اگر ہولے آدمی
یہ حور وش تو حور ہوے یا پری ہوئے

ہم جلتے جی جہان سے معدوم ہوگئے
اتنے نظر سے گم بسبب لاغری ہوئے

رسوا نہ ہوتے کرتے نہ گر جیب و سینہ چاک
ہم آپ اپنی باعث پردہ دری ہوئے

مطلب نہ کفر سے ہے نہ اسلام سے ہے کام
دل دیکے اے صنم تجھے سب سے بری ہوئے

طالع ہوئے نہ اپنی سعادت سے مقترن
ہرچند سو قران مہ و مشتری ہوئے

اے ذوق آج سامنے اُس چشم مست کے
باطل سب اپنے دعوی دانش وری ہوئے

اک صدمہ دردِ دات سے مری جانپر تو ہے
لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے

آنا ہے اُنکا گرچہ قیامت پہ منحصر
ہم خوش ہیں یہ کہ آنے کی اُنکے خبر تو ہے

ہے سر شہید عشق کا زیب سنانِ یار
صد شکر بارے نخلِ وفا بارور تو ہے

اے شمع دل ہے رونے میں جلتا تو کیا ہوا
ہوجاتی اس میں رات بلا سے بسر تو ہے

ہے دل میں درد اگر نہیں ہمدرد کے پاس
دلسوز اگر کوئی نہیں سوز جگر تو ہے

اے دل ہجوم رنج و الم سے نہ تنگ ہو
خانہ خراب خوش ہو کہ آباد گھر تو ہے

اُس بت نے غائبانہ کہا یا نہیں کہا
چپ ہوگیا وہ بار سے مجھے دیکھکر تو ہے

تربت پہ دل جلون کے نہیں گرچراغ گل
سینہ میں سوزشِ دل و داغِ جگر تو ہے

کشتی بحرِ غم مرے حق میں ہے تیغ یار
کر دیتی ایکدم میں ادھر سے اُدھر تو ہے

لکھ رہا ہے حسن کے دیوان میں خطِ پشتِ لب
ایک مطلع اور زیرِ مطلعِ ابرو بڑھے

پڑھتے پڑھتے بڑھ گئی وحشت وگرنہ پہلے آہ
ہاتھ کے ناخن بڑھے سر کے ہمارے مو بڑھے

تجھ کو دشمن واں شرارت سے جو بھڑکاتے ہیں یوں
جاتے ہیں اور غرّاے شوخِ آتش رو بڑھے

واہ ساقی کیا ہی دی ہے دارو ے فرحت فزا
جسکے اک قطرہ سے سیرون جسم میں لوہو بڑھے

یوں دمِ گریہ ہوا دل سے مرے نالہ بلند
جس روش بالی کے باعث سروِ آبجو بڑھے

حسنِ کیفیت سے ہو معمور اگر مینائے دل
پھر تو جامِ جم سے قدرِ کاسۂ زانو بڑھے

یاں بڑھی دل کی طپش اودھر ہے غیرونکی سنگ
گرمیِ صحبت تری اے شوخِ آتش رو بڑھے

چرخ پر نورِ قمر راتوں بڑھے راتوں گھٹے
حسن تیرا روز بروز اے ہلال ابرو بڑھے

کچھ تپِ غم کو گھٹا کیا فائدہ اس سے طبیب
روز نسخہ میں اگر خرفہ گھٹے کاہو بڑھے

جا ستانے دل بڑھے الفت کی اُسنے رسم و راہ
پر وہاں قابو ہمیں کس طرح بے قابو بڑھے

پیشوائی کو غمِ جانان کی چشم و دل سے ذوق
جب بڑھے نالے تو اُسنے پیشتر آنسو بڑھے

آتے ہی تو نے گھر کے پھر جانے کی سنائی
رہ جاؤں سن نہ کیونکر یہ تو بری سنائی

مجنوں و کوہکن کے سنتے تھے یار قصے
جبتک کہانی اپنی ہمنے نہ تھی سنائی

جس بات پر تمھاری سب غش ہیں ہم سے پوچھو
ہم کہوین آنکھوں دیکھی وہ سب سنی سنائی

شکوہ کیا جو میں نے گالی کا آج اُس سے
گالی کے ساتھ اُسنے اک اور بھی سنائی

کیا جانے کیا کہیگا کچھ کہنے کو ہے ناصح
دیتا نہیں مجھے تو اے بیخودی سنائی

کہنے نہ پاے اُس سے ساری حقیقت اک دن
آدھی کبھی سنائی آدھی کبھی سنائی

صورت دکھائے اپنی دیکھیں وہ کس طرح سے
آواز بھی نہ جس نے ہمکو کبھی سنائی

قیمت میں جنسِ دل کی مانگا جو ذوق بوسہ
کیا کیا پھر اُسنے ہمکو کھوٹی کھری سنائی

گور تک آئے تو چھاتی پہ قدم بھی رکھدو — کوئی بیدل ادھر آئے تو پتا یاد رہے

تیرا عاشق نہ ہوا سودہ بزیرِ طوبےٰ — خلد مین بھی ترے کوچہ کی ہوا یاد رہے

یاد آجائین جفا سے جو کبھی آپ تو پھر — یاد عاشق کو نہ کیجے گا بھلا یاد رہے

داغِ دل پر مرے پھاہا نہین ہے انگارا — چارہ گر لیجو نہ چٹکی سے اُٹھا یاد رہے

زخمِ دل بولے ترے دلکے نمکخواروں سے — تو بھلا کچھ تو محبت کا مزا یاد رہے

حضرتِ عشق کے مکتب مین ہے تعلیم کچھ اور — یان لکھا یاد رہے اور نہ پڑھا یاد رہے

گر حقیقت مین ہے رہنا تو نہ رکھ خود بینی — بھولے بندہ جو خودی کو تو خدا یاد رہے

عالمِ حسن خدائی ہے بتون کی اے ذوق — چلکے بت خانہ مین بیٹھو کہ خدا یاد رہے

چشمِ قاتل ہمین کیونکر نہ بھلا یاد رہے — موت انسان کو لازم ہے سدا یاد رہے

میرا خون ہے ترے کوچے مین بہا یاد رہے — یہ بہا وہ نہین جسکا نہ بہا یاد رہے

کشتۂ زلف کی مرقد پہ تو اے لیلیٰ وش — بید مجنون ہی لگانا کہ پتا یاد رہے

خاکساری ہے عجب وصف کہ جون جون ہو سوا — ہو صفا اور دلِ اہلِ صفا یاد رہے

ہو یہ لبیکِ حرم یا یہ اذانِ مسجد — سیکڑو قلقلِ مینا کی صدا یاد رہے

یاد اُس وعدہ فراموش نے غیروں سے بدی — یاد کچھ کم تو نہ تھی اور سوا یاد رہے

خط بھی لکھتے ہین تو لیتے ہین خطائی کاغذ — دیکھئے کب تک اُنھین میری خطا یاد رہے

دو ورق ہین کفِ حسرت کے دو عالم کا ہے علم — سبقِ عشق اگر تجکو دلا یاد رہے

قتلِ عاشق پہ کمر باندھی ہے ایدل اُسنے — پر خدا سے کہ اُسے نام مرا یاد رہے

طائرِ قبلہ نما بن کے کہا دل نے مجھے — کہ تڑپ کر یونہی مرجائیگا جا یاد رہے

جب یہ دیندار ہین دنیا کی نمازین پڑھتے — کاش اسوقت انھین نام خدا یاد رہے

ہم پہ سو بار جفا ہو تو رکھو ایک نہ یاد — بھول کر بھی کبھی ہووے تو وفا یاد رہے

وہ دل کہ جس میں سوز محبت نہ ہووے ذوق
بہتر ہے اُس سے سنگ کہ جس میں شرر تو ہے

خدا نے میرے دیا سینہ لالہ زار مجھے
بتوں نے کے نظر آؤ تم بہار مجھے

وہ خط جو لکھنے نہیں جز خط غبار مجھے
سمجھتے یار ہے کہ ہیں اپنا خاکسار مجھے

نگہ نے اُس کی بھی سخت بیقرار کیا
بلا سے مار دے اگر کوئی کشار مجھے

جلال یار نے ڈر کر بھی دیکھنے نہ دیا
پکارتے رہے دیر و حرم ہزار مجھے

تمھارے عشق میں ماہی سے تا بہ ماہ فلک
دکھائی دیتے ہیں دنیا سے داغدار مجھے

نظر جو لطف کی ہے روز وصل پر موقوف
تو کرنا کیا تھا نظر سے بد انتظار مجھے

عیاں ہے آئینۂ رخ پہ جب سے خط غبار
وہ خط ہیں لکھتے مگر در خط غبار مجھے

ہوا ہے وادی وحشت مجھے موافق تھی
دکھا رہے ہیں چمن کی یہ کیا بہار مجھے

نہ دیتا عشق اگر چشم اشک بار اے ذوق
جلا چکی تھی مری آہ شعلہ بار مجھے

مرض عشق جسے ہو اسے کیا یاد رہے
نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے

تم جسے یاد کرو پھر اُسے کیا یاد رہے
نہ خدائی کی ہو پروا نہ خدا یاد رہے

لوٹتے سینکڑوں خنجر ہیں کیا یاد رہے
چیر دو سینہ میں دل کو کہ پتا یاد رہے

رات کا وعدہ ہے بندہ سے اگر بندہ نواز
بند میں دے لو گرہ تاکہ ذرا یاد رہے

قاصد عاشق سودا زدہ کیا لائے جواب
جب نہ معلوم ہو گھر اور نہ پتا یاد رہے

دیکھ بھی لینا ہمیں راہ میں اور کیوں صاحب
ہم سے منہ پھیر کے جانا یہ بھلا یاد رہے

تیرے مدہوش سے کیا ہوش و خرد کی ہو امید
رات کا بھی نہ جسے کھایا ہوا یاد رہے

کشتۂ ناز کی گردن پہ چھری پھیرو جب
کاش اس وقت تمھیں نام خدا یاد رہے

خاک برباد نہ کرنا مری اُس کوچہ میں
تجھ سے کہہ دیتا ہوں میں باد صبا یاد رہے

خدنگِ عشق کھاکر زخم دل فرہاد کے باہم
لگے کہنے کہ شیرین نیشکر ایسے نہ ہوتے تھے

سفر ہے ابکی جان کا حضرتِ دل بیٹھے حیران ہین
پریشان ورنہ جون گردِ سفر ایسے نہ ہوتے تھے

کباب دل شرارِ عشق سے بے جل اُٹھی شاید
کہ مضمون سوزِ دل کے پیشتر ایسے ہوتے تھے

ہمارے آبلون مین آب ہے یا آبداری ہے
کہ پہلے خارِ صحرا تیز تر ایسے نہ ہوتے تھے

ستم دنیا کے جو جو تھے ستمگر دیتے گذرے
مگر صدمے ہماری جان پر ایسے ہوتے تھے

زمانہ مین ہین سنتے شور مدت سے قیامت کا
پر اس قامت سے جو ہین شور و شر ایسے ہوتے تھے

ہمارے شعر سنکر ذوق جیسے بزم عالم مین
ہوے قائل ہین اہلِ نظر ایسے نہ ہوتے تھے

نہ کھینچو عاشقِ تشنہ جگر کے تیر پہلو سے
نکالے ہے مثلِ ماہیٔ تصویر پہلو سے

نہ لے اے ناوک افگن دلکو سیرے چیر پہلو سے
کہ وہ تو جا چکا ساتھ آہ کے جون تیر پہلو سے

دلِ سیپارہ کو لے ٹانک تعویذ و نہین ہیکل کے
نہ سرکا یہ حمائل اے بتِ بے پیر پہلو سے

وہ ہون بے دست و پا بسمل رسائی جب نہ تھی انکی
گیا نا پاے قاتل از تہ شمشیر پہلو سے

اسیرِ زلف دیوانے ہین دیکھا سے پاسبان شکو
دبا کر بیٹھا اُنکے پانوٗن کی زنجیر پہلو سے

مصورِ لیلی و مجنون کی ناکامی پہ حیران ہین
کبھی ملکر نہ بیٹھا پہلو سے تصویر پہلو سے

یہ دل لب تشنہ تیغِ یار کا ہے رات بھر کرتا
صدائے العطش جون نالۂ شبگیر پہلو سے

عجب حسرت کا عالم تھا کہ مجنون کہتا تھا ہم
چھٹے پہلو مرے محمل کا یا تقدیر پہلو سے

نہ کہنا استخوان انکو یہ عالم لاغری کا ہے
کہ ہے دکھلا رہا میرا دلِ دلگیر پہلو سے

خیالِ ابروے جانان نہین دل بھولتا اکدم
سپاہی ہے جدا کرتا نہین شمشیر پہلو سے

تمام اہل سخن بزم سخن مین ذوق حیران ہین
جو قافیہ تونے کیا تحریر پہلو سے

برق میرا آشیان کب کا جلا کر لیگئی
کچھ جو خاکستر بچا آندھی اڑا کر لیگئی

مرماتے بھی نہو عشق بتان مین اے ذوق
چاہئے بندہ کو ہر وقت خدا یاد رہے

تدبیر نہ کر فائدہ تدبیر مین کیا ہے
کچھ یہ بھی خبر ہے تری تقدیر مین کیا ہے

اے اہلِ نظر عالمِ تصویر کو دیکھو
تصویر کا کیا دیکھنا تصویر مین کیا ہے

ہے شانہ کہ میرا دلِ دیوانہ ہے الجھا
معلوم نہین زلفِ گرہگیر مین کیا ہے

پارہ کی جگہ کشتہ اگر ہو دلِ بیتاب
پھر آپ ہی اکسیر ہے اکسیر مین کیا ہے

اے صید فگن کرتا ہے کیون اتنی چھری تیز
اب باقی بھلا اس ترے نخچیر مین کیا ہے

کچھ سلسلہ جنبانِ جنون ہے ترا مجنون
غل دیکھ بپا خانۂ زنجیر مین کیا ہے

بیٹھا ہے درِ کعبہ پہ حیران ترا شیدا
لبیک مین کیا ہوتا ہے تکبیر مین کیا ہے

صیاد عبث گرد ہے تو اسکے شب و روز
تو دیکھ تو کچھ اس ترے نخچیر مین کیا ہے

ہے صیدِ نگہ کتنا قضا سے یہ تڑپ کر
اس تیر مین کیا لطف ہے اس تیر مین کیا ہے

یہ غنچۂ تصویر کھلا ہے نہ کھلے گا
کیا جانے دلِ عاشقِ دلگیر مین کیا ہے

خنجر ہے ترے ہاتھ مین اور ہم تہِ خنجر
تاخیر ہو کیون فائدہ تاخیر مین کیا ہے

اُترا تھا گلے سے کہ جگر ہو گیا ٹھنڈا
کیا جانے اُس آبِ دمِ شمشیر مین کیا ہے

زاہد کی طرف دیکھو نہ تم ہے دمِ ذبح
لو نام تم اللہ کا تکبیر مین کیا ہے

ذوق اُس لبِ شیرین کا جو تو وصف ہے کرتا
کیا کہیئے حلاوت تری تقریر مین کیا ہے

پری رو کیا ستمگر پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے
ولیکن جیسے تم ہو فتنہ گر ایسے نہ ہوتے تھے

وہ جب دان بے تکلف رات بھر لپٹے ہوتے تھے
صبا کے جھوکے یہان تک سحر ایسے نہ ہوتے تھے

کسی کی فندقین یاد آ گئی ہین نوکِ مژگان پر
نمایان قطرۂ خونِ جگر ایسے نہ ہوتے تھے

جو دین ہین گالیان اُس بدزبان نے آج کیا کہئے
کبھی نادم ہم اُسکو چھیڑ کر ایسے نہ ہوتے تھے

ن

قاتل جو تیرے ہاتھ میں پٹی ہو زہر کی — مرہم کو زخمِ دل سے اُٹھا رکھیں ہم پرے
ہے موجِ ریگِ بادیہ کیا ایک گام میں — ہونگے سوارِ کشتیِ نقشِ قدم پرے
یارب کدھر کو جائے یہ جانبازِ درد و غم — باندھے کھڑی ہے چار طرف فوجِ غم پرے
اتنا بھی دم نہیں ہے کہ تیرا مریضِ غم — سرکے نظر سے صورتِ نقشِ قدم پرے
شب گھر پہ اُنکے غیر نے تو آ لیا تھا پر — دیوار و بام پر سے چڑھے ہم کہ دھم پرے
کچھ اپنی شرحِ سوزِ دلِ بیقرار آج — آیا تھا جی میں بیٹھ کے لکھیے رقم پرے
اللہ رے اضطراب کہ جوں آتشیں قلم — ہاتھوں سے جا پڑا مرے چھٹکر قلم پرے
یہ کیا شبِ وصال کہ دونو ہم تو ہیں — پر ہمسے وہ ہیں بیٹھے پرے اُنسے ہم پرے
کعبہ نہیں یہ کعبۂ دل ہے مقامِ دوست — رہنا ذرا یہاں سے طوافِ حرم پرے
تم آؤ گر تو آؤ نہیں مجھکو تو بلا — گھر سے تمھارے گھر ہے مرا اک قدم پرے
برگشتہ بخت وہ ہوں کہ پھر جائے ناز سے — مژگانِ تنگ اُسکی آکے نگاہِ کرم پرے
میں نے کہا جو اُنسے نکلتا ہے میرا دم — بولے خدا کیواسطے رکھیے یہ دم پرے
دیکھو نہ جاؤ حضرتِ دل زلفِ یار میں — رستہ نہیں ہے آپکی سر کی قسم پرے

کرتا ہے کیا مسافتِ منزل کا فکر **ذوق**
ہے ابتو یاں سے ملکِ عدم دو قدم پرے

ذکرِ مژگان تیرا جسکے روبرو نکلا کرے — اُسکے سینے نشترِ رگِ جان سے لہو نکلا کرے
گر فغاں اچھا نہیں تو جب بھی رہنا ہے بُرا — کچھ تو سینہ کا بخار اے دل کبھو نکلا کرے
لائے گر بادِ صبا اُس زلفِ مشکیں کی شمیم — شمع کے گل سے گلِ شبّو کی بو نکلا کرے
دیکھے میرے آنسوؤں کی آبداری کو اگر — آبِ دریا سے گہر بے آبرو نکلا کرے
چشمِ مستِ یار اگر دکھلائے تاثیرِ لطف — تا قیامت پھر دلِ آہو سے ہو نکلا کرے
اے صنم پیدا کرے جو دل میں تیری آرزو — پھر نہ اُسکے لب سے حرفِ آرزو نکلا کرے

اُسکے قدمون تک نہ بیتابی بڑھا کر لیگئی
ہاے وہ پلٹے دئے اور پھر ہٹا کر لیگئی

ناتوانی ہمکو ہاتھون ہاتھ اُٹھا کر لیگئی
چیونٹی سے چیونٹی دانہ چھڑا کر لیگئی

صبح رخ سے کون شام زلف مین جاتا تھا آہ
اے دل شامت زدہ شامت لگا کر لیگئی

خون سے فرہاد کے رنگین ہوا دامان کوہ
کیون نہ موج شیر یہ دھبا چھڑا کر لیگئی

تمنے تو چھوڑا ہی تھا اے ہمرہان قافلہ
لیکن آواز جرس ہمکو جگا کر لیگئی

نوک مژگان جب ہوئی سینہ نگار دوستان دوچار
پارہ ہاے دل سے گلدستہ بنا کر لیگئی

دیکھی کچھ دلکی کشش لیلی کہ ناقہ کو ترے
سوے مجنون آخرش رستہ بھلا کر لیگئی

وہ گئے گھر غیر کے اور یہان ہمین وہم کے بعد
بدگمانی اُنکے گھر سو گھر پھرا کر لیگئی

واہ اے سوز درون کوچہ مین اُسکے برق آہ
رات ہمکو ہر قدم مشعل دکھا کر لیگئی

جو شہید ناز کوچہ مین تمھارے تھا پڑا
کیا کہون تقدیر اُسے کیونکر اُٹھا کر لیگئی

دشت وحشت مین نکلا تھا گر دیوانہ ترا
روح مجنون بہر استقبال آکر لیگئی

آگ مین ہے کون گرپڑتا مگر پروانہ کو
آتش سوز محبت ہی جلا کر لیگئی

اے پری پہلو سے میرے کیا کہون تیری نگاہ
دل اُڑا کر لے گئی یا پر لگا کر لیگئی

ذوق مرجانے کا تو اپنے کوئی موقع نہ تھا
کوے جانان مین اجل ناحق لگا کر لیگئی

حد رقم ہے وصف جبین سے صنم پرے
برحق ہے شاخ سدرہ سے لوح و قلم پرے

رفتار وہ کہ فتنہ سے ہے سو قدم پرے
قامت کہے ہے شور قیامت کو تھم پرے

کہتا ہے کس کو ناز سے تو دمبدم پرے
تو دو قدم کہے مین رہون سو قدم پرے

بسمل ترے تڑپ کے بھی پہونچے نہ پاؤن تک
یا دو قدم ورے رہے یا سو قدم پرے

کیون گرم اضطراب ہے اسدرجہ اے شرر
ہستی سے کتنی دور ہے ملک عدم پرے

پھر کر ہمارے کعبۂ دل مین غزال یار
کہتے ہین دیکھ رہیو غزال حرم پرے

بار احسان ہے صبا کا بھی سر نکہتِ گل
کون گلشن میں سبکبار نظر آتا ہے

غنچہ سوجِ تبسم سے ترے گلشن میں
دیکھا ہے گل کو دل افگار نظر آتا ہے

میری آنکھوں میں نظر آتا ہے عالم ویران
دل کا ویرانہ جو بے یار نظر آتا ہے

عالمِ دل میں کبھی آ کے فلک کو دیکھو
کیا پسِ پردۂ زنگار نظر آتا ہے

ہاتھ اے دستِ جنون نازغ سے چھوڑ دیا
تن پہ تو مجھ کو نہیں تار نظر آتا ہے

بڑھ کے جو مکار زمانہ میں کھائی دغا کم
روز کس ساختہ دمدار نظر آتا ہے

جو جوا مرد علائق میں پھنسا ہے وہ مجھے
شیر زنجیر میں گرفتار نظر آتا ہے

دیکھ کر اے بتِ مغرور یہ اندازِ ستم
شرم سے چرخ نگونسار نظر آتا ہے

کاٹنے دوڑتا ہے گھر جو نہیں وہ گھر میں
حلقۂ در دہنِ مار نظر آتا ہے

دل پر وسوسہ کا عقدہ ہے قفلِ سوس
اس کا کھلنا مجھے دشوار نظر آتا ہے

مژدہ اے آبلہ پائی کہ پھر آنکھوں میں مری
دامنِ وادیِ کہسار نظر آتا ہے

کم نمائی سے ہوا ماہ تو عید کے چاند
کہ برس میں کبھی اک بار نظر آتا ہے

دل نے ہے دیکھ لیا نقطۂ تقدیر تمام
فلک اک نقطۂ پرکار نظر آتا ہے

چشمِ ساقی نے یہ میخانہ میں پھیلایا کفر
گردنِ شیشہ میں زنار نظر آتا ہے

صحبتِ اہلِ صفا دیتی ہے سرکش کو الٹ
نخل پانی میں نگونسار نظر آتا ہے

تنگ جو زیست سے ہیں تختۂ تابوت انہیں
مہک اک تخت ہوا دار نظر آتا ہے

ذوق مضمون میں ترے ذوق زبس بیش بہا
کم کوئی انکا خریدار نظر آتا ہے

دکھلا نہ خالِ ناف تو اے گلبدن مجھے
ہر لالہ بیان ہے نافۂ مشکِ ختن مجھے

ہمدم وبالِ دوش نہ کر پیرہن مجھے
کانٹا سا ہے کھٹکتا مرا تن بدن مجھے

بھاتا ہے حسن جیسا ہے دیوانہ پن مجھے
زنجیر پا ہے موجِ نسیمِ چمن مجھے

خط شکین کا تمھارے وصف اگر کیجے رقم / خط مشک افشان قلم سے سو بو نکلا کرے

حضرت دل ہم تو جب جانیں کرامات آپکی / کھا کے دھکے روز اس گھر سے عدو نکلا کرے

تیرے ترک چشم کو گر شوق خونریزی نہو / باندھکر تلوار کیوں اسے جنگجو نکلا کرے

خدمت پیر مغان سے لو وہ دارو ذوق
نشہ ہے جس سے بے جام و سبو نکلا کرے

خم ابرو ترا جب یار نظر آتا ہے / کوئی کھینچے ہوئے تلوار نظر آتا ہے

جب ترا شعلۂ رخسار نظر آتا ہے / سرد خورشید کا بازار نظر آتا ہے

گھر میں جو روزنِ دیوار نظر آتا ہے / چشم افعی مجھے بے یار نظر آتا ہے

مست چشم اُسکا جو میخوار نظر آتا ہے / ہے تو دیوانہ پہ ہشیار نظر آتا ہے

کیا تمھیں اے اُلے الابصار نظر آتا ہے / یہاں تو اغیار میں بھی یار نظر آتا ہے

ضعف سے تار تن زار نظر آتا ہے / سر مرا تن پہ گرانبار نظر آتا ہے

سبزۂ خط گل رخسار پہ ایک عالم ہے / خط ریحان خط گلزار نظر آتا ہے

معنیٔ رنگ خموشی سے جو دل ہو آگاہ / برگ گل میں لب اظہار نظر آتا ہے

جتنا بیہوش ہو اُتنا ہی سوا ہو آرام / مست ہاتھی ہو تو بیمار نظر آتا ہے

زلف کے دام میں ہے مرغ دل آتا ہیں یاد / جب کوئی مرغ گرفتار نظر آتا ہے

خواب غم میں بھی ہے آرام اگر آجائے / ہے وہ بے چین جو ہشیار نظر آتا ہے

آنکھ اُٹھا کر تو ذرا دیکھ کہ زیر افلاک / جو ہے سرکش وہ نگونسار نظر آتا ہے

میرے رونے پہ جو ہے دیدۂ سوزن روتا / تار اک آنسوونکا تار نظر آتا ہے

صید بیکس پہ ترے کون ہے کہتا تکبیر / یہ تو ہوتا یونہی مردار نظر آتا ہے

تیرے مجنون کو ہے سامانِ جنون لالۂ آتش / داغ سودا گل دستار نظر آتا ہے

ہے غضب سرمہ نے چمکایا تری آنکھوں کو / آج فتنہ ہمیں بیدار نظر آتا ہے

مار کر تیر جو وہ دلبرِ جانی مانگے
کہہ دو ہم سے نہ کوئی دے کے نشانی مانگے

اے صنم دیکھ کے ہر دم کی تری کم سخنی
موت گھبرا کے نہ کیون یہ خفقانی مانگے

خاک سے تشنۂ دیدار کے سبزہ جو اُٹھے
تو زبان اپنی نکالے ہوئے پانی مانگے

مار پیچان تو بلا ہیگا مگر تو اے زلف
ہے وہ کافر کہ نہ کاٹا ترا پانی مانگے

دہن یار ہو اور مانگے کسی سے دلکو
وہ جو مانگے تو بانداز نہانی مانگے

دل مرا بوسہ پہ پیغام نہین ہے ہمدم
مار لیتا ہے تو لے اپنی زبانی مانگے

جلوہ اُس عالمِ معنی کا جو دیکھے اے ذوق
لطفِ الفاظ نہ لے حسنِ معانی مانگے

نہین گواہی جو داغ کہن نہین دیتے
دکھائی لیا مرے تن پر چمن نہین دیتے

جفا مین بات وہ کیا گفتنہ نہین دیتے
کہ درد جان ہین اب زخم تن نہین دیتے

جو بولون کچھ تو مجالِ سخن نہین دیتے
سیون بھی مین یہ وہ سینے دہن نہین دیتے

سحر ہے روز دکھاتا نئی چمک خورشید
دکھا اُسے مرا داغ کہن نہین دیتے

ہین منع کر رہے رونے کو یہ جو نادان دوست
بجھانے کیون مجھے دل کی جلن نہین دیتے

یہ پڑ گئین تن لاغر مین جھریان ہین مرے
کہ اتنی زلف مین بھی وہ شکن نہین دیتے

شہید ناز کے چہلم یہ ہے نظر شاید
کہ سرمہ آنکھون مین تم جان من نہین دیتے

اجل ہے پوچھتی پھرتی مرا پتا یارو
بتا اُسے مرا بیت الحزن نہین دیتے

عدم کی راہ مین بھی کچھ تو ہے خطر کا گذر
کہ ساتھ لینے بجز یک کفن نہین دیتے

جو مانگا آبِ دمِ تیغ اُس سے بسمل نے
تو بولا زخمی کو اے خستہ تن نہین دیتے

بیانِ تیغ جو ہے وصف جوہر و شعلۂ طور
ذرا دکھا اُسے اپنی پھبن نہین دیتے

وہ تیر کھینچے ہے پہلو سے کہدے ایدل زار
کہ ہے نشانیِ ناوک فگن نہین دیتے

ہوا اُنکی زلف سے کیا زخمِ دلکو چشمِ امید
لگا بھلے کو وہ مشکِ ختن نہین دیتے

تسبیح دورِ بزم میں دیکھو امام کو
بخشی ہے حق نے زیبِ سرِ انجمن مجھے

اے میرے یاسمن ترے دندانِ آبدار
گلشن میں ہیں رلاتے گلِ یاسمن مجھے

محرابِ کعبہ جب سے ہے تیرا خمِ کمان
صیدِ حرم سمجھتے ہیں ناوک فگن مجھے

ہے تن میں ریشہ ہائے نئے خشک استخوان
کیوں کھینچتا ہے کانٹوں میں اے ضعفِ تن مجھے

اے لب مسی کو پھینک کہ نیلم ہے کم بہا
یاقوت دے وہ یا کوئی لعلِ یمن مجھے

ہوں شمع یا کہ شعلہ خبر کچھ نہیں مگر
فانوس ہو رہا ہے مرا پیرہن مجھے

اک سرزمیں لالہ بہار و خزاں میں ہوں
یکساں ہے داغِ تازہ و داغِ کہن مجھے

خسرو سے تیشہ بولا جو چاٹوں نہ تیرا خون
شیریں نہ ہووے خونِ سرِ کوہکن مجھے

رخ پر تمہارے دام جو ڈالا ہے سبزہ نے
آتا نظر ہے بیضۂ عنقا دہن مجھے

یہ دل وہ ہے کہ کر دے زمیں آسماں کو خاک
اکدم کو برق دے جو پنہا پیرہن مجھے

کوچہ میں تیرے کون تھا لیتا بھلا خبر
شب چاندنی نے آکے پنہایا کفن مجھے

دکھلاتا آسمان سے ہے روئے زمیں کی سیر
اے رشکِ ماہ تیری جبیں کا شکن مجھے

رکھتا ہے چشمِ لطف پہ کس کس ادا کے ساتھ
دیتا ہے جام ساقیِ پیماں شکن مجھے

ہے جذبِ دل درست تو چاہِ فراق سے
کھینچے گی تیری زلفِ شکن در شکن مجھے

دکھلاتا اک ادا میں ہے سو سو طرح بناؤ
اس سادہ پن کے ساتھ ترا بانکپن مجھے

جیسے کوئیں میں ہو کوئی تارا چمک رہا
دل سوجھتا ہے یوں تہِ چاہِ ذقن مجھے

آکر اسے بھی دو کبھی آنکھیں ذرا دکھا
آنکھیں دکھا رہا ہے غزالِ ختن مجھے

آئے مزے ہیں کہ ہوا میں تری ہوا
صحرائے دل ہوائے چمن در چمن مجھے

یا رب یہ دل ہے یا کہ ہے آئینہ نظر
دکھلا رہا ہے سیر و سفر در وطن مجھے

آیا ہوں نور لیکے میں بزمِ سخن میں ذوق
آنکھوں پہ سب بٹھائیں گے اہلِ سخن مجھے

کہہ نہ بتخانہ مین اے شیخ بتون کو دل سنگ
وہان تیرے کعبہ کے اندر تھے تو کیا تم رہے

کتنا رد یا ہون ولیکن نہ پسیجے وہ سنگ
سنگدل گر نہ ستمگر تھے تو کیا پتھر تھے

ساقیا خاک ہے گر شیشۂ دل میرا تو کیا
اور بلورین ترے ساغر تھے تو کیا پتھر تھے

سنگدل وہ رہے اے ذوق صدا حق مین مرے
غیر کے حق مین جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

بزم مین ذکر مرا لب پہ وہ لائے تو سہی
وہین معلوم کرون ہونٹ ہلائے تو سہی

سنگ پر سنگ ہر اک کوچہ مین کھائے تو سہی
پر بلا سے ترے دیوانے نے کھائے تو سہی

گر جنازہ پہ نہین قبر پہ آئے وہ مری
شکوہ کیا کیجیے غنیمت ہے کہ آئے تو سہی

کیونکہ دیوار پہ چڑھ جاؤن کوئی کہتا ہے
پاؤن کا توڑ لگا انگوٹھے کو جمائے تو سہی

پارۂ مصحف دل تھے ترے کوچہ مین پڑے
آتے پاؤن کے تلے شکر کہ پائے تو سہی

آکے غرفہ مین نہ بیٹھے تو نہ بیٹھے وہ شوخ
روزن در سے ذرا آنکھ لڑائے تو سہی

گھٹاتا ہے گھٹے سہ کو بڑھاتا ہے فلک
ہر شب ہجر کو ہم دیکھین گھٹائے تو سہی

کردون اک نالے سے مین حشر مین برپا سو حشر
شور محشر مجھے سونے سے جگائے تو سہی

تھے تم ہی نکلے جو اس دام بلا سے اے ذوق
ورنہ تھے پیچ مین اس زلف کے آئے تو سہی

خیال دل مین پری نہ لاؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے
تم آتے آؤ نہین نہ آؤ ہمارے دلمین تمھارا گھر ہے

یہ دل ہے آئینہ تم ہو صورت نہین ہے یان نام کو کدورت
کسی کو گھر مین بھلا بٹھاؤ ہمارے دلمین تمھارا گھر ہے

خلل بنانے مکان کو پہنچے تو ہوگا نقصان مکین کو پہلے
مکان کو دل کے نہ تم گراؤ ہمارے دلمین تمھارا گھر ہے

پھٹے ہین دامنِ کہسار و دامنِ صحرا
ترے شہید کو دو گز کفن نہین دیتے

زبان حلاوتِ الفت کا لے مزہ کہ نہ لے
لب اپنے حد سے گذرنے سخن نہین دیتے

بلایا زہر دکھایا ہے مے کا پیمانہ
یہ دھوکے اے بتِ پیمان شکن نہین دیتے

سنبھال ناخنِ وحشت کو اب تو دستِ جنون
کہ سینے پہ مرا چاک کفن نہین دیتے

گلون سے بن چکے جب دونو ہاتھ گلدستہ
تو بولے ذوق جلا تن بدن نہین دیتے

اے صنم ہجر مین ہم جیتے بھلا پتھر تھے
سینہ تھا ہاتھ تھا سر اپنا تھا یا پتھر تھے

وہ بھی دن یاد ہین جب کوئے صنم مین اپنا
بستر خاک تھا اور تکیہ کی جا پتھر تھے

دلِ مجبور نے جو کھائے جنون مین پتھر
اسکو وہ سنگ جراحت سے سوا پتھر تھے

پوچھا اُس بت نے تو نکلی نہ زبان سے اک بات
حضرتِ دل وہان کیا یار خدا پتھر تھے

جن دلون نے ہے کیا چور مرا شیشۂ دل
اے بتو دل تو نہ تھے وہ بخدا پتھر تھے

عمر بھر کھاتا رہا سر و عدونکے دشنام
اس شجر سے مری قسمت کے سدا پتھر تھے

کون ہمدم شبِ غربت مین تھا بیکس کا ترے
یا تو سناٹا تھا یا دیتے صدا پتھر تھے

تھے دلِ سنگ مین جبتک تو رہے قطرۂ خون
تاجِ شاہی مین لگے لعل تو کیا پتھر تھے

خاک اُس زیست پہ جبتک درِ اُسکے نہ ہوئے
مر کے ہم خاک مین جیتے تھے تو کیا پتھر تھے

میرے نالون نے تو پتھر سے بہائے چشمے
اے بتو تم ہی پسیجے نہ ذرا پتھر تھے

کعبۂ عشق کا اے ذوق کیا ہم نے طواف
آئینہ خاک تھی اور سنگ صفا پتھر تھے

دل کے مفلس جو تونگر تھے تو کیا پتھر تھے
اب تونگر ہین جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

مر کے گر خاک مین تو جاتی یہ پتھر ہی دھرا
کھائے کلیون مین جو پتھر تھے تو کیا پتھر تھے

تاجِ شاہی مین جگہ پائی تو کیا ہاتھ آیا
اور دھرے گر ترے در پہ تھے تو کیا پتھر تھے

وہ میرے اختر طالع کی ہے واژگون گردش
کہ فلک کو بھی نگونسار لئے پھرتی ہے
کر دیا کیا ترے ابرو نے اشارا قاتل
کہ قضا ہاتھ مین تلوار لئے پھرتی ہے
جا کے پھرنا نہ تھا اکبار جہان دان مجکو
بے قراری ہے کہ سو بار لئے پھرتی ہے

کون وقت اے وائے گذرا جی کو گھبراتے ہوئے
موت آتی ہے اجل کو یہان تک آتے ہوئے
آتش خورشید سے اُٹھتا نہین دیکھا دھوان
آ کھڑے ہو بام پر تم بال سکھلاتے ہوئے
وہ نہ جاگے رات اور یان صدمے بختِ خفتہ کی
بج گیا آخر گجرِ زنجیر کھڑکاتے ہوئے
چاک آتا ہے نظر پیراہنِ صبحِ بہار
کس شہید ناز کو دیکھا ہے کفناتے ہوئے

ناقص کا صفا کیش سے مطلب برآئے
جو کور ہو عینک سے اُسے کیا نظر آئے
فردوس مین ذکر اُس لبِ شیرین کا گر آئے
پانی دہن چشمۂ کوثر مین بھر آئے
بتخانہ مین گر آہ کرون عشق صنم سے
ناقوس کا دل آبلہ کیطرح بھر آئے
ممکن نہین کم ہووے تبِ سوزِ محبت
جون شمع مجھے لاکھ پسینہ اگر آئے

نعل جب نخل سے نو تیرے توسن کو لگے
چار چاند اور فلک پر مہ روشن کو لگے
بوسہ کے مانگتے ہی پھیرنے چتون کو لگے
لیے کیا لعل لب غیرتِ گلشن کو لگے
آشیان ہو جیو مرغانِ ہوا کا برباد
بند کرنے تری دیوار کے روزن کو لگے

زاہد کو اگر صدق و صفا بھی ہے تو کیا ہے
بے درد اگر دل بخدا بھی ہے تو کیا ہے
آزار محبت کا مزہ کیا کہون جس کی
بے درد دوا دیکھو دوا بھی ہے تو کیا ہے
سیراب ہو جس سے کوئی تشنہ مقصود
اے ذوق جو وہ آب بقا بھی ہے تو کیا ہے

غلط ہے تہمت ہے افترا ہے کہ ہم نے دل اور کو دیا ہے
کسی کے کہنے پہ تم نہ جاؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

گئی ہے رات اب بہت زیادہ کدھر کا کرتے ہو تم ارادہ
نہ گھر کے جانے کی اب سناؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

تم اپنے رخ مین ہو کر رہے دن ہو زلف مین شب کے عقدے گن گن
ہزار دل سے ہمین بھلاؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

مکان دیدہ پسند خاطر اگر نہین ہے کہ ہونگے ظاہر
تو خیر تشریف تم نہ لاؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

تم اسکو دو داغ مثل لالہ دیا کرو جیسکا اجالا
بگاڑو تم اسکو یا بناؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

یہی زبان سے ہے ذوق کہتا تمھارا ہے دھیان اسمین رہتا
جدا مکان اور کیون بناؤ ہمارے دل مین تمھارا گھر ہے

[illegible]

زبان پیدا کرون جون آسیا سینہ مین پیکان ہے
دہن کا ذکر کیا یہان سرہی غائب ہے گریبان ہے

اڑاے خوب گلچھرے نخل مجنون نے زندان ہے
برستے پھول ہین سر پر شرار سنگ طفلان ہے

فلک کیا فتنہ سازی مین ہو ہمسر چشم فتان ہے
گرا تھا یہ بھی شک سرمہ آلود اسکی مژگان ہے

جھلکتی ہے سر مجنون پہ بجلی سنگ باران ہے
لگے گی ابر رحمت کی جھڑی اب چشم گریان ہے

یہان تک ناتوان ہین ہم گذر جائین اگر جان ہے
اٹھائے مور لاشہ کو ہمارے دست مژگان ہے

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جاے لذت آشنا تلخی دوران ہے

سب کو دنیا کی ہوس خوار لئے پھرتی ہے
کون پھرتا ہے یہ مردار لیئے پھرتی ہے

پھرتا سرگشتہ زمانہ مین بھلا کیون خورشید
ہوس گرمی بازار لئے پھرتی ہے

ابر رحمت ہے تجھے اسدم لگا دے تو جھڑی	کہتے ہیں جانے کو وہ دیکھیں تو کیونکر جائینگے
گر رو دے ہے کھونا دل مضطر سے کسی کے	پانی تو پلا وارکے سر پر سے کسی کے
دل بس میں پڑا اُسکے کہ جو بس میں نہ آیا	جادو سے نہ ٹونے سے نہ منتر سے کسی کے
اللہ کرے یاں ہمیں پیوند زمین کا	جب وصل ہو نہ بستر ترا بستر سے کسی کے
جو دل نہ کشمکش طرۂ دوتا میں پڑے	تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا میں پڑے
ہوائے سایۂ طوبیٰ نہیں ہے مستوں کو	رہیں گے تاک کے نیچے کہیں ہوا میں پڑے
بتوں کے دزد نظر سے ہے دل مرا نالان	یہ چور وہ ہیں کہ جو خانۂ خدا میں پڑے

متفرقات

ایک کلک آہ بس ہے شرح غم کے واسطے	کون تیرے واسطے ڈھونڈے قلم کے واسطے
سر تو ہے تن پر مرے تیغ ستم کے واسطے	پر لگا رکھتے ہیں وہ جھوٹی قسم کے واسطے
تم بیٹھے بغل میں جو رقیب دغلی کی	کی گرم بغل ہم نے بھی گور بغلی کی
اے ذوق نکر نور میں آمیزش ظلمت	کیا کام تبرّہ کو محبت میں علی کی
مقابل اُس رخ روشن کے شمع گر ہو جائے	صبا وہ دھول لگائے کہ بس سحر ہو جائے
وہ دل میں کھٹتا ہوں نہیں آہ آتشیں اے ذوق	کہ برق دیکھے تو فی النار والسقر ہو جائے
اسیری پر تری مرتا ہوں اے قمری دکھن سے	جدا ان سے ہوئی گردن نہ اُترا طوق گردن سے

گر رخ کا بوسہ دیتے نہیں لب کا دیجئے
ہے وہ مثل کہ پھول نہیں پنکھڑی سہی

فرہاد ضربِ تیشہ سے ہے سخت ضربِ غم
سچ پوچھئے تو چوٹ ہمین نے کڑی سہی

تم دو گھڑی کو آؤ تو مین لب پہ جان کو
ٹھہرا رکھوں کہ اور بھی یان دو گھڑی سہی

کیا وہ دنیا جس مین کوشش ہو نہ دیں کے واسطے
واسطے وان کے بھی کچھ یا سب یہین کیواسطے

خون کے دریا بہ گئے عالم تہ و بالا ہوئے
اے سکندر کس لئے دو گز زمین کیواسطے

ذوق عاصی ہے پر اسکا خاتمہ کیجو بخیر
یا الٰہی اپنے ختم المرسلین کیواسطے

سوزِ دل سے مرے نالے جو شرربار ہوے
مدعی جل گئے اچھا ہوا فی النار ہوئے

ٹکڑے اڑ جائین قفس کے تو اڑینگے نہ کبھی
ہم ہین صیاد کی اُلفت کے گرفتار ہوئے

چمنِ دل سے ہوے کم نہ گلِ لختِ جگر
وہ اگر خشک ہوے اور ہرے چار ہوے

چھپا کے پھولون مین منہ صبا سے جو مسکرائے سحر کلی ہے
تبسم اُس گل کا یاد کرکے عجب ہوئی دلکو بے کلی ہے

تپش دکھائی جو مین نے دل کی تو لوٹا پروانہ داغ کھاکر
دکھایا تم نے جو روے روشن تو شمع محفل مین کیا جلی ہے

بناؤ لِلّٰہ چوبِ صندل سے میرا تابوت اے عزیزو
کہ قتل مجھ کو کیا کسی نے دکھا کے رنگ اپنا صندلی ہے

ساتھ تیرے ہم بھی جون سایہ مقرر جائینگے
آگے جائین پیچھے جائین جائینگے پر جائینگے

لیکے جب زیرِ زمین ہم دیدۂ تر جائینگے
خشک ہین جتنے کنوین پانی سے سب بھر جائینگے

کیا بشر مانند یوسف کیا بشر ہاروت دار	عشق کے ہاتھوں سے ہوجاتا اسیر چاہ ہے
عزیزو ناقۂ لیلی کے دیکھے گئے نشتر غزے کہاں ہم - اور کہاں غم اپنے ٹکو غم سے کیا نسبت	اگر مل جائیگی مجنون کو خدمت ساربانی کی مگر اے حضرت دل آپنے یہ مہربانی کی
رہے خاطر نہ بے شغل محبت کیونکہ بند اپنی زمین کیا ہے فلک پانو کے نیچے سے نکلی ہے	کلید قفل دل فرہاد ہے مثل سپند اپنی ہماری خاک پر دکھلادو رفتار سمند اپنی
جو دل سے اپنے دم آتشین نکل جاوے ستم نے سیم تنون کے کیا ہے ناک میں دم	فلک کے پانون تلے سے زمین نکل جاوے الٰہی تن سے مرا دم کہین نکل جاوے
اٹھاتا عشق کی کیون ایدل ناداں جو کھون ہے	ابھی تو مال جو کھون ہے پر آگے جان جو کھون ہے
پیش اکرام سے ساری کرامت ہے یہی	عادت بد ترک کر تو خرق عادت ہے یہی
پھرتے ہین لکھے پڑھے سو دہین مال و جاہ کے	طفل مکتب ہتے ہین گنبد مین بسم اللہ کے
لحد کو جائیے یون پیر پشت خم دیکھے	سرا کو جیسے تھکا اونٹ دمبدم دیکھے
پلا مے آنکھ اٹھا کے کسی سا قیا چوری	خدا کی جب نہیں چوری تو بندہ کی کیا چوری

مجھے گہوارہ بھی تھا کشتیٔ طوفان زدہ آسا
رہا جوں طفل اشک آفت رسیدہ میں تو بچپن سے

یاں لگ چکے سب ہیں و دل و جاں ٹھکانے
کیا جانے جزلا بہ کیا واں سے کہ قاصد

اب تک نہیں کافر ترا ایمان ٹھکانے
آتے نہیں تیرے نظر اوسان ٹھکانے

مرے حسن عمل سے معصیت بھی عار کرتی ہے
اگر انسان قانع ہو تو ہے اکسیر سے بہتر

مری توبہ پہ توبہ توبہ استغفار کرتی ہے
ہوا و حرص لیکن اسکی مٹی خوار کرتی ہے

ہم ہیں غلام اُنکے جو ہیں وفا کے بندے
مت بھول بندگی پر غرہ میں آکے بندے

اسکو یقین کرنا گر ہو خدا کے بندے
زاہد سے تابہ فاسق سب ہیں خدا کے بندے

ہم ہتو نکو اپنے جذب دل سے کھینچ جائینگے
دیکھیں تو کبتک نہیں کرتے ترے دلمیں اثر

پر بُرے پتھر ہیں یہ مشکل سے کھینچ جائینگے
ہم بھی مانے اپنے جذب دل سے کھینچ جائینگے

کام لیجے گا کہیں اور ہی دانائی سے
کیونکہ عینک کو نہ آنکھوں سے لگاؤں اے یار

ناصحو جاؤ نہ لپٹو کسی سودائی سے
چار آنکھیں ہوئیں تجھ قوت بینائی سے

کونسے دن نگہ تیز نہ خونریز رہی
آتش عشق تو ہے گلشن جنت کی ہوا

مجھ پہ ظالم تری ہر روز چھری تیز رہی
ہاں مگر آتش دوزخ سے بھی کچھ تیز رہی

ہمکو کیا یاں راہ پر ہے کوئی یا گمراہ ہے
اپنی سب سے راہ ہے اور سب سے یا اللہ ہے

بیقراری کا سبب ہر کام کی اُمید ہے	نا اُمیدی سے مگر آرام کی امید ہے
اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے	لگایا جی کو اپنے روگ جب سے جی لگا بیٹھے
باقی ہے دل میں شیخ کے حسرت گناہ کی	کالا کریگا منہ بھی جو ڈاڑھی سیاہ کی
عیاں ہے اشک کی گرمی ہویدا سوزش دل ہے	کہ آتا اپنا اشک سوختہ مانندِ فلفل ہے
درد دل سے لوٹتا ہوں پر اُسکو درد ہے	میں ہوں نقطہ وہ جس پہلو سے دیکھا زرد ہے
دل گرفتار ہوا یار کی عیاری سے	ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے
جو کہو گے تم کہینگے ہم بھی ہاں یونہی سہی	آپ کی یونہی خوشی ہے مہرباں یونہی سہی

جس در پہ یہ غل تھے کہ آتی کان پڑی آواز نہ تھی
عقل سحر اُس در پہ تھی حیران کھڑی آواز نہ تھی

راز درون خم سے کسے اس پردہ میں آگاہی ہے
یوں تو ہر ایک زعم میں اپنے افلاطون الہی ہے

وہ لعل شیریں کسی کے دل کی الٰہی کیا ہو گیا دوا ہے
کہ میٹھا میٹھا سا درد کل سے مرے کلیجہ میں ہو رہا ہے

رہی اسطرح بعد از مرگ دنیائی ہوسناکی
شرابی کر کے توبہ جسطرح ہوجائے ترپاکی

ہاتوں کو نہ ہو حق کر اے شیخ مناجاتی
سوتے ہوے چونکیں گے رندان خراباتی

کیا ہم سخنی کرتا ہے اس گل کے دہن سے
غنچے سے یہ کہہ دو کہ جھٹک جائے چمن سے

قطرہ قطرہ آنسو جسکا طوفان طوفان شدت ہے
ٹکڑے ٹکڑے دل جو پڑا ہے تو وہ تودہ حسرت ہے

جسے ہم چاہتے ہیں وہ بت گمراہ بھی چاہے
ہمارے دل نے تو چاہا مگر اللہ بھی چاہے

کل کے جو وصل کے عالم ہیں نظر میں پھرتے
آج تنہا خفقانی سے ہیں گھر میں پھرتے

ہم اور غیر یکجا دونوں ہم نہ ہوں گے
ہم ہونگے وہ نہ ہونگے وہ ہونگے ہم نہ ہونگے

جنون کے دست مبارک ہیں پیرہن کو لگے
رہا بھی تار نہ باقی کہ جو کفن کو لگے

لاشے کو دفن کیجئے میرے کہ پھینکا دیجیے
مردہ پرست زندہ جو چاہئے سو کیجیے

معلوم ہوا بینی و ابروے بتان سے
اک تیر ہے گویا کہ چڑھا ہے دو کمان سے

ڈسا ہو کالے نے جسکو کاذ تو وہ فسون کے اثر سے کھیلے
وہان دگیسو کا تیرے مارا نہ منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے

معروف چارہ دیکھا کیا چارہ گر کو میرے — مرہم سی لگ رہی ہین زخم جگر کو میرے

مٹی سے اپنی مٹی جو تربت مین مل گئی — جو کچھ کہ تھی مراد محبت مین مل گئی

بدنہ بولے زیر گردون گر کوئی میری سنے — ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

دل کتاب اپنی اب بادہ لالہ رنگ ہے — میکدہ اپنے واسطے مدرسۂ فرنگ ہے

کیا تاب دل جلون سے جو برق لاگ رکھے — دوزخ بھی ہو تو انکی جلون پہ آگ رکھے

کرے کعبہ مین کیا جو سر بتخانہ سے آگہ ہے — یہان تو کوئی صورت بھی وہان اللہ ہی اللہ ہے

ہمیشہ کام مجنون کو رہا صحرا نوردی سے — بسایا خانۂ زنجیر ہمنے پائے مردی سے

جنون سے میرے مجنون بھاگتا جیسے بگولا ہے — کہ مین صورت ہون وحشت کی وہ دیوانہ ہیولا ہے

خاک اڑاتا دشت مین جب تیرا سودائی پھرے — پھر بگولا تو ہے کیا آندھی بھی بولائی پھرے

جہان دنیا مین دیکھا سچ کے اوپر جھوٹ غالب ہے — کہ پہلے صبح کاذب ہے تو پیچھے صبح صادق ہے

ذکر کچھ چاک جگر سینے کا سن سن اپنے — کرکے مین ضبط ہنسی دیکھون ہون ناخن اپنے

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے
خاک مین جب مل گئے دونون برابر ہو گئے

اب ہے جا زیرِ مغیلان ترے دیوانون کی
مدتون چھان چکے خاک بیابانون کی

الفت کا نشہ جب کوئی مرجائے تو جائے
یہ دردِ سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

رات جون شمع کٹی ہمکو جو روتے روتے
بہ گئے اشکون مین ہم صبح کے ہوتے ہوتے

کوئی جو اسکو پڑھکر عاشق کا خط سنائے
اک حرفِ مدعا پر سو بے نقط سنائے

لانے کے ساتھ بھی نہ مری قبر تک چلے
ہوتے ہی اذنِ عام کے گھر کو کھسک چلے

سینے مین ہچکی پہ ہچکی شام سے اکدم ٹھہرتی ہے
ترے بیمارِ غم کو موت شاید یاد کرتی ہے

ناخن ست منقار کی میرے داغِ جنون کو زاغ کھجائے
عشق یہ تیری فطرت ہے تو سر سہلائے بھیجا کھائے

چاہئے زر ان بتانِ سیم تن کیواسطے
یان قلندر مین نہین کوڑی کفن کیواسطے

پھر بہار آئی کف ہر شاخ پر پیمانہ ہے
ہر روش پر جلوۂ بادِ صبا مستانہ ہے

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی
ہوتی نہ محبت تو یہ آفت بھی نہ ہوتی

کہ کرد قطع تعلق کدام شد آزاد	
بریدہ زہمہ باشد اگر فنا راست	

دیکھتے ہیں جلوۂ گلہائے رنگا رنگ ہم	مثل نرگس جب تلک ہے اس چمن میں شبنم دا
آخرش ہوگا وہی اکدن خزان کے ہاتھ سے	جو کہ عالم اپنا اس نشو ونما سے پہلے تھا
ہے غنیمت کوئی دم نظارۂ رنگ بہار	پھر کہان یہ گلشن اور گل اور سبزہ یہ ہوا
درعدم بودیم و دیگر درعدم خواہیم رفت	این تماشائے جہان رامفت سے بینیم ما

رباعیات

کیا فائدہ فکر بیش وکم سے ہوگا	ہم کیا ہین جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہوا کرم سے تیرے	جو کچھ ہوگا ترے کرم سے ہوگا
اعلے جو علیؑ کی ہے امامت کا مقام	رکھتے ہین خبر اُس سے یہان خاص وعام
جو لوگ صف ازل میثاق مین تھے	پوچھے کوئی اُن سے کہ وہ کیسا تھا امام
سبطین نبیؐ یعنے حسنؑ اور حسینؑ	زہراؑ و علیؑ کے دونون وہ نور العین
عینک ہے تماشائے دوعالم کے لیئے	اے ذوق لگا آنکھو نسے اُنکی نعلین
دل کو سر بازار جہان کرنہ اُچاٹ	جسطرح بنے سود وزیان مین دن کاٹ
اے ذوق فلک کے جب ہین بارہ حصے	سودا ہو نہ کیون زیر فلک بارہ باٹ
جب تک تھے گرہ مین احمقون کے پیسے	سب کہتے تھے اُن کو آپ ایسے ایسے

بہت دیکھا نہ دکھلایا ذرا بھی
طلوع صبح سے منہ روشنی نے
کہا جی نے مجھے یہ ہجر کی رات
یقین ہے صبح تک دیگی نہ جینے
لگے پانی چوانے منہ میں آنسو
پڑھی لیسین سرھانے بیکسی نے
مگر دن عمر کے تھوڑے سے باقی
لگا رکھے تھے میری زندگی نے
کہ قسمت سے قریب خانہ میرے
اذان مسجد میں دی آ کر کسی نے
بشارت مجکو تیغ وصل کی دی
اذان کے ساتھ ہی دی فرخی نے
ہوئی ایسی خوشی اللہ اکبر
کہ خوش ہو کر کہا خود یہ خوشی نے
مؤذن مرحبا بروقت بولا
تری آواز مکے اور مدینے

کل ایک تارک دنیا سے میں نے پوچھا ذوق
کہ تو اُلٹ کے اُدھر سے اِدھر ہوا پیوست
گذرتی ہوگی بآرام زندگی تیری
کہ تجھ کو اب نہ غم نیست ہے نہ شادی ہست
کہا یہ اُس نے کہ قید حیات میں انسان
کبھی نہ ہوگا دل آسودہ گو ہو ست لست
اُٹھائے ہاتھ جہان سے ولیک کیا امکان
کہ با فراغ کرے کنج عافیت میں نشست
چھٹا جو کوئی گرفتاریوں سے دنیا کی
تو سلسلہ میں فقیری کے وہ ہوا پابست
رہا وہ خدمت مرشد کی قید میں برسوں
کہ حق پرست ہو وہ پہلے جو ہو پیر پرست
گر ایک عمر میں پہونچا مقام عالی پر
کہا یہ شوق نے ہو ہمت بلند نہ پست
جو دستگاہ تصرف میں بھی ہوئی اُس کو
تو یہ ارادہ ہوا اور بھی ہوں بالا دست
ہمیشہ جنگ رہی بعد صلح کل کے بھی
کہ نفس دشمن سرکش ہے اسکو دیجے شکست
جو ہوشیار ہے تو ہے وہ شرع کا پابند
پھنسا ہوا ہے وہ کیفیتوں میں گر ہے مست
نہیں ہے دام علائق سے مطلق آزادی
مجال کیا کہ نکل جائے کوئی کرکے جست
کہا ہے خوب کسی نے یہ شعر برجستہ
گیا زبان سے نکل اُسکی جیسے تیر از شست

بداصل کو کیا نام خدا کوئی بتائے	بندوق کا طوطہ نہ کہے حق اللہ
اس جہل کا ہے ذوق ٹھکانا کچھ بھی ہم جانتے تھے علم سے کچھ جانینگے	دانش نے کیا دل کو نہ دانا کچھ بھی جانا تو یہ جانا کہ نہ جانا کچھ بھی
مشکل ہے بہان پائے خرد کا جمنا ہم پیرو عشق و عشق اپنا ہادی	اس وحشی رم دیدہ کو کیسا رسنا جو عشق کہے ذوق کہو سلّمنا
کھلتا نہیں اے ذوق یہ ہم پر مضمون کہتے کہے حق یہ اور باطل یہ کہے	ہر شخص جو مذہب کا ہے اپنے مفتون کل حزب بما لدیہم فرحون
اے زاہدو تم سے کیا جھگڑ کروں میں میخوار و صنم پرست کہتے ہو مجھے	غصہ سے کروں کس لئے دل کو خون میں تم ہو تم ہو جو کچھ کہ ہوں میں ہوں میں
دنیا سے ذوق رشتۂ الفت کو توڑ دے پر ذوق تو نہ چھوڑے گا اس پیرہ زال کو	جس سر کا ہے یہ بال اسی سر میں جوڑ دے یہ پیرہ زال گر تجھے چاہے تو چھوڑ دے
جنکو اسوقت میں اسلام کا دعوی ہے کمال جیسے محفل میں ہنسانے کو مسلمانوں پر	غور سے دیکھا تو اے ذوق ہے انکا یہ حال نقل کرتا ہو مسلمان کی کافر نقال
تو بھلا ہے تو برا ہو نہیں سکتا اے ذوق	ہے برا وہ ہی کہ جو تجھکو برا جانتا ہے

مفلس جو ہوئے تو پھر کسی نے اے ذوق	پوچھا نہ کہ تھے کون وہ ایسے ویسے
اے ذوق کبھی تو نہ خوش اوقات ہوا جب تک تھا جوان تھا جوانِ بدمست	اک دم نہ ترا صرفِ مناجات ہوا اب پیر ہوا پیرِ خرابات ہوا
آنکھ اُسکی نشہ میں جب گلابی ہو جائے دکھلائے جو وہ روئے کتابی اے ذوق	صوفی اُسے دیکھے تو شرابی ہو جائے سب مدرسہ کا ذکرِ کتابی ہو جائے
جن دانتوں سے ہنستے تھے ہمیشہ کھل کھل پیری میں کہاں اب وہ جوانی کے مزے	اب درد سے ہیں وہی رُلاتے ہل ہل اے ذوق بڑھاپے سے ہے دانتا کل کل
اے ذوق فرشتے ہیں یہ کہکر روتے غفلت میں یہ رہتا ہے یہانتک ہشیار	اے کاش کہ انسان ہی ہم بھی ہوتے شیطان کے جلا دیتا ہے سوتے سوتے
ان آنکھوں نے روئے لالہ گوں بھی دیکھا کیا کیا دیکھے نہ رنگ ہم نے اے ذوق	اور پھر اُن کو براشکِ خوں بھی دیکھا یوں بھی دیکھا جہاں میں وُوں بھی دیکھا
دنیا کے الم ذوق اُٹھا جائینگے جب آئے تھے روتے ہوئے آپ آئے تھے	ہم کیا کہیں کیا آئے تھے کیا جائینگے اب جائینگے اوروں کو رُلا جائینگے
دل جن کا ہے آہن کیطرح سخت و سیاہ	وہ لطفِ سخن سے نہیں ہوتے آگاہ

تا بنے اور بنی مین رہے اخلاص بہم — گوندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھکر سہرا
دھوم ہے گلشن آفاق مین اس سہرے کی — گائین مرغان نوا سنج نہ کیونکر سہرا
روے فرخ پہ جو ہین تیرے برستے انوار — تار بارش سے بنا ایک سرا سر سہرا
ایک کو ایک پہ تزئین ہے دم آرائش — سر پہ دستار رہے دستار کے اوپر سہرا
ایک گہر بھی نہین صدکان گہر مین چھوڑا — تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا
پھرتی خوشبو سی ہے اترائی ہوئی باد بہار — اللہ اللہ رے پھولون کا معطر سہرا
سر پہ طرہ ہے مزین تو گلے مین بدھی — کنگنا ہاتھ مین زیبا ہے تو سر پر سہرا
رونمائی مین تجھے دے مہ و خورشید فلک — کھولدے منہ کو جو تو منہ سے اٹھا کر سہرا
کثرت ناظرے سے ہے تماشائیون کے — دم نظارہ ترے روئے نکو پر سہرا
دُرِ خوش آب مصفا مین بنا کر لایا — واسطے تیرے ترا ذوق ثنا گر سہرا
جن کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنادو انکو — دیکھو اس طرح سے کہتے ہین سخنور سہرا

مثنوی

چاہئے نام اُسی کا اے خامہ — زینت نامہ زیب سر نامہ
ہے فلک اک نمونہ قدرت کا — یا قلمدان ہزار صنعت کا
رخ قرطاس کو صفائی دی — اور سیاہی کو روشنائی دی
دیا قمری کو مصرعہ نالا — مصرعہ قد سرو پر بالا
کی عطا نوخطون کو کلک ادا — کیا عاشق کو تختہ مشق جفا
نمک فشان ہے عشق شور انگیز — زخم دل کرتے ہین بیز ریز
عکس ہے سبزۂ لب جو کا — وسمہ قوس قزح کے ابرو کا
آئے گلشن مین فصل گل سو بار — بلبلین ہون ترانہ سنج ہزار

اور اگر تو ہی برا ہے تو وہ سچ کہتا ہے
کیون برا کہنے سے تو اُسکے برا مانتا ہے

قدم سنبھال کے رکھ راہِ عشق مین اے ذوق
جو کوئی آبلۂ پائے مور بھی ہے یہان
گذرنا اس رہِ دشوار سے نہ آسان ہے
ترے ڈبونے کو وہ بھی تنورِ طوفان ہے

نذر دین نفس کس کو دنیا دار
سچ کہا ہے کسی نے یہ اے ذوق
واہ کیا تیری کارسازی ہے
مالِ موذی نصیبِ غازی ہے

اے ذوق کریگا کوئی دنیا کیا ترک
کیا دخل کہ ہو ترک کسی سے دنیا
دنیا ہے بری بلا ارے کیا ترک
جب تک نہ کرے آپ اُسے دنیا ترک

دل سے مین اپنے رسولِ عربی کا ہون غلام
مین حضوری مین رہون اُسکی نہ کسطرح مدام
دل کہو جان کہو جانین ہین اس بات کو سب
ہے یہ مشہور مثل مالِ عرب پیشِ عرب

ناصحا مجھکو ملامت تو نہ کر
بسکہ مجھ کو عشقبازی کا ہے ذوق
کس طرح مین عشق سے بیزار ہون
کیا کرون مین ذوق سے ناچار ہون

اے جوان بخت مبارک تجھے سر پر سہرا
آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک
تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید
دیکھے صلِّ علےٰ یہ کہے سبحان اللہ
آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا
کشتیِ زر مین مہِ نو کی لگا کر سہرا
رخِ پر نور پہ ہے تیرے منور سہرا
دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

ماه بے مهر بلکه دشمن مهر | هر ستم مین شریک سپهر
برق کا وه ذرا چمک جانا | اور بغل مین ترا دبک جانا
فتنهٔ اُستاد نرگس فتان | گردشِ مژگان هجوم شاگردان
رُخ تعالیٰ و زلف صلِ علےٰ | قد وه سُبحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ
زلف جنبان مین رُخکی بَرّاقی | کرے مشائیون کو اشراقی
گو اَنا رَبکم نه منه سے کهے | لیک جاری زبان پر هو سے
مجملی بازو کی بابِ دو العین | غرقهٔ کشِ بحرِ خون سے مردم عین
گره ناف از پے دل زار | رشتهٔ کار و عقدهٔ دشوار

[illegible]

رنگ پان لعل روح افزا پر
خون ثابت کرے مسیحا پر

قصیده نمبر ا

سحر جو گهر مین بشکل آئینه تها مین بیٹها نزار و حیران
تو اک پری چهره حور طلعت بشکل بلقیس و ماه کنعان
پری کی صورت چمن کی رنگت گر اسکا شیوه تو اسکا جلوه
زبان شیرین بیان رنگین کلام رندان خرام مستان
انیس خلوة جلیس جلوة حریف حکمت ظریف صحبت
به بزم یاران مل بهاران باہل عزلت گلے بداماں
جبین بشکل و مه منور عرق کے قطرے هین اس مین اختر
هلال ابرو نگاه جادو خدنگ مژگان و چشم فتان
بروے رنگین نگارستان شگوفه خندان مگر نه خندان
بموئے پیچان ہے عشق پیچان جو هین پریشان تو دل پریشان

ساقیا جلد اٹھ درنگ نہ کر
طاق سے تو اتار لے شیشہ
شیشۂ مے کی یہ دراز زبان
مین ہون مانند ساغر لبریز
جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے
کر دے یا تک مجھے نشہ مین چور
دل کے سارے پھپھولے پھوڑ دین
شب ہجران بسر نہین ہوتی
بستر رنج و کنج تنہائی
شام سے حال ہے یہ صبح تلک
کیون نہین بولتے سحر کے طیور
گر لکھون خط مین بیقراری دل
مضطرب اب جو ہو رہا دل ہے
دل کی واشد کی کیا کرون تدبیر
جان بیتاب جیسی بے کل برق
نبضین چھوٹی ہوئین غشی طاری
دل سے رخصت ہے تاب طاقت کی
ہوس سیر باغ ہے کس کو
کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر
اب ہو یک لخت دل کو ہو صد لخت
ہو چکی دل کی اپنے عشق مین خیر

ق

عرصہ مطلب کا دیکھ تنگ نہ کر
طاق پر رکھ کتاب اندیشہ
اور پھر یہ ستم کہ جنبہ دہان
جان بلب جان بلب کو کیا پرہیز
پانؤن توبہ کے لڑکھڑانے لگے
تا کہ مانند خوشۂ انگور
نکتہ باقی نہ کوئی چھوڑون مین
نہین ہوتی سحر نہین ہوتی
رات کیا آئی اک بلا آئی
نہین لگتی مری پلک سے پلک
کیا شفق نے کھلا دیا سیندور
نامہ بر ہو کبوتر بسمل
دل ہے یا مرغ نیم بسمل ہے
غنچۂ دل ہے غنچۂ تصویر
وہ بھی گرم رہ فنا کالبرق
ایک فرقت ہزار بیماری
بیقراری نے استقامت کی
دل ہے کس کو دماغ ہے کس کو
سگ دیوانہ بن گیا ہے گھر
تن بتقدیر سنگ آمد و سخت
رہوین دریا مین اور مگر سے بیر

تری عدالت میں ہے یہ قدغن کمان کو دیکھئے نہ ماہ روشن
وگرنہ ہالہ ہو طوق گردن کہ تا ہو دل میں بہت پشیمان
جو تیغ براں کو اپنی شاہا کرے علم بر دز ہیجا
تو زیر داماں ابر اپنا دکھائے جلوہ نہ برق رخشاں
یہ تیرا خنجر ہے یا کہ شہپر کہ جس کے لگتے ہی دم میں اڑ کر
قفس سے ہوتا ہے تن کے پراں ترے مخالف کا طائر جاں
ہے عید قرباں میں تیری میموں رکھا بزرگوں نے شتر گردوں
کہ کھائے گاوزمیں نہ ہیبت کہیں نہ زیر زمیں ہو لرزاں
رکھے گا فغفور چینی خانہ تو حکم دے اے شہ زمانہ
بنا صفاہاں پہ آستانہ کہ بیٹھے دارا بجائے درباں
تری سخاوت کا سن کے عالم اسنڈ پڑا ہے تمام عالم
عرب سے آیا ہے چل کے حاتم طلب سوال و بدست داماں
جو آئیں جنبش میں لعل شیریں چمک ہوائی کلام رنگیں
تو حکم دیوے تو ہو دیں آئیں تو منہ کے بولے تو گل ہو خنداں
جو ہو سوار سمند تازی کرے تو سیداں میں سب تازی
تو سمجھے دور فلک کو بازی بجائے گوئے و بدست چوگاں
وہ تیرا ہے نیل کوہ پیکر کہ جس کو کہتے ہیں سب نظر کر
فلک پہ دم دار ہیں دو اختر و یا نمایاں ہیں اس کے دنداں
ترا جو وصف خجستہ شاہا لکھے قلم کو کہاں ہے یارا
ثنا و دعا پہ ہے ختم کرتا جو ذوق ہے تیرا تہنیت خواں
کہ روز تجکو خوشی ہو افزوں حسود ہوں سرنگوں و مخزوناں
یہ جشن میمون فرخ ہمایوں سدا بصد فر و شوکت و شاں

وہ گوش پر زیب کج کلاہی جو دیکھو مینی تو پایا آتھی
دہن مین غنچہ لبون مین گلبرگ و روئے روشن مین مہرتابان
نگاہ ساغر کش تماشا بیاض گردن صراحی آسا
وہ گول بازو وہ گوری ساعد وہ پنجہ رنگین بخون جان
کمر نزاکت سے لچکی جائے کہ ہے نزاکت کا بار اٹھائے
اور اُس پہ سو نور لہر کھائے بھرا ہے سینہ مین دو قمر فروزان
وہ ران روشن وہ ساق سیمین وہ پائے نازک حنا سے رنگین
وہ قد قیامت وہ فتنہ قامت دلونپہ شامت جو جو ہو حیران
جو نام پوچھا کہا خوشی ہون جو وصف پوچھا تو دلربا ہون
سبب جو پوچھا تو ہنسکے بولا کہ ذوق تو بھی عجب ہے نادان
وہ شاہ جو ہے محمد اکبر جہان مین رشک جم و سکندر
جلوس جشن اُس کا ہے فلک پہ جسکے پرتو مین ستاستان
یہ سنتے ہی مین نے بالبداہت لکھا وہ مطلع شفق شباہت
کہ جسکو احسن کہے سخنور پڑھے پہ تحسین ہر اک سخندان

مطلع

شہنشہا تیرے سر پہ دوران ہے چتر بنکے ہوتا قربان
کہ ہفت اختر بہ ہفت کشور ہین آج یکسر مطیع فرمان
وہ ہے ترا اختر ہمایون کہ ہوکے روشن چراغ گردون
مدام کانپے ہے شعلہ آسا بزیر فانوس چرخ گردان
سحاب ہمت جو در فشانی کرے بہنگام حکمرانی
تو ہو خجالت سے پانی پانی ہوا پہ یکدست ابر نیسان

ساقی مہوش مست شبانہ مطرب دلکش صرف ترانہ
مژدۂ عید اقبال مجسم وقت سعید انوار سراپا
ایک بت ترسا بادل سنگین لعبت کافر باہمہ تمکین
صورت لات و شکل منات و رشک یعوق وغیرت عزیٰ
کان ملاحت بحر صباحت جوئے فصاحت گلشن راحت
شور میں لیلے نور میں سلمیٰ لہجہ میں شیریں جلوہ میں عذرا
وہ لب میگون عارض گلگون وہ قد موزون چشم پر افسون
برگ گل تر لالۂ احمر سرو صنوبر نرگس شہلا
خال لب ہے نقطۂ مشکین یا ہے ہلال و چشمۂ شیرین
مردم دیدہ محو بدیدہ لالہ بداغ و دل بہ سویدا
فوج نظارہ جون رم آہو آہوئے کعبہ نرگس جادو
چین بہ جبین محراب بکعبہ طاق دو ابرو مسجد اقصیٰ
چاہِ زنخدان آب زلال اور اُس پہ تکلم چشمۂ شیرین
ناصیہ روشن جون کف موسیٰ زلف شکن در خط چلیپا
پان کی سرخی لب سے گلو تک دست و گریبان قوس قزح سے
دام برائے گردن عنقا چشم و چراغ دیدۂ حورا
بیت زلالی لب پہ تکلم فقرہ خیالی رنگ تبسم
موئے میان جون معنیٔ نازک تنگ دہان سربستہ معما
عارض گلگون چشم پر افسون سبزۂ تر سے طرز نظر سے
مایۂ ناز و غمزہ طراز گلشن راز و راز بدلہا
فتنہ طراز قمر ساز سست وفا میں چست جفا میں شرم سے ڈوبا بحر حیا میں ناصیہ رو بر عالم بالا

قصیدہ نمبر ۲

صبح سعادت نور ارادت تن بریاضت دل بہ تمنا
جلوۂ قدرت عالم وحدت چشم بصیرت محو تماشا

قصر رفیع و صحن وسیع طرز مسجع سطح مربع
باغ ارم یا روضۂ رضواں خلد بریں یا جنت ماوےٰ

مرغ خوش الحان بر سر بستان بر گلستان خرم و خنداں
گوش شقائق محو سرود و دیدۂ نرگس مست تماشا

لحن قماری شکل مسجع صوت عنادل وردِ مہلل
سرو بہ قامت نخل دعا و نکہت گل با دم بہ مسیحا

فصل ربیع و موسم اردی معتدل اک جا گرمی و سردی
سیل عناصر سوئے طبائع ربط قوئے با عالم اشیا

چہرۂ گلشن آتش رخشاں سرخی گل میں لعل بدخشاں
سبزہ بہ شبنم رشک جواہر لالہ بہ ژالہ لولوئے لالا

قلب کو فرحت روح کو راحت عقل کو قوت طبع کو جودت
جلوۂ ساقی نغمۂ مطرب نالۂ چنگ و نشۂ صہبا

خندۂ گل پر نثار دل پر سرو چمن پر لطف سخن پر
نغمۂ بلبل نالۂ صلصل قہقہہ قلقل بر لب مینا

غلغلہ اندر محفل مستاں وجد میں خیل بادہ پرستاں
نغمہ طرازاں باربد آسا چنگ نوازاں شکل نکیسا

جام بلوریں بادۂ لعلیں صبح بہار و گلشن رنگیں
پنبۂ مینا بر سر مینا اختر صبح و گنبد خضرا

تجھ سے ہی قائم شام و سحر ہے تجھ ہی سے دائم تازہ و تر ہے
بار مراد و برگ نشاط و شاخ امید و نخل تمنا
تو بہ ریاست تو بہ فراست تو بہ مقالت تو بہ سیاست
فطرت لحیان فکر جماعت حسن بیاض و غصۂ حمرا
رو بہ رضا و لب بہ دعا و دست بہمت پا بہ اقامت
لب بہ ہدایت دل بہ درایت صرف بہ زہد و محو بہ تقویٰ
تو بہ حقیقت تو بہ طریقت تو بہ شریعت تو بہ ودیعت
پاک سرشت و نیک نوشت و جسم مطہر قلب مصفیٰ
رو بہ تجمل خو بہ تحمل کف بہ تکلف لب بہ تکلم
روکش یوسف ہمسر صالح ہمرہ موسیٰ ہمدم عیسیٰ
تیری محافظ آیۂ کرسی تیری معاون آیت قدسی
زیب تمائم سورۂ یاسین حسن حزائم سورۂ طہٰ
جانب اعدا تو سر میدان کھینچ لے جس دم صارم بران
نعرہ ہو اس کا اقتل اقتل نعرہ یہ ہو اس کا نحن قتلنا
جلوہ سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیونکر
مہ ہو دوانے دیدۂ شپر مہر ضیائے حیرت سرپا
تو دم فرحت تو دم عشرت تو دم صولت بر سر دولت
ماہ بسرطان زہرہ بمیزان تیر بہ قوس و شمس بہ جوزا
فہم ترا وہ عقل ارسطو بالغہ جس سے جوہر ثانی
عقل ترا دے درس فلاطون فلسفہ جس کی ابجد اولیٰ
حال دو عالم تجھ میں ہے پیدا اور ہے یہ نور کشف ہویدا غیر قیافہ غیر سروہ غیر تفاؤل غیر بہ رویا

رمزیت ہو کر صرف تکلم ناز سے ہو کر لب پہ تبسم
مجھ سے کہا ہو زمزمہ پیرا تو بھی تو بول اے بلبل شیدا
میں نے پڑھا ایک مطلع روشن مدح میں تیرے جس سے ہو گلشن
روح معزت اے شہ عالم عرش ہو جبریل ارشاد ہو اعلیٰ
اے شہ عالم و رتبہ عالم عالی اعلیٰ والی و الا
لب پہ ستائش دل پہ نیائش جلوہ طراز عرش معلیٰ
افسر خلافت اندرہ رتبت تخت خلافت عرش عظمت
تو ہے بہ حلم و جہ جو صورت وہ ہے بہ نفس رتبہ سیوالے
روح مجسم عقل مکرم نفس مقدس جسم مطہر
باطن صافی جان موافی پردہ بہ دنیا جلوہ بہ عقبیٰ
علم حقیقی علم مجازی تیرے حلول ساری و طاری
اصل مبانی نقل معانی عقل کو تیرے عیش مہیا
سارے پڑھے اسماء الٰہی سب ہیں موثر اے شہ اکبر
اسم جو اعظم ہے تو وہی ہے جس سے ہے تیرا اسم مسمیٰ
فہم میں سے کر صافی طینت رکھ کے نظر میں آج فرینت
غرق حیا ہیں زمزم و کوثر سر بہ زمیں ہیں سدرہ و طوبیٰ
خلق کریم بنفس نفیس وابر مفیض و فائز رحمت
آب بقا و خاک شفا و نار خلیل و باد مسیحا
تو ہے دنیا ظل الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی
تحت ترا ہے تا بہ ثریٰ ہے اور فوق ہے تیرا تا بہ ثریا
حکم پہ حاضر تقلم پہ ناظر تیرے جلوس جشن کی خاطر فوج سکندر لشکر دارا تخت فریدون مسند کسرا

پشت پہ اُسکی ہودجِ زرّین توسِ قزح سے سمندِ رنگین

تیرا طلوع اے خسروِ خاورِ صبح شفق کر دے ہویدا

تھا جو سخن آغاز ثنا سے ختم سخن ہو حسن ادا سے

ذوقِ سخندان تیری دعا سے طرزِ سخن موزون ہو سراپا

دل ہے ترا یا نور کا عالم بلکہ فروغِ طور کا عالم

پیشِ نظر ہے دور کا عالم سن تو سہی افلاک پہ ہے کیا

وردِ ملائک نامِ خدا ہے دیکھ زبان پر کس کی ثنا ہے

دل کہ سراپا دستِ دعا ہے دستِ دعا و دامنِ تنہا

تاکہ زمان منضم بہ زمین ہو دورِ زمین چترِ چرخِ برین ہو
شاہ کا عالم زیرِ نگین ہو سطحِ زمین ہو عالمِ بالا

قصیدہ نمبر ۳

خضرِ نصیب کی گر دنیا مین رہبری ہو — اور شاہ راہِ دل پر چشمِ ہنروری ہو
منظورِ سر نظر مین تب شکل آئینہ ہون — روشن قلم سے میرے تاجِ سکندری ہو
تارہ کی طرح چمکے ذرہ مرے سخن کا — اور نام میرا روشن جون مہر و مشتری ہو
مین رستمِ معانی اور سیستانِ سخن ہے — دیتا جو زورِ قسمت دل کو تناوری ہو
برگشتہ بخت اپنا گر آئے راستی پر — گردون بھی سرنگون پھر یہ دیکھ سروری ہو
یہ کہہ رہا تھا مین جو یکبار عقلِ دلی — وہ بات کہہ کہ جس مین تیری بھی دلبری ہو
تجھکو خبر نہین کیا ہے دورِ شاہِ اکبر — رفعت سے پست جسکی شانِ سکندری ہو
ہے فکر کیا جب ایسا فیاض ہو جہان مین — اور دل کا اُسکے مقصد خود بندہ پروری ہو
مثلِ سحاب جا کر با مدعے ہوا فلک پر — جس پر کہ اُس کی چشمِ الطاف سرسری ہو

تیری شمیم خلق سے طاری تیری نسیم طبع سے جاری

باد بہاری مشک تتاری عود قماری عنبر سارا

فکر فرنگ و دانش یونان آگے ترے ہے طفل دبستان

تو ہے وہ ماہر تو ہے وہ ماہر تو ہے وہ بینا تو ہے وہ دانا

تیغ سے تیری پیکر دشمن حلقہ بہ حلقہ جب ہو یہ جوشن

پیش حلیمان کب رہے ثابت عقل سے جزو لایتجزیٰ

زینت لوح شوکت و شان تو زیب سر توقیع جہان تو

اسپہ منوتن جون گل طغرا اُسپہ مسجل جون خط امضا

حاتم دوران سند ربعان رستم دستان شیر نیستان

تو بہ سخاوت تو بہ عنایت تو دم جرأت تو مسیحا

حسن ادا مین نکتہ سوزون طرز بجا مین گوہر مکنون

شغل و عمل مین نظم مسجع حرف سخن مین نثر مقفیٰ

تیرا ہے توسن سایہ ذوالمن بر سر حستن دردم رفتن

برق جہان و آب روان و شعلۂ آتش موجۂ دریا

باد بوقت تیز روانی ابر بوقت قطرہ فشانی

جب تو اڑا دے کوہ و جبل پر جب تجے روان ہو جانب صحرا

یہان سے دو شعر رہ گئے

فیل ہے تیرا ابر بہاران پر بخیال بادہ گساران

ہووے درخشان برق بہ باران دے جو ہلا زنجیر مطلا

بحر بوسعت کوہ برفعت پردۂ کوہ نور بہ ظلمت

اُسپہ طلوع جلوۂ ظلمت طور بہ گویا نور تجلیٰ

ابر کرم سے تیرے کیا دور ہے کہ شاہا
کشت فلک مین پیدا سرسبزی و تری ہو

سورج کی جو کرن ہے گردون نے زمین تک
مانند عشق پیچان پھر سر بسر ہری ہو

ترنج کو فلک پر جس تیغ سے ہو ہیبت
دشمن کو بھاگ کر پھر کیا اُس سے جانبری ہو

نعرہ سے تیرے ہووے ہیبت کا چاک سینہ
دل پر دلاوری کے وہ تیغ حیدری ہو

تجھ سے سوا جہان مین کون آج ہے توانا
جو دل کے ناتوان کو دیتا تونگری ہو

چاروب کش ہے تیرے مشکوے خسروی کا
زیبا ہے ماہ کو گر فرمان مہتری ہو

خورشید نذر لائے جب افسر شعاع سے
منشور افسری پر توقیع خاوری ہو

ابروے تاج بخشی جس دم کرے اشارت
کشتی مین لے کے حاضر وہ افسر زری ہو

لائین پئے سواری توسن کو جب سجا کر
صورت مین ہووے پتلی پرواز مین پری ہو

چلتا ہوا ہے افسون اُڑتا ہوا چھلاوہ
پھر اس سے آگے بڑھ کر کیا سحر سامری ہو

کیا تیز رش قلم وان دکھلائے شہسواری
جب توسن تصور کھاتا سکندری ہو

خاک قدم ہو اُس کی اہل نظر کو سونا
جو نقش سم ہے اُس کا وہ مہر اکبری ہو

تو اُس پہ بر سر زین جون رحل بر ادب سے
اُم الکتاب لیکر جبرئیل نے دھری ہو

کس وصف کی ہو سیڑھی ہاتھی پہ تیرے ہودن
کرتا نہ میل گردون جس کی برابری ہو

اس طرح جلوہ گر ہے تو بر سر عماری
برج حمل مین جیسے خورشید خاوری ہو

چار آئنہ بدن پر دشمن کے گر سجا ہو
اور سر پر اسکے ٹوپی فولاد کی دھری ہو

پر جیسے آئنہ سے تیر نگاہ گذرے
یون غرق اُس مین تیرے ہر تیر کی سری ہو

کیا سعد و نحس کا یان رہوے حساب باقی
جب چھائی آسمان پر فرخندہ اختری ہو

ختم ثنا ہے کرتا اب ذوق اس دعا پر
تو مدعا ہو اس کے گر ملتفت ذری ہو

جو ہو ترا دعا گو گلرنگ ہو وہ کھل کر
بدخواہ اگر ہو خندان صد برگ جعفری ہو

ہو سیر بخت تیری گر اوج میمنت پر
رفتار بخت اعدا بر رجع قہقری ہو

دربار مین تو اُسکے ہو بہرہ یاب جا کر
بہروزی ہووے تیری اور تیری بہتری ہو

لیکن رہ رسائی اُس وقت ہو گی روشن
جب خضر راہ تیری طبع سخنوری ہو

تو بھی تو سوچ دل مین تیرے دُرِ سخن کا
اُسکے سوا جہان مین کون آج جوہری ہو

اُسکی نظر چڑھین گر یہ تابدار گوہر
پھر نام تیرا روشن مانندِ انوری ہو

تب بحر فکر مین دل غواص ہو کے اُترا
معلوم ہا کہ سب کو زور شناوری ہو

مطلع یہ ہاتھ آیا شہوار ہن کے موتی
شرمندہ جسکے آگے صد کان جوہری ہو

شاہا نظر کرم کی جس ذرہ پر ذری ہو
وہ آسمان پہ جا کر خورشید خاوری ہو

دیکھی ہے چین ابرو آئینہ جبین مین
کیونکر نہ تن مین اُسکے ہیبت سے تھرتھری ہو

کیا تاب ہے فلک کی جنبش کرے جگہ سے
گر ہر پاے بندی ایما سرسری ہو

یہ آستان دولت ہے سجدہ گاہ عالم
دل کو تری عقیدت اور ننگ سروری ہو

دارا کو تیرے در تک ہو کس طرح رسائی
دربان جو تیرے در کا کرتا سکندری ہو

سورج مکھی کا تیرے اک پھول مہر انور
قربان چتر دولت نہ چرخ چنبری ہو

باغ جہان مین نرگس لے کیونکہ جام زرین
جب ہر گدا کو دیتا اک ساغر زری ہو

دکھلائے آبداری جب تیغ شعلہ دم کی
شیر دن کے دل مین ٹھنڈا خون دلاوری ہو

کشتِ امل کو سر سبز آب گہر سے کر دے
ابر کرم کی تیرے جب فیض گستری ہو

بیشہ مین عدلت کے وہ شیر ہے تو شاہا
نوشیروان کو بس ہے ہرگز نہ ہمسری ہو

شیوہ مہوسون کا مہر کرم مین تیرے
تیری گدا گری ہو کیون کیمیا گری ہو

گر آفتاب تیرا ڈالے کرن کو اپنی
تاج گدا کا جلوہ جون تاج قیصری ہو

تیری ثنا مین شاہا لکھتا ہون اب یہ مطلع
جس کی چمک سے کاغذ چوگل غذ زری ہو

پابوس نقشِ پا سے تیرے جو کنکری ہو
جا کر فلک پہ اُسکو تارون سے برتری ہو

تا کرے معلوم اصطرلاب سے اختر شناس ۔۔۔ ارتفاع ہر ستارہ روز و شب یا صبح و شام

تا زحل کے ساتھ شکلِ عقلہ و انکیس کو ۔۔۔ زائچہ میں دیتے ہوں صاحب ہل نسبت تمام

ہووے دائر عرصۂ برزخ میں تا بحثِ حکیم ۔۔۔ ہوں مذہب جبر اور تفویض میں اہل کلام

رد کریں تا دعوے رویت کو اہلِ اعتزال ۔۔۔ اور ملاحد وسوسوں سے دینِ نبی کو اتہام

محو ہو جب تک کہ جوگی شغلِ استدراج میں ۔۔۔ سینہ و سر میں رکھے مرغِ نفس کو اپنے تھام

تا کہ سالک مسلک تقویٰ میں کرتا ہو سلوک ۔۔۔ تا رہے مجذوب مستِ بادۂ غفلت مدام

تا وجود پاک سے ابدال اور اوتاد کے ۔۔۔ انتظامِ اہلِ عالم ہووے عالم میں تمام

تا خراسان و عراق و زابل و نیز رزے ۔۔۔ نغمہ ریزِ فارسی آباد ان کرے اپنے مقام

مدھم و پنچم کھرج گندھار و دھیوت او نکھاد ۔۔۔ نغمۂ ہندی کا ہووے سات سُر سے انتظام

تا کہ فروردی ابار و آب ایلول و اویل ۔۔۔ ماہِ شمسی ہو مطابق ہر ولایت میں مدام

یارب اس کا رتبۂ عالی ہمیشہ ہو فزون ۔۔۔ دولت اس کی ہو کنیز اقبال ہووے غلام

کون وہ یعنی محمد شاہ اکبر دین پناہ ۔۔۔ نیک صورت نیک سیرت نیک طالع نیک نام

زور دینداری سے جس کی ہے دکھاتی خود بخود ۔۔۔ بیخ و بنیانِ ضلال و کفر شکلِ انہدام

کیا تعجب ہے اگر اُس کے بہارِ فیض سے ۔۔۔ گلشنِ گیتی ہو رشکِ روضۂ دار السلام

مرغزارِ عالم اُس کے فیض سے ہے بسکہ سبز ۔۔۔ پائے ہے رنگِ زمرد پارۂ سنگِ رخام

کہکشاں سے لے عصائے نقرئی پیرِ فلک ۔۔۔ کرتا ہے وقتِ سواری شکلِ چاؤش اہتمام

لے شمیم خلق اُس سے گر تو ہو جائے ابھی ۔۔۔ طبلۂ عطار کی صورت معطر ہر مشام

گلشنِ مدح و ثنا سے اس کی اے گلچینِ فکر ۔۔۔ لا گلِ مضمونِ تازہ جلد بہرِ اشتمام

محترم یوں ذاتِ عالی ہے بجمہورِ انام
حلقۂ تسبیح میں جوں ہے سر بر آوردہ امام

مائدہ اور من و سلویٰ کی کسے ہے احتیاج ۔۔۔ سطح عالی سے ترے سب کو پہنچے ہے طعام

قصیدہ نمبر ۴

تا زبان زد دہر مین ہو فلسفی کا یہ کلام ہے پئے افلاک لازم نفی خرق والتیام
تا خط محور پہ ہووے گرم گردش آفتاب تا نہ قطبین فلک تک پہنچے دور صبح وشام
سبعہ سیارہ ہون سائر تا سر ہفت آسمان ہو ثوابت کا سپہر ہشتمین پر ازدحام
منجمد ہو کر سیان طبقہ ہائے زمہریر قطرہ افشان تا بخار ابر ہون بن کر غمام
آب باران سے گذر کر تا منتشر ہو شعاع انعکاس رنگ سے قوس قزح پائے نظام
تا حقیقت کے لئے لطف سخن ہووے مجاز صنعتین پیدا ہون اُس سے بامرام و بے مرام
تا کرین روشن معانی و بیان سحر بدیع جن سے ایراد معانی ہو بہ تحسین الکلام
تا اَن و لَن کے اذن دین فعل مستقبل کو نصب جازم فعل مضارع اِن و لم لمّا و لا م
تا کہ علم شعر ہو داخل بہ اوزان بحور تا افاعیل و تفاعیل اس سے پائین انقسام
اور زحافون کا عمل لیکر ردیف و قافیہ گہ عرب گاہے عجم مین انکو دے موزون مقام
تا اطبّاء زمان کو ہووے علم طب کے ساتھ غور نبض و فکر بحران فکر الوان قوام
تا خشن و حکاک لازغ رخوہ و ثاقب ثقیل جب تلک امراض مہلک کا اطبّا مین نام
کلّیات خمسہ ہون منطق مین ایسا غوجیا یعنی جنس و فصل و نوع و خاصہ و عرض عام
مادی و فاعلی علت کو تا صورت کے ساتھ علت غائی پہ دیوین اہل دانش انصرام
تا ریاضی و طبیعی سے بزور فلسفہ فیلسوفان جہان علم و عمل مین لیوین کام
تا کہ بیت سعد اکبر ہون فلک پر قوس و حوت تا کہ جوزا اور حمل مین شمس کو ہو احتشام
سنبلہ کو تا منجم کہوے ہے شاید عقیم تا کہ ہو دست و بغل جوزا فلک پر شاد کام
حکم ہو برجیس و کیوان کا روان برجین دیگر تا کہ تیر داہ روم و بلخ پر رکھین مقام
تا خراسان مہر کو بہرام کو ہو ملک ترک ماوراء النہر پہ ناہید کو تا ہو قیام

تیرے وصفِ ناوک اندازی پہ تیر اندازِ فکر
مطلعِ برجستہ کو سے لکھ کے دیتا انتظام

بر سرِ پرواز ہوں جب میرے شہبازِ سہام
جوشنِ جسمِ عدو میں ہوو ے دم محبوسِ دام

دستِ دہقاں میں فلاخن شعلۂ جوالہ ہو
لیں ترے برقِ غضب کا کشتِ اعدا پر جو نام

گر سحابِ قہر تیرا ہو تگرگ افشاں تو ہو
حالِ اہلِ قاف وہ اے خسروِ عالی مقام

وادیٔ بطحا میں جیسے بر سرِ اصحابِ فیل
سجزِ طیراً ابابیل آیا وقتِ انہزام

جنبشِ خامہ سے میرے سرد ہو برقِ جہاں
گر کروں شاہا رقم وصفِ سمندِ تیز گام

ترکتازی میں پڑی تھی اسکی شوخی پر نظر
ابلقِ چشمِ بتاں کی ہو گئی ترکی تمام

صفحۂ غبرا پہ کھائے نقطۂ رمال رشک
دیکھے نقشِ سمِ جو اُس کا جلوہ گر وقتِ خرام

سرعتِ طی منازل کا لکھوں گر اسکے وصف
حال مستقبل کا داخل فعلِ ماضی میں ہو نام

عرصۂ چوگان میں جب اسکو وقتِ معرکہ
لائے جولانی میں دیکر جنبشِ دستِ لگام

گاہ سر پٹ گہ اُڑان اور گاہ سیٹھا پوئیہ
گاہ دلکی ایبیہ اور گاہ جائے شاہ گام

اور اشارہ ہو اگر اس قاف سے اُس قاف پر
اس طرح اُڑ جائے جوں مرغِ نظر بالائے بام

فیل کو تیرے شبِ یلدا تو کہتا ہے جہاں
پر جو ہے نقشِ قدم اسکا وہی ماہِ تمام

یا سیہ خیمہ ہے لیلی کا دیا ہے تھم گیا
جانِ قیسِ تفتہ دل بنکر دھواں شکلِ غمام

حلقۂ زلفِ بتاں کب کھاتے ہیں یوں پیچ و تاب
جب اُٹھا خرطوم کو اپنے کرے ہے وہ سلام

منزلِ توصیف کو کیونکر تری طے کر سکے
دم کہاں میک عز دمیں یہ خیال اسکا ہے خام

تہنیت کو ہے دعا پر ذوق کرتا مختصر
ہو مبارک تجکو با عیش و طرب عیدِ صیام

جو کہ ہوں بدخواہ وہ ناشاد اور غمگین رہیں
اور ہوا خواہوں کے دل ہوویں ہمیشہ شادکام

قصیدہ نمبر ۵

صبحدم فکر جو تھا سیرِ فلک کا مشتاق
عرش پر اُڑ گیا اک آن میں مانندِ براق

بہرہ ور خورشید سے کوہ بدخشان ہے فقط
نیر اجلال کی تیرے نظر عالم پہ عام

غنچۂ تصویر کو بھی مثل گلہاے چمن
ہے نسیم لطف سے تیرے ہواے ابتسام

ق
ہے ملا دست سخا کے ساتھ تجھکو زور حکم
دست قسام ازل سے بسکہ وقت انقسام

فیض تیرا ہے کہ پاسے خرقۂ ماہی درم
حکم تو دیوے تو ہووے زیر دریا تشنہ کام

دشمن بد بین کو آب خضر بھی زہر آب ہے
اور دم عیسیٰ گلے مین تیرش آب حسام

پر ہوا خواہون کو تیری مرحمت سے جسر وا
فیض انفاس الٰہی ہین نقوش انتسام

دست صحت سے رگ ہر سنگ کوہ و دشت مین
نبض سالم کی طرح جنبش دکھائیگی دوام

دین مریضون کو دم عیسیٰ تو یون نکلین دہان
قطرۂ بارش کرین جس طرح سے وقت زکام

مستفید نور کب ہے شمس سے جرم قمر
نیر اجلال سے تیرے جلا لیتا ہے وام

رو برو دست کرم کے ہوتی گرد و باد ہے
آبرو دے ابر گوہر بار اے ذوالاحترام

تو جہر دکون مین جو بیٹھے آکے بہر عدل و داد
شیر و آہو گھاٹ پر جمنا کے ہون آپس مین رام

تا نہ آئے زخم عاشق کے دل ناکام پر
تیغ ابروے بتان رکھتے ہین ہمہ سے نیام

ق
اے فریدون تو جو کردے راہ خونریزی کو بند
اور لبون سے جام کے چھلکے رحیق لالہ فام

شانۂ ضحاک کے مانند ایک اسکی موج
مار پیچان بن کے ہووے متحد با خط جام

معجز انصاف سے تیرے سر دشت و جبل
ہر غزالہ ناقۂ صالح ہے گو ہے بے زمام

قصد صید اسکا کرے کوئی معاذ اللہ اگر
ہو خدا کا قہر نازل اسپہ بہر انتقام

آیا جب تیرے مقابل اے نہنگ بحر رزم
شکل خرچنگ الٹے پاؤن ہٹ گیا دستان سام

گنج استقلال پر ہے قفل اگر تیری سپر
وقت پر شمشیر ہے مفتاح الباب مہام

جون عصاے حضرت موسیٰ سر دریاے نیل
نیزہ تیرا لشکر اعدا مین کرجاتا ہے کام

ہے خدنگ تیر تیرا یا ہوا پر ہے عقاب
دمبدم دے ہے قضا کا اڑکے اعدا کو پیام

گر عدو سد سکندر کو کرے چار آئینہ
آگے تیری تیغ کے وصلی ہے پر کاغذ خام

آج وہ روز ہمایوں ہے جسے کہتے ہیں عید ۔ بذلہ سنجی میں شگفتہ ہے دل اہل مذاق
بزم خسرو میں چل اے باربد بزم سخن ۔ سب یہ کہتے ہیں کہ تو نکتہ سرائی میں ہے طاق
تیرا قانون ترے پاس خط مسطر ہے ۔ چھیڑ دے زابل و نیریز و خراسان و عراق
تیرے نغمے ترے مضمون ہیں شہنائے قلم ۔ دم کشی پر ہے سر دست کمر بستہ وجاق
زمزمے مدح کے لکھ اسکی جسے کہتے ہیں سب ۔ نائب ختم رسل ظل خدائے خلاق
کون وہ یعنی شہنشاہ محمد اکبر ۔ دست بخشش سے خجل جسکے ہے بحر آفاق
طبع نقاد کی گر اسکی رقم ہو توصیف ۔ مہرہ اختر کا ہو اور ماہ سے آئے مہراق
نیر جاہ سے خورشید ہلال آسا ہے ۔ کاہش رشک سے رکھتا ہو سل استدقاق
عطر سے شیشۂ افلاک ہو دم میں لبریز ۔ ہووے گر لخلخہ سا اسکی نسیم اخلاق
خسرو ارات کو تھا منزل دلمیں میرے ۔ مرکاروان شہر سمرقند کا رکھتا اتراق
انکے خرجینوں سے چن چن کے میں لایا ہوں متاع ۔ مدح حاضر کے لئے تیرے بصد استغراق
تو ہے وہ نسل خواقین پہ تتار آفاق ۔ جسنے توران سے کیا ہند میں آکر قشلاق
گر ترا مہر طبیعت ہو بہ جوزائے غضب ۔ زمہریرا زپئے آرام جہاں ہو پیلاق
گر نہ دے حکم تو پھر ابر کے سینہ میں کبھی ۔ رحمت عام نہو مایۂ ماء مہراق
تر زبان وصف میں سب ہیں ترے طفلان تاک ۔ دایۂ غیب سے پلواتا ہے شیر اشفاق
تیرے شیلان کرم پر ہے زمانہ مہمان ۔ مہ و انجم سے فلک پر ہیں مہیا اطباق
گر سبق لیں نہ ترے فلسفۂ حکمت سے ۔ اہل یونان پہ نہ ہووے حکما کا اطلاق
ہوں نظر سے کبھی باہر نہ غوامض کے طیور ۔ تیرے شہباز فراست کا ہے یہ استحقاق
درک امراض کریں جبکہ انامل تیرے ۔ نبض آسا متحرک ہو رگ سنگ سماق
دیکھکر نجم سعادت کا ترے حسن طلوع ۔ مادر شب پسر مہ کو کرے شرم سے عاق
تو جو محراب عبادت میں رکھے سر بسجود ۔ طاق مسجد میں جھکے آکے سر ہفتم طاق

چمک اس برق جہان کی ہو بیان کیا کہ اگر
افق طبع پہ دکھلائے فروغ اشراق

شعلۂ رنگ حنا کرکے اڑا دیوے ابھی
قفس دل مین جو ہین بند طیور لشواق

رات مجھکو یہ فلک گردنان سے لیکے گیا
کہ عقول عقلا کی تھی جہان طاقت طاق

فلسفی دہر کے جو جو تھے ہوئے مشائین
نور اشراق سے تھے ہوگئے سب اہل رواق

تھے سعادت سے جو سب برج فلک مالامال
بخت و دولت سے یہ لبریز تھا ہر قصر و وثاق

تھی تعجب کی نہ جا بار جلالت سے ہو گر
حرکت چرخ گرانبار کی قطبین پہ شاق

انجم ثابت و سیار سعادت سے بہم
یون نظر آئے کہ جون دست و بغل اہل وفاق

نجم ناہید لقب جس کا ہے رقاص فلک
تھا چپ و راست با ہنگ ہائے عشاق

بدر تھا پل مین قمر پل مین نظر آتا بلال
خارت دائرہ داری مین تھا ہر رنگ سے طاق

اسکا طنبور جو دیتا تھا سرون کو ہیہات
جرم خورشید سے ہوتی تھین شعاعین اشراق

تیر گردونکا خوشی سے تھا جو دل لہرا تا
ہوکیے ترتیب ثریا کو باقسام اپاق

جلتر نگ ایسی بجاتا تھا کہ سب وجد مین تھے
لعبتان فلکی صورت اہل اذواق

نظر آجاتا تھا گر اختر دمدار کوئی
دیتا مریخ دم تیغ سے اسکو الحاق

ہاتھ پر مارکے جو رنگ کا اک بھرتی سے
دم مین تھا اپنے طپنچہ پہ چڑھاتا چقماق

جو چلا پارہ تن اس کا سوئے عالم خاک
یہ اڑا اسپہ تڑا قا وہ اڑا اسپہ تڑاق

سعد اکبر کہ جسے کہتے ہین قاضی فلک
حسن کو عشق سے دیتا تھا بہم ربط و وفاق

ہوتا زاہد بھی تھا آمادہ پے دامادی
زال دنیا کو جو تھا بیٹھ رہا دیکے طلاق

چرخ ہفتم پہ فلک ہے تو بطی الحرکت
عالم خاک مین پر ہے تگ و دو کا مشتاق

نفخ تفریح سے پر باد ہے گردون کا شکم
لیکن اسوقت مین تنقیہ بہت اسکو ہے شاق

ہے جو ہر کوچہ مین آرائش نوبت خانہ
خالی آواز دمامہ سے نہو کوئی رواق

یون جو آراستہ افلاک پہ ہو بزم طرب
گلشن عیش و طرب کیون نہ ہو بزم آفاق

تو عجب کیا ہے کہ اُس کشور بر فانی مین
شعلۂ تیغ شرر بار ہو برق حراق

دل مرا ہو گیا اس وقت ہے وہ عالم نور
جس کی مشرق سے کرین نور معانی اشراق

کر دعا صدق ارادت سے کہ ہے وقت دعا
کیون خموشی پہ کیا ذوق زبان کو مشتاق

دوش گردون پہ ہو تا فرغل سحاب غمام
سبزہ تا خاک پہ ہو پیرہن استبراق

دختِ رز کو یہ سر محفل اہل تقوے
جب تلک سینۂ مینا مین رہے درد فراق

تجھکو آفاق مین ہووے رمضان بھی یہ عید
ہو ترے رویت دیدار پہ عید آفاق

اور ترے نیر اقبال کے آگے دشمن
یون رہے جیسے کہ ہو ماہ بایام محاق

صفحۂ دہر سے پھر گردش افلاک اُسے
حرف باطل کی طرح دیوے جہان سے ازہاق

قصیدہ نمبر ۶

گردش مین چشم مست کی ہو دل مرا گرہ
اور کھولے ہائے دانہ کی یون آسیا گرہ

سینہ مین دل اگر نہ گرہ تھا تو کس لئے
ہر اشک میری آنکھ سے ہو کر گرا گرہ

اپنا دل گرفتہ چمن مین نہ وا ہوا
غنچہ ہزار جا پہ کھلا اور ہوا گرہ

جلتا نہین ہے پنجۂ مژگان کا کچھ عمل
ہے ایسی چشم ترسے بہم آشنا گرہ

قمری ہے لائی چاک گریبان چمن مین آہ
اے سرو گل سے دے سر بند قبا گرہ

ہون وہ گرفتہ دل کہ مژہ پر ہجوم اشک
ہوتا ہے شکل خوشۂ انگور آ گرہ

مین مجمر فنا مین ہون کیا دانۂ سپند
کھولے ہے کار بستہ کی میری صدا گرہ

تصویر غنچہ ہون چمن روزگار مین
وا کر سکے گی میری بھلا کیا صبا گرہ

مرقد پہ میرے طرۂ شمشاد کی طرح
پھوٹے گی نخل شمع مین بھی جا بجا گرہ

آیا ہون مین سرشت مین لیکر گرفتگی
ہونگے استخوان بہ گلوے ہما گرہ

پاس دین تیرا جو زنار کی جا ہے تبدیل
دوش گردون پہ خط منطقہ ہو خط نطاق

ہو گیا تیغ سیہ تاب سے ہے سرمہ گلو
دم نہ مارے گا ترے آگے حسود بقباق

رعب شمشیر ترا یون ہو سپر سے دہ چند
جیسے نقطے سے کرین ایک کو دس اہل سیاق

ہو ترے فیض تکلم سے شفا عام تو ہو
زہر کی جا دہن مار مین پیدا تریاق

عدل نے تیرے کیا دفع یہ کی خونریزی
فصد کی منع اطبا نے پئے دفع خناق

اللہ اللہ رے لشکر کا ترے خیل و حشم
ہم عدد جس سے نہ ازبک ہو نہ ہمسر قلماق

تیرے دربار جلالت کے جو ہین تیر غضب
کہکشان کو ہین سر دوش لئے مثل خجاق

اور ایک مطلع دلکش نے طبیعت سے مری
ہے ترے عدل کی تعریف مین پایا الصاق

اٹھ گیا مدرسۂ دہر سے یہ شتر و شقاق
زید سے عمر کے دلمین نہین باقی ہے نفاق

چرخ کے گنبد بے در مین رہین گے محبوس
دم نہ مارینگے مگر گونج کے شور و شلتاق

گر لکھون وصف ترے اسپ جہانگرد کا مین
دے فلک زیر پئے پامال قلم ہفت اوراق

تن مین اس طرح سے ہے اسکے پھڑکتی شوخی
قفس تن مین ہو جون طائر جان عشاق

ماہی زیر زمین لوٹ کے ہو جائے کباب
جھاڑے گر سنگ پہ وہ نعل سے اپنے چقماق

وقت کو باندھ کے فتراک مین راکب اسکا
چرخ پر دائرے کھینچا کرے مانند نطاق

اس فلک سیر کو گلگشت مین گر تو شامل
جودت طبع کی جنبش کا چھوا دے مطراق

یون اڑے سوئے فلک جیسے بتفریح شام
بوئے گل جائے تنفس مین دم استنشاق

کیا لکھون وصف ترے فیل فلک پیکر کا
کہ گرانباری ہے اسکی تن البرز پہ شاق

عمر بھر مطبخ عالی مین رہا نعمت خان
صفت اطعمہ پر خام رہا جون بسحاق

ہین ستارون کی بھی آنکھیں انھین ہاتھون کو لگی
نور ہمت کا زمانہ مین جو ہے عام انفاق

بر سر دشمن بدکیش بہنگام وغا
گر قشون ہووے جلو ریز بدشت قبچاق

وابستہ تار موے میان سے ہون نخل ناف — چشم کشادہ کار رکھے مجھسے کیا گرہ
نقطہ کی طرح مرکز گردش رہا صدا — مین تھا مگر یہ دائرۂ دیر پا گرہ
دل تھا گرہ خیال مین جو آکے عقل نے — یون کھولدی بناخن فکر رسا گرہ
اُس آفتاب پر تو نظر کر کہ جون نگرگ — پل بھر مین ایک زمانہ کی ہے کھولتا گرہ
وہ کون یعنی اکبر ثانی کہ جس سے وا — تیرے بھی کام دل سے ہے کی بارہا گرہ
گل کی گرہ بہار کرے گر صبا سے وا — وہ کھولدے دلون کی بفضل خدا گرہ
لایا ہون بہر نذر مین وہ دُر آب دار — ہو جسکو دیکھ آپ دُر بے بہا گرہ
جون برق لکھ کے مطلع برجستہ خامہ نے — مطلع سے آفتاب کے دی ہے لگا گرہ

سہ طلعتون مین جسن سے کی تونے وا گرہ
کیون میرے دلمین خالی سویدا رہا گرہ

کھلجائے نام پاک سے اُس آن مین ابھی — گر ہووے کوہ مردہ دکوہ صفا گرہ
ہیبت سے تیرے نطق کے تنجا رنکلے ہے — دعوے کے لب پہ آ سخن مدعا گرہ
چاہے جو اُسکو آب فصاحت کرے روان — لکنت دہین زبان پہ دیوے لگا گرہ
تیرے سحاب جود سے گلشن مین صبحدم — ے مشت زر ہے غنچۂ گل باندھتا گرہ
گر دل خنک کی جان فرو بستہ کھیچ کے ہو — ما مین کوہ قاف میان بستا گرہ
تو ناخن نگاہ سے مانند آفتاب — دے کھول دم مین دیکھ لے یہ ماجرا گرہ
کھولے ہین کار بستہ عالم سے دانہ دار — تیری ہوائے لطف و سحاب عطا گرہ
دست گرہ کشا نے ہے باقی کہان رکھی — جز تکمہ ہاے پیرہن اغنیا گرہ
البتہ دل مین غنچۂ پیکان کے ہے ترے — جانب سے حاسدونکے صبل سا گرہ
یا جو تری کمان نگارین مین ہے نمود — وہ ابروے نگار پہ ہے خوشنما گرہ
اکدم مین تیرے ناخن شمشیر سے ہون وا — ہین اسپر جو حاسدون کے بروز وغا گرہ

رہویگا شکل دست حنا بستہ حشر تک		قاتل کے دست و دل میں مرا خونبہا گرہ
گر میں گرفتہ دل ہوں تو جوں دانۂ انار		محفل میں ہوگا خندۂ دندان نما گرہ
میں عکس اپنا دوں تو ہو موج جوہر آئینہ		جوں دام موج و شکل خط بوریا گرہ
عکس دل فسردہ سے مینائے بزم مے		رہ جائے شکل دانۂ انگور کھا گرہ
یہ زہر غم چڑھا ہے کہ سبزہ بزیر زلف		سوجھے ہے یوں کہ زہر کی تھی یہ بلا گرہ
میں دل گرفتہ آہ اگر کارواں میں ہوں		حیرت سے اینٹھ کر ہو زبان درا گرہ
رویا میں شکل شیشہ کبھی کھول کر نہ دل		میرے گلو میں گریہ ہمیشہ رہا گرہ
دل بستگی کا اپنے تلمبند کر کے حال		بازو پہ مرغ دل کے اگر دوں لگا گرہ
کھائیں کبوتران گرہ باز کی طرح		سینے سے انکے سر دوش ہوا گرہ
وہ دل گرفتہ ہوں کہ اگر نکلے پاس سے		جوں غنچہ ہو رہوں بہ جبین صبا گرہ
پھیلاؤں گر شمیم مضامین کو ہند میں		ہووے ختن میں نافۂ مشک خطا گرہ
رجعت سے نجم بد کی مری ماہی سپہر		خرچنگ بن کے بیٹھ رہے ایک جا گرہ
پیدا ہوں سو گرہ اگر اک دل سے کھولئے		جوں کوکنار و لالہ و تخم حنا گرہ
کہنا نا ماہ رو کا ہے کہتا کہ دیکھیو		قینچی کی طرح کترے ہے چرخ دوتا گرہ
آ میں تو کھینچیں سینۂ صد چاک سے بہت	ق	کھلنی تھی میرے دل کی مگر کیا بھلا گرہ
سوزن کا رشتہ بن کے کھنچا جستری میں آہ		ہے زیر بار رشتہ بپا دوسرا گرہ
قطروں سے خون دل کے ہوں سو سو گرہ عیاں		ایک آبلہ سے دل کے جو کھولوں ذرا گرہ
یہ عقدہ شکل ابروے خوبان کینہ جو		ہے ڈالتا بناخن عقدہ کشا گرہ
رمال قرعہ ڈالے جو اس عقدہ پر تو ہو		انگلی سے پوری پوری میں اُسکی جدا گرہ
ہر قطرۂ سرشک مرے روئے زرد پر		خاطر گرفتگی سے ہے جوں کہربا گرہ
یارب وہ شانہ پاؤں کہاں میں جو دل سے آہ		دے کھول شکل عقدۂ زلف دوتا گرہ

غلطان بزیر گنبد گردون ہوا کرے | بن بن کے تا زمانہ کی صبح و مسا گرہ
تا پیچ واژگون پہ سر شاخ کہکشان | ہو خوشہ وار عقد ثریا سرا گرہ
میدان ہو تا سپہر کا اور گوے ماہ و مہر | اور دور مہ سے ہو ذنب و راس تا گرہ
تا دل گرفتگی سے زمانہ کی بزم مین | ہر دم گلوے شیشہ مین ہو قہقہا گرہ
حب نبات کو پڑے درد مریض عشق | تا وین بحال لب بت شیرین ادا گرہ
جب تک نسیم کاکل پیچان کے رشک سے | تا فر مین ہووے مشک ختن بے خطا گرہ
ہر سال تجکو جشن مبارک ہو خسروا | اور مشکلات خلق کی ہون اُس سے وا گرہ

پر تیرے مدعی کی نہ وا ہووے جون حباب
ہرگز محیط دہر مین غیر از فنا گرہ

قصیدہ نمبر ۷

قلم جو صفحہ کاغذ پہ ہووے نکتہ نگار | تو اپنے نقش مٹا دین جہان کے جادوگار
سخنورون نے جو باندھے سخن کے ہین نیرنگ | زبان سے اُسکی ہے وابستہ اُنکے سب اسرار
سوار توسن دست روان پہ ہووے یہ جب | کرے قلمرو معنی کو دم مین باجگذار
جو شاخ سدرہ پہ بیٹھا ہو طائر مضمون | تو اُڑ کے صورت شاہین کرے یہ اُسکو شکار
زبان تیغ نگہ سے لیا فسون شاید | کہ اس پہ اُڑ کے مضامین ہین کرتے جی کو نثار
ہین دست بستہ کھڑے چاہون باندھ لون جسکو | کہ لفظ و معنی و مضمون ہین بے شمار و قطار
ہے کرتی کام جہان جا کے اُسکی نوک زبان | قلم دبیر فلک کا ہے وان پڑا بیکار
سخن زبان پہ ہے آور نگاہ دل دل پر | کہ سو مین دل تو ہر اک کی ہے اپنی اپنی بہار
سخن شناس اُنھین دیکھکر یہ کہتے ہین | کہ جو کہے وہی اُسمین ہے دُر شہوار
کرون مین اُسکو مگر کیا کہ مشتری نہ رہے | متاع بخت کو بیچون جو مین تو کس بازار

تیرے فروغ نیرِ حشمت سے کیا عجب — گر مہر ہو سمٹ کے بہ شکل سہا گرہ
اللہ رے تیری قوت بازو کہ شل گوے — چوگان کے آگے کوہ کو ہے جا نما گرہ
تو چاہے گر تو دامن ساحل مین بحر کو — دونو طرف سے کھینچ کے دیوے لگا گرہ
پنجہ سے تیرے مہر کے گردون پہ ہر سحر — کھلجاتی ہے ستارون کی لا انتہا گرہ
منقار ماکیان کی طرح ناخنِ ہلال — ہے بیضۂ فلک کی سدا کھولتا گرہ
لاے جو شعلہ حرفِ شرارت زبان پر — تاثیرِ عدل سے ہو تری لب پہ آ گرہ
اللہ رے بیم عدل کہ جون زمانہ مین — دشنہ بھی رکھے کر کے جبین پر ابا گرہ
زلفون کے دام جیسے حسینان نازنین — ہین ڈالدیتے دیکھ کے بسوے قفا گرہ — ق
مارِ سیہ کے سر مین اسی طرح زہرِ مار — ہو دیگا مثل مہرۂ مار ایک جا گرہ
انجم سے تیری سالگرہ کے لئے فلک — ہر سال کہکشان مین ہے دیتا لگا گرہ
توسن ترا زمین پہ جو کاوے کا ڈالے نقش — سمجھین کہ بیٹھا مار کے ہے اژدہا گرہ
جولان پہ اپنے آئے تو جون جنبش صبا — غنچون کی کھولے باغ مین وہ بادپا گرہ
دامان ابر تر پہ وہ پاتا ہے برق نام — اُسکا شرارِ نعل جو دے ہے اُڑا گرہ
گر اُسکی گردِ سم سے بمیدانِ کارزار — ہو گرد باد دامن صحرا مین کھا گرہ
لائے اُڑا کے تو اسے از شرق تا بہ غرب — کھلنے نہ پاے پاؤن پہ جبین ہوا گرہ
رفعت پہ تیرے فیل کی طبعِ رسائے رات — پھینکا کمندِ وہم کو جو کرکے وا گرہ
آیا نظر کہ صفحۂ چشم زمانہ مین — اک نقطۂ مشکِ ناب کا ہے بود ہا گرہ
ہے بسکہ رکھتا عقدہ کشائی کا دلمین شوق — دیکھا جو مشک مین کہ ہین جابجا گرہ
کرتا ہے آشنا اُسے دندان سے وہ فقط — اسواسطے کہ اُسکی بھی ہو دل کی وا گرہ
سلکِ دُرِ سخن مین دلا صبح تا بہ شام — جون سبحہ دیگا بیٹھا ہوا تا کجا گرہ
واکر لبِ سوال بدرگاہ ذوالجلال — تا رہ نجاے سینہ مین دل کی دعا گرہ

پڑھوں حضور میں اک مطلع دعائیہ
قبول جس سے دعائیں ہوں بر سر دربار

شہا دعا ہے خدا سے یہی مری ہر بار
کہ شادیاں ہوں شبستان میں تیرے لیل و نہار

شگوفہ شادی شہزادہ کس زباں سے کہوں
کہ جوں شگاف قلم بند ہیں لب اظہار

جو لکھئے بجا ہیں ماچس کا وصف آتش
تو نکلا خامہ سے جو حرف تھا خط گلزار

یکایک اتریں پرستاں سے آ کے پریاں
ہوئیں جو تخت ہوائی پہ ناچنے کو سوار

ہجوم عیش و طرب اس قدر زمیں پہ ہوا
دبیر چرخ سے بھی ہو سکا نہ اس کا شمار

یہ لعبتاں فلک پہ ہوا خوشی کا جوش
سماں گانے لگی زہرہ بن کے موسیقار

شب برات کی وہ روشنی کہ جس سے ملے
ہو روز عید اگر آئے سامنے شب تار

جو شمعیوں پہ ہوئی روشنی تو شور اٹھا
فلک نے کھینچی زمیں پر ستاروں کی دیوار

دیا ہے لا کے یہ سطح طلسم یونان سے
کھلایا ہے سکندر میں چین کا گلزار

لگے ستارے و نکلے جب ان سے آتشبار
تو بولے اہل نظر دیکھنا ہے طرفہ بہار

یہ رنگ آگ کا دینے لگے جب اپنے موروں کو
تو آگے ہوویں گے طاؤس خلد آئینہ شعار

جب اس طرف کو لگی جلنے مہتابیاں
زمیں پہ سب کو نظر آئی آسماں کی بہار

ہمارے کانوں کے پردے تو اڑ گئے اسدم
پٹاخے اڑنے لگے چھٹنا جب بہم تکرار

پکارے سب کہ تو اعدا کے فوج ہیں ناپید
کہ تیر زن ہے ہر صف میں تیر قطار قطار

عجب تماشا ہوا چرخیوں کو جب دی آگ
لگا ناچنے فلک ثوابت و سیار

ہوائی چھٹی تھی جا کر شہاب ثاقب سے
کہ نور زیادہ ہے یا ہیں فزوں ہوں آتشبار

ہیں ابر طور سے برسے زمیں پہ نور کے پھول
زمیں تو تودۂ گل بن گئی آسماں گلبار

اب اس دعا پہ قصیدہ کو ختم کرتا ہے ذوق
کہ دوست تیرے سرافراز اور عدو ہوں خوار

پھر اس جشن کی اگلی چھپٹے رتی سے مہتاب
تمام میں سال ہوا سی کا پھول دیوے بہار

شراب درد سے دل ہوگیا ہے مست ایسا ۔ کہ تا بروزِ جزا تک نہ جبکا اُترے خمار ۱
بنائے ناوکِ تقدیر خاک تودہ جسے ۔ بچا سکے اُسے کیا خاک بُلبُلے کا حصار
ہزار درد اسے بیدردی زمانہ دکھائے ۔ زبان پہ لایا نہ لائیگا شکوہ یہ زنہار
مین لایا سینہ مین تھا دل کی جا یہ آئینہ ۔ ق ۔ کہ اہلِ دل اسے سمجھین گے مطلع الانوار
سو اُس کو توڑا ہے لوگون نے سنگِ باران سے ۔ مین کہتا تھا کہ گہربار ہون گے یا گلبار
صفا کا اُسکے اک ادنے سا وصف یہ دیکھو ۔ غبارِ غیر کی خاطر مین ہو تو اُسپہ ہے بار
مین آبگینہ کے آگے ہون آپ شرمندہ ۔ کہ ایک بات سے ٹوٹے ہین بال اسمین ہزار
مگر ترددِ ایام کیون کرون اے چرخ ۔ نہین رہا تری گردش سے کچھ مجھے سروکار
لے آیا حسن سقدر اُس آستان پہ مجھے ۔ کہ سجدہ کرتے ہین جھک جھک کے جبہ لیل و نہار
سحاب جود سے اُسکے زمانہ ہے گلشن ۔ نہالِ ابرِ کرم اُسکے ہین صغار و کبار
یہ سن کے مجھ سے کہا طبع نے کہ اے نادان ۔ کچھ اُسکے نام کی تصریح بھی تو ہے درکار
ہے اُسکے نام کا لینا بھی یون تو بےادبی ۔ کہ چشمہ پاس نہ دریا نہ ابرِ دریابار
سو مین زبان کو گیا لے کے دھو کے دریا مین ۔ مذاقِ آبِ گہر مین بلا لیا کئی بار
اور اُسکے بعد ہون کہتا کہ نامِ پاک ہے وہ ۔ جسے نمازون مین لیتے ہین سب پکار پکار
خدا کا سایہ ہے اور نائب رسولِ خدا ۔ محمد اکبر و عالم نواز و عرش وقار
ملک صفات و فرشتہ سیر ولی خصلت ۔ بدین پناہ و بدل دولت و منبعِ انوار
خداشناس و طریقت نما حقیقت بین ۔ بدستِ جود ہے دریا بہ تمکنت کہسار
نہ حقِ وصف ہوا اُسکا ادا کبھی لب سے ۔ زبان ہر سرِ مو آکے گر کرے گفتار
ہوا ہون لیکے مین حاضر یہ تہنیت کے پھول ۔ کہ اور پاس نہ رکھتا تھا کچھ برائے نثار
شہا ہے آج اُسی شاہزادہ کی شادی ۔ جہان مین جو ہے جہانگیر شاہ نیک اطوار
وہ شاہزادہ ہے پر ہے ابھی سے شاہ نشان ۔ وہ شاہزادہ جوان ہے ولے کہن کردار

شاہ کا پوچھو جو فرزند تو شہزادہ سلیم
ہو سلامت روی اُسکی بسلامت منضم

اس لئے عیشِ طرب مثلِ قِرانُ السعدین
متفق ہو کے پئے تہنیت آئے اُسدم

یمن اس عقد نے بخشا ہے جہان کو ایسا
جو گرہ آج لگائین سو ہے لگتی محکم

آج وہ دن ہے مبارک کہ ابھی لائے ثمر
دو درختون کو جو پیوند لگائین باہم

دیا شگلون مین ہے پیوند بدیہ الانتاج
یہ قلم سمجھے نہ تہذیب نہ جانے سلّم

بزمِ عشرت کی طرف کرتا ہے جو نظارہ
پڑھتا یہ مطلعِ رنگین ہے وہ ہو کر خرم

ہے اُٹھا عیش کا طوفان لبِ ساحلِ یم
زمزمہ موج کا بربط ہے ہوا ہے ہمدم

کنکری کا سا ہے لچھا بہ گلوئے مینا
ہچکیان قلقلِ مینا جو ہے لیتی پیہم

لوگے جس ساز خدا ساز کو آغوش مین آج
تا چھیڑ دئے کھرج کا تو سنوگے پنچم

اثرِ نغمۂ شیرین سے جہان بھول گیا
کہ سوا راگ کے سم کے ہے کوئی اور بھی سم

جن مزامیر کو ہم سنتے تھے واعظ سے حرام
وجد مین آئین سنین آج گرا ہوئے حرم

تارِ طنبور ہی آج رگِ سنگِ صفا
بے زبان زمزمہ سنجی کرے موجِ زمزم

نہین کچھ دور کہ تبدیل ہوا مبہ کا لباس
آکہ دکھلائی نہ دے صورتِ اہلِ ماتم

دھوم اس شادی کی یہ ہے کہ بندھے کیفیت
چھا گیا گلشنِ آفاق پہ ہے ابرِ کرم

رقعہ شادی کا ہے اس رنگ سے تحریر ہوا
کہ جوانانِ چمن آئین جو مل کر باہم

شاخِ گل پہنے کلائی مین کلی کا کنگنا
زرد جوڑے پہ بسنت اپنا دکھائے عالم

عطردانین گلِ نرگس وہ بھرے عطرِ سہاگ
سارے گل بھرنے لگین بلبلِ بیتاب کا دم

بل بے تیاری پوشاک کہ چرخِ اطلس
لایا اطلس جو لگانے تو یہان نکلی کم

یہ خیاطہ کی ہے جلدی کہ کھلا جاتا ہے
شکم کرمِ بریشم ہی مین تارِ ریشم

یہ چڑھاوے کی ہے کثرت کہ جڑے ہے برِ صبح
ٹو گندگی پہ گلِ داؤدی کے ہیرے شبنم

اسی خیال مین تھا دیکھتا خدا کی طرف
کئے خوشی کی کرت نے وا لب گفتار
کہو سر لب یہ ہے شادی فرزند
مبارک آپکو ہوا ہے شہ سپہر وقار

جو ہو دین اُسکے ہوا خواہ وہ رہین سرسبز
ہون اُسکے دشمن بدکیش خالدًا فی النار

قصیدہ نمبر ۸

اُفق دلپہ رہے عیش و طرب دونون ہم
آج یون آئے نظر جیسے دو پیکر توام
ایک کا ایک سے وہ ربط سخن تھا گویا
دو لب یار ہین یا حضرت عیسےٰ ہمدم
روش نازہ پہ ہمدوش تھے یون جیسے کبھی
لام الف لکھتا تھا اسلام کا یاقوت رقم
یا تھے دو مصرع مربوط بہم دست و بغل
یا کہ پیوند تھے دو نخل گلستان ارم
ملکے دو تار نظر ایک ہوئے تھے دونون
یا وہ اک جنی کے دو پرے تھے باہم ہمدم
دونون پیچیدہ بہم لیسے سیہ مستی مین
کوئی مشاطہ بھی یون گوندھے نہ جعد پرخم
ایک معنی کے وہ لفظ مترادف تھے دو
ایک مضمون کے دو فقرے تھے مگر مستحکم
تھے جڑے دو دُر شہوار کہ ہرگز نہ ملین
ابر نیسان سے گرین لاکھ اگر قطرۂ یم
اپنے تھے دونون دو یکدل کہ دو قالب یکجان
یک زبان دونون وہ اسطرح کہ جون چاک قلم
آئے لپٹے ہوئے یون عالم سرشاری مین
نالۂ زیر کے ہمراہ ہو جون نالۂ بم
مین نے پوچھا جو سبب اُن کے بہم ہونے کا
تو یہ ہاتف نے کہا غیب سے ہو کر ملہم
کیا مضمون کے دل تنگ مین معنی ہون تنگ
جب ہے معلوم تو پھر بات رہے کیون مبہم
آج اُس شاہ کے فرزند کی ہے شادی کہ جسی
کہ شجاعت مین وہ رستم ہے سخا مین حاتم
کون وہ ظل خدا شاہ محمد اکبر
جس کی ہمت سے ہون دریوزہ گر ارباب ہمم

وصف میں اُسکے پڑھوں کیونکہ اک مطلع میں ؏ توسن طبع نے اب تیز نکالا ہے قلم

یار ہمدم نہیں لیکن ہے وہ نسل آدم
ہے وہ اُس نسل میں جس اصل میں رخش رستم

رمز آگہ ہے یہ آگاہ وہ صرصر رفتار
گذرے گر دل میں توقف تو وہیں جائے تھم

ہے نہ وہ حور شمائل نہیں پر زادۂ حور
خوے آدم ہے و لیکن نہیں نسل آدم

دیا زیں بیجا مہتاب کی ہے بسکہ فلک
چاہئے اسکو زمیں پر نہ گلیم و نہ گلم

نور سے قطرے فلک سے ہیں زمیں پر برسے
چھوٹے گنج ستارون کے کہاں ہیں پیہم

سر اٹھایا یہ ہوائی نے ہے آخر کہ ہُوا
شعلہ اُسکا علم کاہکشان کا پرچم

ٹہنیاں چھوٹی ہیں اس رنگ سے نازونکی
جیسے رکھے ہوں تراشے ہوئے جام سلیم

ہاتھی لڑتے نہ سمجھنا یہ عشرت کے بزور
سر کو دو کوہ کے ٹکرایا ہے مانند خم

نخل پھولا ہوا دم بھر میں نکل آتا ہے
ہے اناروں میں اچنبھے کا تماشا عالم

چھوٹے تھن چلکے اس انداز سے کھا کر چکر
چرخ میں آیا ہے دیکھ کے گردون دژم

پھولیں کیونکر نہ چمک کر گل آتشبازی
شاخ بھی گل کی قلم بنگئی شورے کی قلم

جھاڑ ابرک کے نہیں چادر مہتاب کے ہیں
جڑ تلک لپٹے ہوے نخل گلستان ارم

شمع طور کا جوں وادی ایمن میں ہو نور
شمع ابرک کے کنول میں ہے دکھاتی عالم

ہیں جو سرگرمی شادی کے فتیلے روشن
تاب کیا خانۂ گیتی میں رہے سایۂ غم

باندھے سو شعلۂ فندق بسر انگشت
پنج شاخوں کو کھوئیں نہ کبھی دست صنم

کھولا مصحف تو زبے میں کہ سر لوح ورق
اسم اعظم تھا عیاں خط شعاعی سے رقم

رونمائی پہ لگی رشک سے زہرہ گانے
غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم

ایسے شادی کے تجمل کہے کیا کوئی
دھوم ہے جبکی گئی تا سر ہفتم طارم

جی میں ہے توسن خامہ کی عنان پھیر کے میں
مدح اکبر شہ ثانی کروں پھر زیب رقم

اللہ اللہ رے نوشہ ترا عالی رتبہ / جس کی انگلی مین پنھائیگا سلیمان خاتم
ہوئی نوبت کی یہ نوبت کہ سحر اسکی شکوہ / گوش افلاک سے بھرتی ہے سوا گوش صمم
نے قلیان کو بھی گر منہ سے لگاتا ہے کوئی / تو وہ بھرتی ہے ہم آوازی شہنائیکا دم
پہنچا یہ طنطنۂ کوس کا گردون پہ دماغ / کہ نہین رکھتا سر روے زمین اپنا قدم
آتی اس طرحسے پیہم ہے جلاجل کی صدا / کہ یہ نزدیک ہے آتی کوئی ارض جہیم
کہتا ہر دم ہے یہ نقارچی پیر فلک / کہ تھا مدت سے دمامہ کا مرے بھوکا شکم
سارے ارمان نکالونگا وہ اس شادی مین / اسکے سینہ سے جو نکلینگے آوازۂ بم
چو گھڑے روپے کے اور سونے کی ٹھلیاں اینٹین / صف بہ صف دیکھ کے اُنکو یہ پکارا عالم
ہے یہ سلک در شہوار نگوش بہجت / یا کہ ہنستی ہے خوشی دانت نکالے پیہم
ہر سبوچے پہ یہ جوبن ہے کہ جیسے کوئی شوخ / اپنے اُبھرے ہوئے پستان پہ چڑھادے محرم
دیکھ نقلونکو سبوچون مین یہ حیران ہے خلق / کہ بھرے موتیون سے کیونکہ حباب لب یم
ایسے شیرین کہ اگر رکھے زبان پران کو / وصف شیرین سخنی پائے زبان ابکم
کردن تحریر جو نکہت کو حنا بندی کی / شاخ گل مہندی ہو پھولون سے ابھی میرا قلم
ہوے روشن جو کنول شکل رخ آتشناک / تو اٹھین اسنے دھوئین کی ہو مین زلفین پرخم
کاغذ زرد کے پھولونمین یہ گل کرتے تھے / آگیا تھا گل صد برگ کا پھر کر موسم
نخل آرائش اگر دیکھو تو ایسے دلکش / نوجوانان مین جیسے بصد ناز و نعم
بیاہ کی شب وہ تجمل تھا کہ اللہ اللہ / کہتا تھا دیدۂ انجم سے یہ گردون ہر دم
سچ کہو کرتے ہو نظارہ جہانکا جب سے / کبھی یہ جلوہ ہے دیکھا تمھین آنکھونکی قسم
دیکھے دولہ کے نہین دست حنا بستہ ابھی / ورنہ مٹھی کا ابھی غنچہ کے کھل جاتا بھرم
منہ پہ نوشاہ کے یون سہرۂ زرتار کی زیب / روے خورشید پہ جون خط شعاعی کی جھلم
ہوا شبدیز فلک سیر پہ دولہا جو سوار / روز نے صدقہ کیا شہب و شب نے ادہم

ہون وہ لبِ تشنہ کہ مین دامنِ دریا سمجھون
برقِ پرسوز کا ہاتھ آئے جو ظرفِ دامان

وہ خنک دل ہون کہ جسکے نفسِ سرد سے آہ
دم مین یخ بستہ ہو جون چشمۂ مہرِ رخشان

مین ہون وہ شعلۂ جوالہ بزیرِ گردون
کہ اگر دل کو قرار آئے تو جگر بیچ جانان

مین وہ مجنونِ جگر تفتہ ہون جسکے دمِ فصد
ہر رگِ مو سے عوض خون کے نکلتا ہے دھوان

چشمِ سوزن سے نہ لو سلسلۂ زنجیر کا تم
دلِ وحشت زدہ ہے لاغریہ تابِ توان

ہون وہ افتادہ کہ ہمت کبھی یاور ہو تو ہو
دستگیر آکے سو ہمائے مژہ مورچگان

ہون وہ تصویرِ سرِ صفحۂ عالم جس پر
مو قلم دو تو کرے کارِ سنان و پیکان

دل گرفتہ ہون وہ مین دہر مین مانندِ انار
اک گرہ وا ہو تو صد گرہ ہو اندر دانان

ہون وہ فرسودۂ غم جسکے بچشمِ بینش
کرتا ہے سروِ چمنِ دہر سبے کار بسوہان

قطرۂ شبنم کا ہو گل پر تو مری نظرون مین
سنگِ حسرت ہو کر رکھتا ہون بزیرِ دندان

مین وہ ہون کشت کہ بیگانہ ہے سبزہ جس سے
اور اگر ہے تو ہے آغشتہ زہرآبِ سنان

فلکِ سبز کے نیچے ہون مین تلوار کا کھیت
آبِ شمشیر مجھے دو کہ یہی ہے مرتی میان

ہون وہ خود رفتہ کہ جون عمرِ تلف کردہ مجھے
حشر تک ڈھونڈین تو ممکن نہین ہاتھ آئے نشان

ماہِ نخشب کی طرح ہوتا عیان ہون سرِ کوہ
اور ابھی پل مین جو دیکھو تو عیان ہون نہ نہان

ہون وہ سرگشتہ کہ کر ساقی و ساغر جا ہون
حلقۂ دورِ فلاخن ہو بدستِ دہقان

اس گلستان کی روش پر گل بازی ہو مین
نہ ادھر ہون نہ ادھر ہون نہ وہان ہون نہ یہان

دل نے لیمو سے کیا رنگِ طلا کا روشن
ترش روئی سے رخِ زرد ہے میرا تابان

مین وہ گردش زدۂ دہر ہون جسکا پرِ گ
سنگِ تعویذ بھی چکر مین ہو مانندِ فسان

مین وہ ہون بسملِ دلِ خون شدہ جسکے خون مین
تیغِ قاتل روشِ کشتی دریا ہو روان

اشک خونین ہے مرا آتشِ یاقوت مین
گرچہ ہون آب مین لیکن ہو دل ہمیشہ سوزان

دل اڑا جاتا ہے جل جل کے جو مین آگ مرا
طائرِ رنگِ حنا بن کے ہوا ہون پران

جس کے باعث سے منور ہے چراغِ خورشید	جس کی دولت سے ہے آراستہ بزمِ عالم
اُسکے دینداری کے نقارہ کی اللہ رے صدا	از عجم تا بہ عرب اور ز عرب تا بہ عجم
جس سے پوچھو کہ تو آگے سے کہیگا کہ بلے	انت تعرف کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم
مدح مین اُسکی رقم کرتا ہون ایک تازہ غزل	کہ غزل خوان ہے ہر ایک آج بجانِ خرم

تو ہے وہ ابرِ سخا تو ہے وہ دریائے کرم
جس مین ہون فلس کی جا کیسہ و ماہی یہ درم

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہے عجب	مشک سودہ کرے ہر زخم پہ کارِ مرہم
پہنچی ہے روح عدو سہم کے ناوک سے ترے	مثل آہوے رمیدہ سرِ صحرائے عدم
تیرا خنجر ہے نہنگ ایسا کہ غرقِ ہر آب	تیری شمشیر وہ اژدر ہے کہ ہے آتش دم
ملک مین اعدا کے ترا تیر ہے پیغامِ قضا	اور ترا جوہرِ شمشیر قضائے مبرم
توڑ سکے دل شیشہ کا ہرگز نہ ترے عہد مین سنگ	رحم کھاوے کہ لیا اُسنے مرے گھر مین جنم
یہ ہے انصاف کا پرتو ہے جو عالم پہ محیط	تو نہ پایا ہے نہ پائینگے فروغ اہلِ ستم
دیدۂ بچۂ آہو کے نہ روشن ہو چراغ	ڈالے روغن کی جگہ اُس مین جو پیہ ضیغم
ق گلشن مدح مین دے تجھے ترا ذوق لگا	خرمن گل کی جگہ تازہ مضامین کا اُٹم
پر یہ سمجھا کہ ہے جز کرتا دلالت کل پر	کہکے اک شمہ تری وصف کا آئینک شمیم
یہ دعا کرتا ہے دل سے کہ مبارک ہو تجھے	شادی وصلتِ فرزند بصد جاہ و حشم

ہون شبستان مین ترے دست و بغل عیش و طرب
گھر مین حاسد کے دل آشوب رہین محنت و غم

قصیدہ نمبر ۹

دل کہ اس دہر مین ہے گرسنۂ نازِ بتان	ہم تیغ اسکو غنیمت ہے کہ دیکھا لبِ نان

سرخ روئی ترے حاسد کو جگر خواری ہے
کانپتے ہیں پڑے ہیبت سے پلنگ و ہنگ
ہے زرہ رکھتی اسی واسطے ماہی تہِ آب
تیغ ہندی تو کمر میں ہے پہ ایک اک جوہر
کوہ پر بیٹھ کے یوں بیٹھے بہ پشتِ ماہی
ترے خنجر کو ملا شہپر قدرت سے ہے زور
تیر ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا
آتشِ قہر کی ہیبت سے تری نارِ سعیر
گنبدِ چرخ ہوا کلبۂ پُر دود اُسے
تیرا فرمان تھا کہ فرمان بر دولت کے سوا
ہووے یہ سکۂ اقبال ترے ناپیدا
ترے مہتابِ کرم سے جو سرِ قلزمِ قہر
عدل نے تیرے دکھائے ہیں بہم آتش و آب
دلِ افگار کا ہے سودۂ الماس علاج
تیری تاثیرِ محبت نے دیا ہے تریاک
اُفقِ صبح سے کافور کا لیکر مرہم
سرزنشِ عہد نے کی تیری بپا تنک معدوم
بے علف نافہ لیلٰے ہے مگر قیسِ غریب
خسروا تیری توانائی اقبال سے آج
مور کا سلسلۂ نقشِ قدم گر ہو کہیں
آگے جلوہ کے ترے پرتوِ خورشید ہے گرد

تیر کے بال سے ہے تیز تر اُس کو رگِ جان
بحر و بیم پر ہے تری تیغ کی برشش یکسان
پہنے جوشن ہے نیستان میں ہر اک شیر ژیان
رکھتا ورزیر نگین ہے صفحاتِ صفہان
جیسے ابروے بتان ہوتہ آئینہ عیان
مرغِ دل سینوں سے جون زاغ ذرغن ہیں پران
طائرِ قبلہ نما خاک کرے گا طیران
رکھتی شعلہ سے ہے انگشت بزیر دندان
روح کو سینۂ حاسد میں بجاے خفقان
ہووے اک برگ نہ پیدا بہ گلستانِ جہان
کہ چمن میں نہیں اُگتا ہے گلِ نافرمان
پردۂ نور میں اُبلا ہے تنورِ طوفان
آب آئینہ میں روشن ہے تَخ برق شان
سنگ ہے سنگِ جراحت بہ سرِ زخمِ جہان
ورنہ تھا زہر دلوں کو خطِ سبز خوبان
رکھتا مہتاب ہے بر سینۂ صد چاک کتان
کہ نظر آتا نہیں دشت میں کانٹو نکا نشان
نہیں دیتا بہ ضیافت سرِ خارِ مژگان
ناتوانوں کو ہوئی دہر میں یہ تاب و توان
اپنے حلقہ میں جکڑ لیتا ہے صد پیلِ دمان
آگے رتبہ کے ترے خاک ہے جرمِ کیوان

طفل معصوم کا ہے خواب مری موت و حیات	کہ یہی لب مرا خندان ہے یہی ہے گریان
وہ سیہ بخت ہون مین خاک نے جس کی تکسیر	ہے سیہ کر دیا آئینہ چرخ گردان
مین وہ بیمار ہون مایوس شفا جسکے لیئے	دم عیسیٰ نے کیا کار نفس ثعبان
اُٹھ سکا سر نہ مرا مزرعہ گیتی مین ذرا	دل رہا دانہ رُوئیدہ تہ سنگ گران
شرح جانسوز سے میری نئے قلیان کیطرح	کیا عجب نالے قلم سے جو نکل آئے دھوان
دل مایوس یہ تھا کہہ رہا مجھ سے کہ خرد	یون لگی کہنے کہ بے فائدہ کیون آہ و فغان
پھر تو کر غور کہ مداح ہے کس شاہ کا تو	دیکھ وہ ابر کرم قلزم جود و احسان
وہ شہنشاہ کہ جشن اُسکا ہے افلاک کی سیر	سنتے مہوش ہین تو کرتے ہین ستارے افشان
ماہ گردون پہ ہے اور آکے زمین پر مہتاب	کثرت عیش سے دریا مین ہے شب کے رقصان
سنکے یہ مژدہ جان بخش ہر ایک گویا تک	شوق نظارہ ہوا عام بہ گلزار جہان
دیکھتا ہون کہ سر شاخ ثمرہ کا شہ چشم	رخ نظارگیان پر ہے بنا نرگس دان
آج عالم کا ہے دل شاد کہ جون عالم نور	جلوہ گر ہے سر اورنگ بصد شوکت و شان
ماہ فرخندہ لقب شاہ محمد اکبر	آج شاہان زمان فخر سلاطین جہان
دیکھا ہے دولت و صولت کا جو سکے اقبال	وہ ہر سرکش کا بھی قد ہوگیا خم مثل کمان
مدح حاضر کے لیئے حاضر دربار ہو ذوق	تو ہے خاقانی ہند اور وہ ہے خاقان زمان

پوچھ لو آج فلک سے کہ ہے خورشید کہان
گر ہے کچھ وزن تو آجائے بسوے میزان

تیرے جلوہ کی تجلی نے جو روشن کیا دل	ہوگیا شمع مرے سینہ مین تار رگ جان
آستین اپنی ہلا دے جو ترا دست کرم	ہر شکن سے ہو عیان لجہ بحر عمان
کیون نہ ارباب ہمم ہون تری ہمت کے غلام	حق یہی ہے کہ الانسان عبید الاحسان
آگئے دریا ترے خود کھولے ہے لب کا سوال	کہوے کس منہ سے کہ بچہ بھی ہے رکھتا مرجان

سمتِ قبلہ پہ ہے ابر آیا سرِ دشت ہما
تم بچم پہ آج چلے جام نہ آئے بمیان

اس کی مسنک پہ سپر ہو وہ نگارِ خرطوم
کرین آنکھون پہ رقم قوس قزح کا عنوان

او سا گر یہ نہین مضمون تو کسی موش کی
زلف پر گل ہے دیا کا کل عنبر افشان

اُس کے دندان یہ نہین غور سے دیکھا مین نے
کشور زنگ مین آئے ہین فرنگی بچگان

کیا لکھون آگے ترا وصف کہ منہ مین میرے
پاس آداب سے جون شعلہ زبان ہے لرزان

ختم کرتا ہے ثنا تیری دعا پر اب ذوق
کہ زبان کو بس اب آگے نہین یارائے بیان

تجھکو یہ جشن مبارک ہو بصد جاہ و جلال
عقل ہو پیر تری بخت رہین تیرے جوان

جو دعا گو ہین ترے ان کی دعائین ہون قبول
صبح جشن طرب افزا مین ہو دائم خندان

اور برنگ شب دیجور ترے سب بدخواہ
روسیہ محفل عالم مین ہون جون ماتمیان

خسروا جلوہ ترا دہ طرب افزاے جہان
کہ جسے دیکھ کے ہو عید بھی قربان قربان

حکم دے تو جو شہا واسطے قربانی کے
سعد ذابح بھی کرے ایسا چھری کو بران

گاؤ گردون نہ فقط خوف سے اُسدم کانپے
بلکہ ہو زیر زمین گاو زمین بھی لرزان

تو جو ہو حامیٔ اسلام تو بُت خانہ مین
بت کرے قصدِ نماز اور کہے ناقوس اذان

نیرِ جاہ شب و روز ترا جلوہ فروز
مہر تابان کبھی ظاہر ہے کبھی ہے پنہان

قطرہ افشان ہو اگر ترا سحابِ ہمت
لیکے پنجہ مین گہر بحر سے نکلے مرجان

اور گہر بھی ہون وہ خوش آب جنھین دیکھ کے دو
طرفۃ العین مین ہو کاہ ربا کا یرقان

نطق شیرین ترا وہ ہے کہ ثنا مین اُس کے
تر زبان موجۂ دریا ہو اگر ایک زمان

آب دریا مین ہو یہ جوش حلاوت پیدا
لب دریا بھی بہم ہو کے ہون دونو چسپان

اسقدر تابع فرمان ہے زمانہ تیرا
نہ ہو گلشن مین بھی روئیدہ گل نافرمان

ہو کے سرسبز بہاران کرم سے تیرے
شاخ پر گل چمن دہر مین ہو شاخِ گمان

اس تصور میں جو ہے پیش نظر عالم نور
تو سکوں اک مطلع موزوں میں ہوں کرکے بیاں

گر تری ذات نہ ہو کعبۂ اقبال جہاں
آسماں ہووے نہ پھر پھر کے زمیں کے قرباں

ہوس ناصیہ سائی تری خورشید کو روز
ہو کشاں لاتی ہے در پر ترے ہو سر گرداں

مہر گاں ہمت عالی کا جو بادل لاوے
ایسے نیساں سے وہ آفاق پہ ہو قطرہ فشاں

جن کی شادابی گوہر کو اگر دیکھے تو دور
طرفۃ العین میں ہو کاہ ربا کا یرقاں

آتش قہر و غضب تیری عیاذاً باللہ
مشتعل ہووے اگر سوئے گلستان جہاں

ہے یقیں صورت نخل گل آتشبازی
نخل فوارہ بھی پانی میں رہے شعلہ فشاں

ماجرا خامہ نے شیریں سخنی کا تیری
صورت موج میں دریا کے دیا تھا بزباں

سخن و اہل سخن سب سر ساحل تھے کھڑے
دونوں لب اُسکے حلاوت سے بہم تھے چسپاں

وصف شوخی ترے توسن کا ہو کس طرح رقم
کہ قلم صفحۂ کاغذ پہ ہے جوں برق طپاں

باندھوں کس طرح سے مضمون سواری میں اسے
تڑپ اُٹھتا ہے کرے جنبش اگر طبع رواں

قلم و حرف نہیں پیش نظر ہیں اس دم
سر حاسد سے ہے دل کھیلتا گوئے و چوگاں

کہوں شائستگی اس بادیہ پیمائی میں کیا
تازیانہ ہے بکار اُسکو نہ درکار عناں

نہیں انسان ہے مگر کام میں انساں سے فزوں
پر نہیں پر وہ پری سے ہے زیادہ پرّاں

خسروا سرعت رفتار ہو گر مدِ نظر
پہلے ہو قاف سے تا قاف سراسر سیراں

جلوہ گر خانۂ زیں پر ہو پھر اس شان سے تو
بر سر دوش صبا جیسے نسیم ریحاں

تازیانہ جو لگا دے تو کفک بر اُسکے
اور چمک کر کبھی اُڑ جائے وہ بجلی تہ راں

ابھی کوڑے کی صدا کو وے پھر کر نہ چلے
وہ کئی بار پھرے واں سے یہاں یاں سے وہاں

کیا دکھاؤں ترے ہاتھی کی بلندی شاہا
آئے کوسوں سے نظر جب تو عیاں را چہ بیاں

جھومتا جھامتا آتا ہے در دولت پر
کہتے ہیں ساقی طناز سے یوں بادہ کشاں

دل جس کا اُس کے زور حمایت سے ہے قوی — وہ پیرِ زال سمجھے ہیں رستم کے زال کے
ہیبت جو اُسکی وادیٔ حق میں کرے ظہور — جا بیٹھے چھپ کے شیر بھی گھر میں غزال کے
اُسکی شمیمِ خلق معطر کرے جو گل — لے لیکے سونگھیں اہلِ چمن پھول ڈھال کے
خوشبو سے اُسکی فیض کے ہوتا ہے مشکبو — ہے وہ جو خون جام میں نافِ غزال کے
کیا تاب رات دن میں تغیر ہو بال بھر — وہ لائے گر زمانہ میں دن اعتدال کے
ہو شکر ثنا سے اگر اُس کی کامیاب — لب بند ہوویں طوطیٔ شیریں مقال کے
طائر بھی اُسکے ذکر سے ہیں سرخ رو ہوئے — نکلے ہے پیر پیر صدا منہ سے لال کے
آبِ گہر میں ہووے رواں کشتیٔ گدا — دستِ کرم سے اُس شہِ دریا نوال کے
جی چاہتا ہے ہوکے مخاطب بیان کروں — اوصاف ایسے شاہِ کرامت خصال کے
اے سید جلال کے خورشیدِ پر جلال — قربان جایئے ترے جاہ و جلال کے
تو شمعِ بزمِ خاص کہ پیدا کیا تجھے — صانع نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھال کے
گردوں بھی پست ہوکے ہوا خوب منفعل — رتبہ کو دیکھا جب ترے اوجِ کمال کے
انجم نہیں ہیں کہتے منجم جہان کے — قطرے جبیں پہ ہیں عرقِ انفعال کے
اے شاطرِ زمانہ تصدق ہو پیلِ چرخ — شطرنجِ عشق میں ترے گھوڑے کی چال کے
دیکھا جو تیرے فیض کو جاری تو رہ گیا — دریا بھی منہ بسور کے گریباں میں ڈال کے
جس دل پہ تو نگاہ کرے اُسکے سامنے — جامِ جہاں نما ہے برابر سفال کے
ہے گرچہ تو جنوب میں لیکن ترا جمال — ق — روشن ہوا کمال سے قطبِ شمال کے
سنتے ہیں جان نثار دن جب ترا ذکرِ خیر — گویا اذان کو سنتے ہیں منہ سے بلال کے
سر تا قدم ہیں شوق ترے طالبِ جمال — مشتاق روزہ دار کھڑے ہیں ہلال کے
ساعت بقدرِ روز ہے اور روز ہفتہ وار — ہر ہفتہ ماہ و ماہ برابر ہے سال کے
بیتاب اس طرح ہیں ترے اشتیاق مند — جیسے طیورِ تازہ گرفتار جال کے

بلکہ حیرت کی نہیں جا کہ سرِ شاخِ خدنگ
روشِ غنچۂ گل ہووے شگفتہ پیکان

وہ ترا زورِ حمایت ہے کہ جسکے باعث
ناتوانوں کو بھی ہو وہ بر میں یہ تاب و توان

ہل سکیں پھر نہ جگہ سے کبھی گر باندھ رکھیں
ایک تارِ نگہِ مور سے سو پیلِ دمان

دیکھ مطبخ پہ ترے یہ فلکِ پر انجم
کیا عجب صورتِ سرپوش ہو گر قطرہ فشان

پیل تیرا گلِ سوسن کا بڑا ہے انبار
گلِ مہتاب کے گلدستہ ہیں اُسکے دندان

اُسکی خرطوم کسی دلبرِ لیلیٰ وش کی
جعدِ شکیں ہے کہ ہے کاکلِ عنبر افشان

لکھوں شوخی جو ترے توسنِ چالاک کی میں
جنبشِ خامہ بھی ہو موجِ رمِ برقِ جہان

وقت کا ہے یہ دمِ معرکہ راکب اُسکا
سرِ حاسد کو رکھے صورتِ گوئے چوگان

دل میں ہیں جوشِ مضامین تو نہایت لیکن
دل حوادث سے زمانے کے ہے بیتاب و توان

ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر تیری
کیا لکھے وہ ترے اوصاف کہ قاصر ہے زبان

عیدِ اضحیٰ تجھے ہر سال مبارک ہووے
تجھ پہ ہو سایۂ حق اور ترے سایہ میں جہان

قصیدہ نمبر ۱۰

ہے ابرِ درفشان وہ چمن میں کمال کے
عاشق نہال کیوں نہ ہوں عاشق نہال کے

ہیں دیدہ و ستاروں میں خورشید و ماہ اگر
روشن ہیں دونوں نور سے اسکے جمال کے

اُسکی نگہ سے گر جگرِ سنگ پائے رنگ
بھر جائیں دل میں لعل سے دامن خیال کے

ہے جو اُسکے سامنے کشتی بکف گدا
پھرتا صدف ہے کھولے ہوئے لب سوال کے

ہیں اُسکے در کے خاک نشینوں کے دل غنی
خواہاں وہ ملک کے ہیں نہ جویاں ہیں مال کے

دنیا نے خاکساری اُسے دی ہے نذر میں
مٹی خمیر یہ ہی ہے گھر میں کلال کے

ہو اُسکا حکمِ عام جو بر منعِ انقطاع
رہ جائے ارّہ چوب پہ دندان نکال کے

یا تنگ ہین بد دماغ نہ بولین گے منہ سے وہ
دیگا جواب نامہ نکیرین کو جواب

رکھتا ہے چرخ اہلِ سعادت کو بد مذاق
گذران ہے ہما کی سرِ روزنی کلاب

دیکھے جہان کو دیدۂ عبرت سے تو اگر
جامِ جہان نما ہے ہر اک کاسۂ حباب

ساقی جو مجھکو عین عنایت سے جام دے
لے اور لگا کے آنکھوں سے پی جائے شتاب

گر بے حساب جام پہ جام آئین تیرے ہاتھ
روزِ حساب تک تو پئے جا علے الحساب

مستی مین ایسا مطلعِ تازہ کوئی سنا
جامی بھی لکھے دل پہ جسے کرکے انتخاب

گلشن کو دے جو گریۂ مستانہ میرا آب
بیضون سے بلبلون کے ہویدا بطِ شراب

گلگونِ نشۂ مے گلگون پہ ہو مرا
پا بوسِ آسمان روشِ حلقۂ رکاب

مستی مری سکھائے اگر جھومنے کی طرز
نکلے ہمیشہ ابر سے مستی بجائے آب

بیہوشیون مین مری وہ گرم جوشیان
ہوتے ہین جس سے طائرِ ہوش و خرد خراب

جاگ اُٹھین وہ جو خوابِ عدم مین ہین [illegible]
غفلت مین گر بلند ہو میری نفیرِ خواب

نہ پردۂ فلک کو اُٹھاؤن اک آن مین
ہو جاؤن مین جو عالمِ مستی مین بے حجاب

ہو وہ صوابدید فلاطون مین خم نشین
کہہ بیٹھون گر نشہ مین کوئی حرفِ ناصواب

یہ ذہن کو ہے عالمِ مستی مین روشنی
ہر خشتِ خم ہے حکمتِ اشراق کی کتاب

ہر روز جامِ بادۂ روشن کا مجھکو شغل
ہے مثل شغلِ آئینہ و شغلِ آفتاب

پرہیز میرا یہ ہے کہ تقوی سے ہے گریز
تقوی ہے میرا یہ کہ ہے توبہ سے اجتناب

لیکن ہے ابرِ رحمتِ باری سے دُرفشان
دامانِ تر مرا روشِ دامنِ سحاب

مداح ہون مین اُسکا کہ ہے جسکے دور مین
شیبِ زمانہ کے لئے کیفیتِ شباب

پیرِ فلک بنے ہے جوانِ سیاہ مست
ریشِ شعاعِ مہر پہ ہے ابر سے خضاب

مانندِ نافِ آہو اگر جام مین ہو خون
اُسکی شمیمِ فیض سے ہو جائے مشکناب

مرغِ نظر کے ساتھ اُڑا جاتا ہے دل
مژگان سے دونون بازوؤن پر پر نکال کے

جاتا ہے دوڑ دوڑ کے ہر دم تری طرف
دُھو دُھو کے پاؤن پیچھے پیکِ خیال کے

شاہا یہ تیرا ذوق ہے امیدوارِ لطف
ہو حال پر نگاہ اس آشفتہ حال کے

تا جلد اسکا کوکبِ طالع پئے عروج
آجائے سمتِ اوج پہ گھر سے وبال کے

کردے بہار نام سے اپنے اسے نہال
جھوکون مین آگیا ہے سموم ملال کے

دنیا مین زندگی کرے آرام سے بسر
ایمان اُسکے ساتھ ہو وقتِ انتقال کے

نکلے یہ صبحِ حشر تو رنگ اسکا جون شفق
ہو سرخ دوستی سے محمد کی آل کے

قصیدہ نمبر ۶

در مدح ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم

پیری مین پر ضرور ہے جامِ شرابِ ناب
پائے فروغ صبح نہ بے نورِ آفتاب

تائب نہ ہو تو اس سے کہ داڑھی ہوئی سفید
کر خوب سکیتی کہ یہ ہے سپیدۂ ماہتاب

ہے پیرِ دل خنک کی ہوا پر بقائے عمر
یہ برف وہ نہین جسے رکھین نمدے داب

ہستی کا اپنے کر نہ بھروسا حباب وار
تعمیر بے بنا ہے یہ اور خیمہ بے طناب

آئی ہے جب سے قالبِ خاکی مین تیری جان
غافل پئے سفر ہے اُسی دن سے پا براب

جو دم مزے سے گذرے غنیمت سمجھ کہ روز
گردش ہے آسمان کو زمانہ کو انقلاب

ہر بازیِ فلک پہ تو نوروز روز کر
رکھ آفتاب گنجفہ پر سال کا حساب

حاصل ہے کیا ہنر سے ولا آئینہ کو دیکھ
جوہر سے دل مین رکھتا ہے کس درجہ پیچ و تاب

گر ہو سکے تو خاکِ درِ میکدہ ہو تو
اس خاکدان مین تا نہ ہو مٹی تری خراب

آسودگانِ کنجِ خرابات کے لئے
جانا بہشت تک بھی ہے دوزخ کا اک عذاب

ق

چالاکی ہے وہ توسنِ چالاک مین ترے — شوخی ہے چشمِ یار مین عاشق مین اضطراب
کاوے مین یون وہ جیسے کہ طاؤس تت رقص — اُڑنے مین یون وہ جیسے کہ پرواز مین عقاب
چمکائے ایک ذرا سرِ میدان جو تو اُسے — بے پر ہوا پہ جائے وہ جون ناوکِ شہاب
کرتا ہے یون ثنا کو دعا پر اب اختصار — یارب دعاے ذوق ہو مقبول و مستجاب
تا عید و عیدگاہ ہو اور خطبہ و نماز — تا خطبہ و نماز سے منظور ہو ثواب

ہر سال تجکو عید ہو فرخ بعز و جاہ
ناکام ہون عدو ترے اور دوست کامیاب

قصیدہ نمبر ۱۲

در مدح ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم

ساون مین دیا پھر مہِ شوال دکھائی — برسات مین عید آئی قدح کش کی بن آئی
کرتا ہے ہلال ابروے پُرخم سے اشارہ — ساقی کو کہ بھر بادہ سے کشتیٔ طلائی
ہے عکس فگن جامِ بلورین مے سرخ — کس رنگ سے ہون ہاتھ نہ سیکش کے حنائی
کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے نشے مین — ساقی نے ہے آتش سے مئے تیز اُڑائی
یہ جوش ہے باران کا کہ افلاک کے نیچے — ہوئے نہ ممیز کرۂ ناری و مائی
پہنچا ملکِ لشکرِ باران سے ہے یہ زور — ہر نالہ کی ہے دشت مین دریا پہ چڑھائی
ہو قلزمِ عمّان پہ لبِ جو تبسم — تالاب سمندر کو کرے چشم نمائی
ہے کثرتِ باران سے ہوئی عام یہ سردی — کافور کی تاثیر گئی جو زمین پائی
سردیٔ حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک — معشوق کا گر ہاتھ مین ہے دستِ حنائی
عالم یہ ہوا کا ہے کہ تاثیرِ ہوا سے — گردون پہ ہے خورشید کا بھی دیدہ ہوائی
کیا صرف ہوا ہے طرب و عیش سے عالم — ہے مدرسہ مین بھی سبق صرف ہوائی

اُس شاہ کے نمِ کرم و بوئے خلق سے
ہر خار بن ہو بھر فوارۂ گلاب

وہ بادشاہ جس کا بہادر شہ اسم پاک
ہے درجک زمانہ کا یکتا دُرِ خوش آب

ظل الٰہ خسرو دیندار دین پناہ
شاہِ بلند جاہ وخدیوِ فلک جناب

تیغ اُس کی وہ ظفر دم و نصرت اثر ہے
گنجِ ہزار فتح کی مفتاحِ فتحِ باب

روشن دلی سے اُسکی عدو تیرہ بخت ہے
وزدِ سیاہ کار کو آفت ہے ماہتاب

ہو شعرِ جانِ کافرِ نعمت کے واسطے
مطبخ میں اُس کے لیشۂ مز وہر ذُباب

ہے ابر میں بھی برق کا شعلہ مگر نہیں
اُسمیں دمِ د فورِ عطا گرمیِ عتاب

کچ خلقی اُسکی طبعِ رواں میں نہیں ذرا
دریائے موج زن کو ہزاروں ہیں پیچ و تاب

پڑھتا ہوں میں وہ مطلع روشن حضور میں
جسکا نہ ہووے مطلعِ خورشید بھی جواب

شاہا تو وہ ہے نورِ مجسم کہ آفتاب
کرتا ہے نور کو ترے سایہ سے اکتساب

تلوار تیری ہے وہ غضب برقِ کفر سوز
ہے جسکی آنچ آتشِ دوزخ کا التہاب

جوہر سے تیری تیغ کے دکھلائے ہے قضا
سرکش کو لکھ کے حرف بحرف آیتِ عذاب

ق

اللہ رے پاسداری اسلام و پاسِ شرع
اللہ رے تیری مصلحت اللہ رے احتساب

انگور زخمِ دل پہ نہ بدخواہ کے بندھے
اس خوف سے کہ ہوتی ہے انگور کی شراب

کیا ہی سے پرست ہو مانندِ چشمِ یار
سعد ور کیا کرے قدح مے کا ارتکاب

ملکہ نہ لے دعا، قدح کا بھی منہ سے نام
بالفرض گر وہی ہو دعاؤں میں مستجاب

شاہا تری حمایت و دولت کے سایہ میں
کنجشک رشکِ باز ہے رشکِ ہما غراب

کرتا ہے روز و شب کو برابر شہنشہا
تعمیلِ عدل سے تری میزان میں آفتاب

خورشیدِ غیر مینچ پہ جو کھینچتا ہے تیغ
چاہے ہے غیر جنگ یہ تجھ سے مگر خطاب

کہئے تو تیرے تکلم شیریں کو شہد کیا
یہ شربتِ خضر ہے شہا وہ تمئے ذباب

گمرہ کو ہدایت جو تری راہ پہ لا دے ۔ رہزن بھی اگر ہو تو کرے راہنمائی
ناخن شمشیر نہ ہو ناخن تدبیر ۔ دشمن کی ترے ہو نہ کبھی عقدہ کشائی
خورشید سے افزون ہو نشان سجدہ کا روشن ۔ گر چرخ کرے در کی ترے ناصیہ سائی
عکس رخ روشن سے ترے جون ید بیضا ۔ کرتا ہے کف آئنہ اعجاز نمائی
کرتا ہے تری نذر سدا نقد سعادت ۔ ہے مشتری چرخ کی کیا نیک کمائی
اک مرغ ہوا کیا ہے کہ سیمرغ نہ چھوڑے ۔ گر سر بہوا ہووے ترا تیر ہوائی
ہر کوہ اگر کوہ صفا ہو تو عجب کیا ۔ ہو فیض رسان جب ترے باطن کی صفائی
ہو ملکہ صفا ایسی دل سنگ صنم مین ۔ ہر بت مین کرے صورت حق جلوہ نمائی
ہر شعر غزل مین ترے معنی شفا مین ۔ قربان غزل کے تری دیوان شفائی
مانع جو ہوا دست درازی کو ترا عدل ۔ پروانہ کو بھی شمع نے انگلی نہ لگائی
زنجیر مین جوہر کے رہی تیغ ہمیشہ ۔ خونریز کو ہو عہد مین تیرے نہ رہائی
دیتا ہے دعا ذوق کہ مضمون ثنا مین ۔ ہے ذہن رسا کو یہ کہان اس کی رسائی

ہر سال شہا ہووے مبارک یہ تجھے عید
تو مسند شاہی پہ کرے جلوہ نمائی

قصیدہ نمبر (۱۳) اکبر شاہ ثانی کی مدح مین ہے مگر نظر ثانی نہین پائی

شاہا جمال و حسن کا تیرے لکھون مین وصف کیا ۔ ظاہر مین تو ظل خدا باطن مین تو نور خدا
جلوہ ترے دیدار کا ہے اسقدر بہجت فزا ۔ روے مقدس کو ترے جسنے کہ دیکھا یہ کہا

صل علےٰ صل علےٰ صل علےٰ صل علےٰ

انوار عرفان سے ترا سینہ ہوا ایسا ہے صاف ۔ جسکی پہنچتی روشنی ہے قاف سے لے تا بہ قاف

خالی نہین مے سے روش دانۂ انگور
زاہد کا بھی ہر دانۂ تسبیح ریائی

جو آئینہ دل ہے وہ عاشق کی بغل مین
گویا کہ ہے مینائے مے کا ہو ربائی

کرتی ہے صبا آکے کبھی مشک فشانی
کرتی ہے نسیم آکے کبھی لخلخہ سائی

تھا سوزنِ خار کا صحرا مین جہان فرش
سبزہ نے وہان مخمل خوش رنگ بچھائی

آرائشِ گلشن کے لئے جامۂ رنگین
زیبائشِ غنچہ کے لئے تنگ قبائی

ہے نرگسِ شہلا نے دیا آنکھ مین کاجل
برگِ گلِ سوسن نے دھڑی لب پہ جمائی

ابرو پہ کرے قوس قزح وسمہ تو خورشید
سرخی شفق سے کرے رُخش اپنی حنائی

رخسارۂ گلچین کا ہے سرخی سے یہ عالم
جون وقتِ غضب چہرۂ ترکانِ خطائی

کیا ساغر رنگین کو کیا جلد مہیا
نرگس نے تو سرسون ہی ہتھیلی پہ جمائی

ہوتی متحمل نہین اک ساغر گل کی
شاخِ گلِ احمر کی نزاکت سے کلائی

اعجاز نوا سنجی مطرب ہے چمن مین
ہر خار کی ہے نوک زبان شعر نوائی

حیرت کی نہین جا ہے کہ دیوار چمن پر
ہر طائرِ تصویر کرے نغمہ سرائی

شاہا ترے جلوہ سے ہے یہ عید کی رونق
عالم نے تجھے دیکھ کے ہے عید منائی

کہتے ہین مہ نو جسے ابرو نے وہ تیری
کی آئینۂ چرخ مین ہے عکس نمائی

پرتو سے ترے جام مئے عیش سر بزم
لے ساغر جمشید کرے کار روائی

ٹپکے لب ساغر سے وہ قطرہ کروہی شکل
ہو مثل فلک جس مین تماشائی خدائی

کیا علم سمائے ترا سینہ مین فلک کے
دریا کی کہان ہو سکے کاسہ مین سمائی

پڑھتا ہون ترے سامنے وہ مطلع موزون
احسنت کہین سُن کے بہائی و سنائی

یون کرسی زر پر ہے تری جلوہ نمائی
جسطرح کہ مصحف ہو سرِ رحل طلائی

رکھتا ہے تو وہ دستِ سخا سامنے جسکے
ہے بحر بھی کشتی بکف از بہر گدائی

ہے گلون کے حق مین شبنم مرہم زخم جگر
ہوگیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق
ہوگیا زائل مزاجِ دہر سے یا تنک جنون
ہوتا ہے لطفِ ہوا سے اس قدر پیدا لہو
بانی یہ اصلاح صفرا نے کہ دنیا مین کہین
ہر مزاجِ طبعی مین ہوتی ہے تولیدِ خون
نام کو اشیا مین نہ تلخی رہی نہ سمیت
کیا عجب جدوار کی تاثیر گر رکھے زقوم
نیش کی جا نوش ہو دنبالۂ زنبور مین
راحت و آرام کا اس دور مین ہے دَور دورہ
سوتا بند آنکھ مین اپنی جو رکھتی ہے صدف
آگیا اصلاح پر ایسا زمانہ کا مزاج
نسخہ پر لکھنے نہین پاتا ہو الشافی طبیب
زرق ہیجا ہا یا تنک اعضائے بدن سے درد نے
لاغرون کو ہو کمال تاب و طاقت یہ شتاب
صبح صادق کے ہے گو سر مین سفیدی آگئی
بھوک کی شدت سے اسکو یک نفس فرصت نہو
رات بھر تو نگلا کیا انجم کے دانہ چرخ پیر
پہنچی یہ تفتیح کی نوبت کہ نوبت خانہ مین
کوس پھولا ہے خوشی سے نفخ کا کیا دخل ہے
ہضم کامل اس قدر معدہ نے پہنچایا بہم

شاخِ نشکستہ کو ہے باران قطرہ مومیا
لالہ بے داغ سے یہ پانے لگا نشو و نما
بیدِ مجنون کا بھی صحرا مین نہین باقی پتا
برگ مین ہر نخل کی سرخی ہے جون برگِ حنا
زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہین ہے کہربا
چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی ہے بجا
بنگئی تریاک افیون زہر میٹھا ہوگیا
کیا عجب گر آب حنظل دیوے شربت کا مزا
کام مین افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلا
چاہئے واقف نہو دورانِ سر سے آسیا
اب رکھے ہے روشنی مثلِ دلِ اہلِ صفا
تا زبانِ خامہ بھی آتا نہین حرف دوا
کہتا ہے بیمار بس کر مجکو بالکل ہے شفا
درد کے جو حرف ہین وہ آپ ہی ہین سب جدا
کیسے دو ہفتہ ہلال اک شب مین ہو بیلا الدجا
لیکن اس پیری مین بھی صادق ہے ایسی اشتہا
قرص سے خورشید کی جب تک نہ کر لے ناشتا
پھر جو دیکھا صبح کو اصلا شکم مین کچھ نہ تھا
لیتی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکارین کرنا
جون حباب اُسکے نہین مطلق شکم مین امتلا
جید الکیموس ہے جو حلق سے اتری غذا

خورشید ذرہ کو روبرو تیرے کہاں مقدورِ لاف
کرتے ہین دونو روز و شب آکر ترے در کا طواف

اے قبلۂ روشن دلان اے کعبۂ اہلِ صفا

ہے تیری فرّ و فرہی فرِّ فریدون کا نشان
نصفت کو تیری دیکھکر کسرے کی بھی ہو کسرِ شان
تو وہ سکندر قدر ہے اے فخرِ شاہانِ جہان
تیرے ضمیرِ پاک کو پہنچے ہے جامِ جم کہان

وہ جام ہے گیتی نما یہ آئینہ ہے حق نما

تیری بہارِ لطف سے ہر دشت ہے رشکِ چمن
پیدا ہون خارِ خشک مین گلہائے نسرین و سمن
تیرے سحابِ فیض سے اے ظلِّ ربِّ ذوالمنن
جس جا کہ موجِ ریگ ہو بحرِ روان ہو موج زن

اور دامنِ ہر موج مین لاکھون ہون دُرِّ بے بہا

اللہ رے دریا دلی تیری دم جود و کرم
ہے دل ہی دل شاہنشہا تو سر سے لیکر تا قدم
آگے تری بخشش کے ہے دریا کہین یم مین کم
تو بخشدے اک آن مین سو گنج دینار و درم

پیسہ بھی دے سکتا نہین وہ فلس ماہی کے سوا

جس پر عنایت ہو تری اسکو نہین پروائے زر
جسکا کہ حامی تو ہو کیون اسکی شکستہ ہو کمر
اللہ نے تجکو کیا بیچارہ گان کا چارہ گر
اے خسروِ والا گہر تیرے تلطف کی نظر

ہے مفلسون کو کیمیا ٹوٹے دلون کو مومیا

تیری ثنا کب ہو سکے اے خسروِ والا نگاہ
اب یہ دعا ہے ذوق کی حق مین ترے شام و پگاہ
جب تک زمین پر ہے فلک اور ہین فلک پر مہر و ماہ
فرخ ہمیشہ عید ہو تجکو شہا با عز و جاہ

بدخواہ تیرا ہو سدا رنج و الم مین مبتلا

قصیدہ نمبرا

واہ واہ کیا معتدل ہے باغِ عالم مین ہوا
مثلِ نبضِ صاحبِ صحت ہے ہر موجِ صبا
بھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم بادِ بہار
بن گیا گلزارِ عالم رشکِ صد دار الشفا

بزمِ تصویرات فانوسِ خیالی کی طرح
حلقۂ رقاصگان ہے زیرِ گردون جابجا

کر رہا صحنِ چمن ہی مین ہے کیا طاؤسِ رقص
آشیانہ مین ہے رقصان طائرِ قبلہ نما

خانہ ہاے چشم مین بھی پتلیون کا رقص ہے
ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا

چھوٹی آتشبازی ایسی جسکی گلکاری کو دیکھ
رات کو کتنے تھے آپس مین ثریا و سُہا

صنعِ آتشباز پر حیرت زدہ ہوتی ہے عقل
سنگِ پارس سے کہین بارود کو پیسا تھا کیا

ہوگئی تاثیر جس کی یہ کہ ہر گلریز سے
ریزۂ فولاد نکلے بنکے گلہاے طلا

گنج چھٹتے تھے ستارون کے عجب انداز سے
ماہ پارون کا تھا گویا خندۂ دندان نما

منہ ہے کیا جو رنگ سے مہتاب کے ہمتا ہو
غازہ سے ہرچند چمکے رنگِ روے مہ لقا

برج جو اُڑکر ہوے قندیلِ شب زیرِ فلک
برج تھے جتنے فلک پر سب کو روشن کر دیا

فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ اسکے روبرو
جشنِ جمشیدی کا کچھ مطلق نہین رتبہ رہا

ہے زبانِ خامہ عاجز آگے بس تعریف مین
ذوق کہتا ہے اُٹھاکر ذوق مین دستِ دعا

رکھے صحت سے ہمیشہ شافیِ مطلق تجھے
جو ترے بدخواہ ہون وہ رنج مین ہون مبتلا

قصیدہ نمبر ۳

شب کو مین اپنے سرِ بسترِ خوابِ راحت
نشۂ علم مین سرمستِ غرور و نخوت

مزے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے
تھا تصور مرا ہر امر مین تصدیق صفت

ہوگیا علم حصولی تھا حضوری مجھکو
تھا مرا ذہن نہ محتاجِ حصولِ صورت

جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام
عقل کو تجربہ کی اتنی ہوئی تھی کثرت

نہ غرض مجکو نتیجہ سے نہ تھا شکل سے کام
تھی مری فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت

ذہن مین سب مرے حاضر صورِ علمیہ
پر جتانی مجھے منظور نہ تھی علمیت

ہے مزاجِ اہلِ عالم پہ قریبِ اعتدال
ساتوں اقلیمین ہین گویا اب بخطِ استوا

رکھے گا تعویذ اور گنڈا کوئی کیون اپنے پاس
بازع عالم مین یہی عالم جو صحت کا رہا

دیگا طاؤس اپنے بال و پر سے سارے نقش دھو
پھینکدیگی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختا

اس قدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج
نام گلشن مین نہین ہے نرگسِ بیمار کا

واقعی کس طرح سے صحت نہ اک عالم کو ہو
جبکہ ہو اُسکی نوید غسلِ صحت جان فزا

وہ ولیعہد زمان مرزا محمد[۲] بوظفر
اُسکی قوت گر ضعیفون کو بناوے اقویا

تقویت کا یہ اثر ہو عام جو ہین برگِ زرد
ہون مقوّیِ دل و جان مثلِ اوراقِ طلا

شادیِ صحت سے اُسکے آج ہو کر شاد شاد
تہنیت خوانی مین ہین سرگرم سب حت سرا

مین بھی اُس رشکِ چمن محفل مین وہ مطلع پڑھون
بلبلِ تصویر سنکر بول اُٹھے مرحبا

مطلع

آج ہے عالم مین وہ روز سعادت انتما
دے اگر زاغ و زغن بعینہ تو پیدا ہو ہما

مژدۂ جان بخش صحت ہے ترا ماء الحیات
جس سے جون سیماب کشتہ مردہ دل زندہ ہوا

ہے بقائے عمر سے تیری بقائے عمرِ خلق
ذات ہے تیری جہان مین چشمۂ آبِ بقا

قطرہ افشانی سے آبِ غسلِ صحت کے ترے
ہون دُرِ خوش آب پیدا اسقدر قوت فزا

ہو دین استعمال یاقوتی مین وہ موتی اگر
بخشے پیرانِ کہن کو نوجوانون کے قوا

جسم کو مل مل کے دھویا تو نے جسدم وقتِ غسل
گردِ کلفت کو دلِ عالم سے گویا دھو دیا

دل عدوے سنگدل کا تھا شقاوت سے جو سخت
زیرِ پا پامال ہوتا تھا برنگِ سنگِ پا

خوردۂ گل کو صبا لائی تصدق کے لئے
دے گیا ابرِ بہاری نذرِ دُرِ بے بہا

شادیِ صحت کا تیری کیا کہون عالم کہ آج
جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت سرا

چھیڑے تارِ شمع کو گر ناخنِ موجِ نسیم
بزم مین پیدا ہو تارِ سازِ مطرب کی صدا

لب پہ ساغر کے ہے جون موجِ تبسم موجِ مے
شورِ قلقل لب پہ ہے مینائے مے کے قہقہا

کبھی مین جبری و مجبور بعقل و تدبیر — کبھی مین قدری و مختار بقدر و طاقت

گہ ملاحد کی تھی تردید کلام الحاد — گہ وجودی و شہودی سے بیان وحدت

جون مہندس کبھی مالوف بشکل و مقدار — جون محاسب کبھی معروف بضرب و قسمت

کبھی حرفون سے تھا مطلوب مثال جفار — کبھی کچھ نقطہ سے مقصود تھا رمال صفت

خانۂ کیسہ سے خارج کبھی شکل داخل — شکل خارج تھی کبھی داخل بیت غربت

کبھی کرتا تھا قران سہ و زہرہ پہ نظر — کبھی تھا دیکھتا مریخ و زحل کی رجعت

کبھی افسون و عزیمت کبھی تعویذ و طلسم — کبھی تجویز زکوۃ اور کبھی قصد دعوت

کبھی تھا علم قیافہ مین یہ ادراک مجھے — ایک صورت سے بیان کرتا تھا مین سیرت

کبھی مین رہتا سرودی مین تھا ایسا مشغول — کہ نہ تھی ایک نفس ضبط نفس سے فرصت

سیمیا سے کبھی تصویر کشی موہومات — کیمیا سے کبھی مین زر کش گنج دولت

کبھی مین شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس — کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت

کبھی مین قرب فرائض سے تھا عالی درجہ — کبھی مین قرب نوافل سے تھا والا رتبت

ماہر موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا — کبھی مین بارہ مقام اور کبھی چاردن ست

کبھی مین شاعر غرا و ادب دان بلیغ — نظم مین نام مرا نثر مین میری شہرت

کبھی کرتا تھا عروضی کا کبھی مین قافیہ تنگ — طبع موزون کی دکھاتا تھا جو موزونیت

کبھی پیش نظر انجیل و زبور و توریت — کبھی مصحف مین نظر میری سرہر آیت

کبھی زرتشتیون مین ایسا کہ سالار موبد — ژند و پاژند مین کرتے تھے مری تبعیت

کبھی یہ آگہی شاستر و بید پران — کر دون اک بات سے پنڈت کی کتھا مین کھنڈت

کبھی مین حل معما و لغز مین ذی ہوش — کبھی اخبار و تواریخ مین صاحب خبرت

آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر — عاقبت پایا تو ہان ابلہ کو اہل جنت

فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف — فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت

چار و ناچار جو ترغیب سے یارون کی کبھی ‏ درس تدریس پہ آجاتی تھی مجکو رغبت

کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف مین صرف ‏ کبھی تھی نحو مین ہر نحو مجھے محویت

کبھی منطق کو تفوق یہ مرے ناطقہ سے ‏ تحتِ حکمت ہو یہ فن گرچہ ہے تحتِ حکمت

کبھی مین کرتا تھا تصریح و معانی و بیان ‏ کبھی مین کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت

کبھی تقسیم فرائض کبھی تفہیم اصول ‏ کبھی تعلیم عقائد بہ کتاب و سنت

کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا ‏ کبھی کرتی تھی طبیعی مین طبیعت جودت

کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانندِ حکیم ‏ کبھی مثلِ متکلم مجھے پاسِ ملت

کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات ‏ اور کبھی کرتا تھا باطل بسماء انشقت

کبھی انکارِ قیامت پہ مین لاتا تھا دلیل ‏ کبھی تکرارِ تناسخ پہ مجھے تھی حجت

حشرِ اجساد مین تھا گاہ تردد مجھ کو ‏ کبھی تھی عالم برزخ مین مجھے اک حیرت

کبھی تھی عرصۂ تدویرِ فلک کی مجھے سیر ‏ کبھی مین ناپتا تھا سطحِ زمین کی وسعت

کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش ‏ کبھی مثبت مرے نزدیک زمین کی حرکت

کبھی مین کرتا تھا اعراض مین جوہر قائم ‏ کبھی مین کرتا تھا معلول سے ثابت علت

کبھی منقول پہ مائل کبھی سوئے معقول ‏ کبھی مین فقہ پہ راغب کبھی سوئے حکمت

کبھی مین حافظ قرآن بعلم تفسیر ‏ کبھی مین قاری قرآن بعلم قرأت

کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر ‏ کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت

کبھی مین کرتا تھا قانون سے تشریح علاج ‏ کبھی مین کرتا تھا قاموس مین تصحیح لغت

کبھی مین لون سے بینندۂ بیمار و صحیح ‏ کبھی مین نبض سے دانندۂ ضعف و قوت

گہ نباتات کی آگاہ مین کیفیت سے ‏ گہ جمادات کی معلوم مجھے خاصیت

کبھی مشائیون سے کرتا تھا مین ہمسری ‏ کبھی لیجاتا تھا اشراقیون پر مین سبقت

کبھی مین نفیِ حقائق مین تھا سوفسطائی ‏ کبھی مین معتزلی باعثِ ردِّ رویت

علم ہے لاکھ ہو شیخی یہ تری بے تقدیر | نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت
یہ مقالات مثال قصص مصنوعہ | ہوئے یکبار جو افسانۂ خواب غفلت
لگ گئی آنکھ مری دیکھتا کیا خواب مین ہون | کہ مجسم نظر آئی ہے نوید بہجت
اللہ اللہ رے حُسن اُسکا کہ سرتا بقدم | تھا وہ خالق کا تماشائے ظہور قدرت
یاد کرتا قد رعنا کو ہے اُسکے زاہد | دم تکبیر جو کہتا ہے سدا قد قامت
چشم وحشی کو اگر اپنی وہ دکھلائے تو ہو | چشم آہوے حرن نشۂ جام وحشت
دل شامت زدہ کے درپے تدبیر ہلاک | زلف واژون تھی وہ رخسار پہ واژون تہمت
آتش حُسن سے اک شعلۂ سرکش بنی | سوختہ دود لطیف اُسکی بھوونکی حالت
فوج مژگان وہ بلا ہوکے صف آرا ہو کرے | دست بیداد سے یکدست دو عالم غارت
چاہ بابل وہ ذقن اور دھوان زلف کا عکس | دل گرفتار عذاب اسمین ہو ہاروت صفت
لعل شیرین کی حلاوت پہ ہوئے جو دو جان عاشق | تو دم نزع بھی عناب کا چاہے شربت
نہ دم شرم تبسم سے لب اُسکے خوگر | نہ تغافل سے اُن آنکھونکو نگہ کی عادت
کھولدے معنی معدوم کمر کی جنبش | وا کرے عقدۂ موہوم لبون کی حرکت

شوخی و ناز کی تعریف مین اُسکی مطلع
وہ پڑھون مین کہ جسے سُنکے ہو دل کو فرحت

شوخی اُس چہرہ مین یون گلمین ہو جیسے حمرت | نازیون چشم مین نرگس مین ہو جیسے نکہت
لب پان خوردہ کی شوخی کے ہے آگے کیا بات | گر لگا دے وہ مسیحا پہ بھی خون کی تہمت
نازک اندام وہ اور سنگدل اُن سے بھی سوا | آیا جن سنگدلون کے لئے ہے ثمر قسمت
سیلی سینہ پہ نہ تھی جد پس پشت کا عکس | نظر آتا تھا صفائی سے الف کی صورت
کھینچی بنگہ کو وہ اپنے وکی گر عالم | ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل مین جنت
الغرض اللہ رے تری تمکنت اُف رے تمیز | واہ رے تیرا تجنت زہے تری بے نخوت

فائدہ کیا کہ جو دیکھے کتب ہر مذہب
فائدہ کیا جو ہوئی آگہی ہر ملت

عقل سے گرچہ کیا مادہ ایسا پیدا
کہ بہ شکل ہو ایک تازہ محل صورت

یا بنائی کوئی صورت کہ جسے دیکھ کے ہو
ہیکلِ روم سے بتخانۂ چین تک حیرت

بے مقدر نہ پڑے صورتِ بہبود نظر
دور آئینۂ دل سے ہو نہ زنگِ کلفت

پڑھوں اک مطلعِ برجستہ میں اس موقع پر
جس کو سنکر کہیں احسنت سب اہلِ فطنت

گر نہ دے صاحبِ جوہر کو مقدر عزت
جوہرِ فرد ہے بالفرض تو کیا بے قسمت

کیا ہوا علمِ معقول سے اگر کیف کی ہے
لیک بے یاوریِ بخت نہیں کیفیت

قاضیِ چرخ بھی جو تو ہے تو کیا گر تیرے
مثلِ دہقان فلک رکھتے ہیں طالعِ نکبت

دورِ گردون نہ موافق ہو تو ہو اور خفیف
جرِّ اثقال میں تو جتنی اٹھائے محنت

آگے برگشتگیِ بخت کے چلنے کی نہیں
نظری و عملی کوئی بھی تیری حکمت

گو فصاحت میں تو سحبان ہے دے بے تقدیر
حرفِ مطلب پہ زبان کو جو تری ہو لکنت

گو ریاضی میں ہے صناع اگر بخت ہیں بد
نقش باطل ہے تری شکل وہ حسین صنعت

کیا ہوا جانا اگر مسئلہ بیر و منار
پستیِ بخت سے تجکو جو نہیں ہے رفعت

کام تقویم نہ آئے نہ تری اصطرلاب
طالعِ بد سے اگر نیک نہ آئے ساعت

علم سے ہو نہ کبھی چارۂ آزارِ نصیب
پور سینا ہے تو کیا سینہ میں خونِ حسرت

سو دوائیں ترے نسخہ میں ہوں پر بے تقدیر
نہ ہو بالخاصہ تاثیر نہ بالکیفیت

علمِ نیرنج سے گو بو دے تو نخلِ نارنج
بے مقدر نہ ہو حاصل ثمرِ خوش لذت

علم سے جو سبق آموزِ ملائک تھا وہ دیکھ
بختِ بد سے ہوا مستوجبِ رجم و لعنت

ہوا مسجودِ ملائک یہ ظلوم و جہول
یعنی انسان قوی بخت و ضعیف الخلقت

ز تصوف سے ہو تو صوفیِ سجادہ نشین
بے مقدر نہ کرامت ہو نہ خرقِ عادت

لیکے انگڑائی کہیں ہنسنے لگی رام کلی
اُٹھی ملتی ہوئی آنکھوں کو کہیں باپنی للت

چشم بدمست سے نازمین کاجل پھیلا
لب نگین پہ مسی کی بڑی پھیکی رنگت

بے نمک آیا نظر حسنِ مہ و انجم چرخ
ہوگیا زرد رخ شمع و چراغ خلوت

چونکے مرغ سحری عرش سے آوازِ خروس
ہوگئی خواب کو آوازۂ کوسِ رحلت

باغِ عالم میں ہیں مرغانِ اُولی اجنحہ تک
مثل مرغانِ سحر نغمہ طرازِ عشرت

دی ہے مسجد میں موذن نے اذان بہر نماز
با وضو ہوکے نمازی نے ہے باندھی نیت

ہوئی بتخانہ سے ناقوس کی پیدا آواز
چلے جمنا کو برہمن کوئی لیکر مورت

اُٹھے میخوار صبوحی کے لئے لیکے سبو
کہ عبادت ہے اگر کیجئے ترکِ عادت

اک طرف سے ہوئی گھڑیال کی آواز بلند
ایک جانب سے لگی آنے صدائے نوبت

سحرِ عید ہے کہ عید کا سامان نشاط
روز شادی کی ہے آمد شبِ غم کی رخصت

آج وہ دن ہے کہ آغوش میں لیکر تجکو
کہے طوبیٰ لک ہر شاہد طوبیٰ قامت

اب ہیں بیدار ترے بخت مددگار نصیب
اب قوی ہیں ترے طالع تری یاور قسمت

فکر کر تہنیت عید کا اُس شاہ کے تو
دور میں جسکے ہے ہر صبح صباحِ دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہ کرے انصاف
خسرو جم خدم و داور دارا حشمت

قوت ملت و دین قامع کفر و الحاد
حامی شرعِ نبی ماحی شرک و بدعت

حکم شرعی سے کرے سلب وہ تیغ بشوق
مرد مجذوب سے گر ترک ہو ستر عورت

کون اُسکا نہیں وصافِ صفاتِ نیکو
کون اُسکا نہیں سرگرم ثنا و مدحت

سنتے ہی میں نے بھی وہ مطلع روشن لکھا
مطلع صبح کو ہو سامنے جسکے خجلت

مصحفِ رخ ترا اے سایۂ رب العزت
کھولدے معنی اتممت علیکم نعمت

تیرا دروازۂ دولت ہے مقام امید
تیرا دیوانِ عدالت ہے محل عبرت

قہر انداز بلا ناز قیامت طناز — سحر چشمک ستم ادا و کرشمہ آفت

جا بجا عالم مستی میں قدم کو لغزش — دمبدم نشۂ صہبا سے زبان کو لکنت

آکے اُس رشک مسیحا نے کہا بالیں پر — کہ اُٹھ اے مستِ قہوہ کہ یہ غافل نہیں وقتِ غفلت

شور بختی سے نہ اتنا نمک افشاں ہو کہ ہو — بادۂ میکدۂ عیش کی گم کیفیت

کیا سبب ہوتا کدورت سے نہیں کیوں خالی — دل ترا شیشۂ ساعت کی طرح یک ساعت

بزم ہستی میں تو ہنس بول رہیگا کب تک — صورتِ شمعِ سحر سوختہ رو تی صورت

آتش دل سے ترے گوشۂ تنہائی میں — تنگئ شعلۂ جوالہ کمندِ وحدت

وقت ضائع نہ کر اُٹھ بسترِ اندوہ سے تو — چل در میکدہ تک ہے حرکت سے برکت

فکر باطل سے نہ کر دل کو خنک تو اپنے — ہے تجھے مثلِ سحر یک دو نفس کی مہلت

دیکھ تو کیا افقِ مشرق انوار سے ہے — جلوہ افروزِ رخِ بانوے صبحِ عشرت

ادہم لیل سرِ عرصہ ہے برگشتہ عنان — اشہب یوم سبک سیر ہے سوئے ساحت

جانبِ شرق ہے نوری فلق بال کشا — جانبِ غرب ہے پروازِ غرابِ ظلمت

چرخِ مینائی پر اک سبز پری کا عالم — شفق صبح پر اک لال پری کی حالت

نکہت گل جو ہوا میں تو ہوا عطر فشان — تازگی گل کو چمن میں تو چمن کو نزہت

کھلے ہی جاتے ہیں سب غنچہ نہ ہے جوشِ نشاط — لوٹے ہی جاتے ہیں گل بل بے ہنسی کی شدت

آج یہ جوش پہ ہے رحمت باری کہ کہیں — نہ رہی کلفتِ عصیان سے جہاں میں ظلمت

طفلِ نو مشق کی مشقی کی طرح سو سو بار — دھووے مستوں کے سیہ نامہ کو ابرِ رحمت

کہے یہ رند کہ او زہد فروش لگ نہ بچا تک — لگے گر بادۂ نو زہد کہن کی قیمت

قل ہو اللہ کا قلیا ہوئی زاہد کی تسلیم — سنتے ہی قلقل مینائے شرابِ عشرت

اس قدر سازِ طرب ساز کی آواز بلند — بھیجیں گر تار گہر بج کا تو ہو پیدا و صوت

نغمہ بر لب کہیں مطرب پسرِ زہرہ جبیں — جام در دست کہیں مغبچۂ مہ طلعت

اثر سے بادِ بہاری کے لہلہاتے ہیں
زمیں پہ ہمسرِ سنبل ہے موجِ نقشِ حصیر

نکل کے سنگ سے گر ہو شرارہ تخم نشاں
تو سبز فیضِ ہوا سے ہو وہ برنگِ شعیر

زمیں پہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ و ثمر
جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سبحۂ تزویر

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابرِ سیاہ
کہ جیسے جائے کوئی پیلِ مست بے زنجیر

نہ خارِ دشت ہے نرمی میں خوابِ مخمل ہے
ہر ایک تارِ رگِ سنگ بھی ہے تارِ حریر

ہوا میں ہے یہ طراوت کہ دودِ گلخن بھی
برس اٹھا ہے آتش سے مثلِ ابرِ مطیر

یہ آیا جوش میں بارانِ رحمتِ باری
کہ سنگ سنگ میں سنگِ دیدہ کی ہے تاثیر

ہر ایک خار ہے گل پر ہر گل اک ساغرِ عیش
ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر

ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوش آب
ہر ایک گھر گھر شب چراغ پر تنویر

کرے ہے صبح شکر خندہ اس مزے کے ساتھ
کہ جس طرح بہم آمیختہ ہوں شکر و شیر

سنوارتی ہے جو شام اپنی زلفِ مشکیں کو
سوادِ مشکِ ختن پر ہے لاکھ آہو گیر

نہالِ شمع سے ہر شب چنے گلِ شب بو
بہارِ عیش میں گلچیں کی طرح سے گلگیر

سنے چراغ تو ایسی ہنسی میں پھول جھڑیں
حیا سے رنگِ گلِ آفتاب ہو تغیر

رہے ہے چرخ پہ ہر صبح جوں صبوحی کش
بایں درازیِ ریشِ آفتاب ساغر گیر

عجب نہیں ہے کہ آرائشِ زمانہ سے
حنائی پنجہ ہوں تاک و چنار و بید انجیر

چمن میں ہے یہ درختانِ سبز پر جوبن
کہ زہر کھاتے ہیں سبزانِ خطۂ کشمیر

نہ کیونکہ دیکھ کے گلشن کو یہ پڑھوں مطلع
کہ آتی ہے نظر اک قدرتِ خدائے قدیر

ظہورِ نرگس و گل جلوۂ سمیع و بصیر
نسیمِ نکہتِ گل مظہرِ لطیف و خبیر

شمیمِ عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگیں
کہ قرصِ عنبر اگر ہے زمیں تو گرد عبیر

محل سے حور تلک جا بجا ہیں تصویریں
بنا ہے عالمِ بالا بھی عالمِ تصویر

قطعہ در تہنیت جشن نوروز

خسروا اُن کے ترا مژدہ جشن نوروز
آج سے بلبل تصویر تلک زمزمہ سنج

خبر عیش تری دی ہے چمن کو جا کر
زرِ گل پیک صبا پائے نہ کیونکر با رنج

بادہ جوش جوانی کی ہے گویا اک موج
تن پیران کہن سال پہ ہر چین شکنج

چند قطرہ سے ہیں شبنم کے وہ بلکہ کمتر
آگے ہمت کے ترے گوہر شہوار کے گنج

حسن نیت سے ہے تو یوسف مصرِ بخشش
دست حاتم میں بجا ہے کہ جو دیں تیغ و ترنج

شش جہت پر ہے جو غالب ترا پنجہ امن
فتنہ کو اُٹھنے میں جوں نرد ہے کیا کیا شش و پنج

نہ بجھے آب سے آتش نہ جلے آتش سے
ایک سے ایک موافق کہ مرجان و مرنج

تیرے منصوبہ کے تابع ہیں سب احکام نجوم
صفحہ تقویم کا گویا ہے بساطِ شطرنج

لایا ہے معنی رنگیں سے یہ لعل خوش رنگ
ذوق جو مدح و ثنا میں ہے ترے گوہر سنج

خسروا ہوتا ہے اس رنگ سے معلوم یہ رنگ
رنگِ نوروز جو ہے ایک برنگ نارنج

بزم رنگین میں تری رنگِ طرب ہو ہر روز
اور تری خاطر اقدس پہ کبھی آئے نہ رنج

قصیدہ نمبر ۵

زہے نشاط اگر کیجئے اسے تحریر
عیاں ہو خامہ سے تحریر نغمہ جائے صریر

زبان سے ذکر اگر چھیڑئیے تو پیدا ہو
نفس کے تار سے آواز خوشتر از بم و زیر

ہوا یہ باغ جہاں میں شگفتگی کا جوش
کلید قفل دلِ تنگ و خاطرِ دلگیر

کرے ہے وا لب غنچہ در ہزار سخن
چمن میں موج تبسم کی کھول کر زنجیر

کچھ انبساط ہوائے چمن سے دور نہیں
جو وا ہو غنچۂ منقارِ بلبل تصویر

قفس میں بیضہ کے بھی شوق نغمہ سنجی سے
عجب نہیں کہ ہو مرغ چمن بنالہ صفیر

شہا ہے دم سے ترے زندگانی عالم — یہ تیرا دم ہے وہ اعجاز عیسوی تاثیر

مثالِ خضر تو اے رہنماے ملت و دین — جہان مین پیر ہو بر ہو کر استون سے بر

تو وہ ہے حامی دنیا و دین زمانہ مین — کہ تجھ سے زیب ہے دنیا کو دین کو توقیر

کیا شہان سلف نے مسخر ایک جہان — کئے ہین تو نے شہنشاہِ دو جہان تسخیر

سحر سے شام تلک زرفشان ہے پنجۂ مہر — نثار کرتا ہے ہر روز ایک گنج خطیر

فلک پہ کرتا ہے ہر شب ادا جو سجدۂ شکر — نشانِ سجدہ ہے زیب جبینِ ماہِ منیر

یہ روز بہ سے ترے ہے جوان جہانِ کہن — کہے نہ کوئی دو شنبہ کو بھی جہا نین پیر

حیات بخشِ جہان تیرا مژدۂ صحت — جو بخشے خلق کو عمرِ طویل و عیشِ کثیر

ہزارون سال سر سر صدی نخال کے دانت — ہنسین اجل پہ جوانون کی طرح مردم پیر

جہان کو یون تری صحت کے ساتھ صحت ہے — صحیح جیسے کہ قرآن ہو مع تفسیر

یہ وہ خوشی ہے کہ فربہ ہون جس سے زور برون — ہلالِ بست و نہم کی طرح بدن کے حقیر

پڑھون ثنا مین تری اب وہ مطلعِ روشن — کہ جسکا مطلعِ خورشید بھی نہ ہووے نظیر

شہنشہا وہ تری روشنی راے منیر
عقولِ عشرہ کے انوار جس کے عشرِ عشیر

جو ہو نہ تابع امر تشاورہم فی الامر — تو عقلِ کل کو کرے تو نہ ہرگز اپنا مشیر

جو ہین نکات و معانی بشر کے فہم سے دور — وہ تیرے ذہن مین موجود سب قلیل و کثیر

اگر ہے سہو کو کچھ دخل حافظہ مین تو یہ — نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور کی تقصیر

حیا ہے گر متعلق تری نگاہ کے ساتھ — تو ہے ضمیر کی جانب تری صفا کی ضمیر

ترا تو سئیہ بھی یون ہے داخلِ حسنات — کہ جیسے صحبتِ اصحابِ کہف مین قطمیر

کرے ہے سلب تغیر کو ذاتِ حادث سے — زمانہ عدل سے تیرے یہ اعتدال پذیر

مجال کیا کہ ترے عہد مین شرر کی طرح — اٹھائین سر کو شرارت سے سرکشانِ شریر

حیات تنہ سے بزم جہان ہے وسعت خواہ — کہ ہے ہجوم نشاط و سرور جم غفیر
زمانہ دشمن عشرت کا اس قدر قاتل — یہ صیام کو دیکھے نہ کوئی بے شمشیر
ہوا ہے مدرسہ یہ بزمگاہ عیش و نشاط — کہ شمس بازغہ کی جا پڑھین ہین بدر منیر
اگر پیالہ ہے صغریٰ تو ہے سبو کبریٰ — نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہین صغیر و کبیر
زمین میکدہ یہ خندۂ نشاط انگیز — کہ لانے مے سے ہے ہو دیوار قہقہا تعمیر
دیا ہے رنج کو دھو تیرے غسل صحت نے — ضمیر خلق سے اے بادشاہ پاک ضمیر
عجب نہین یہ ہوا ہے کہ مثل نبض صحیح — کرے اگر حرکت موج چشمۂ تصویر
شہنشہا ترے یمن شفاے کامل سے — جو لاعلاج مرض تھے وہ ہین علاج پذیر
کہ چوب گل کو اگر مارین بید مجنون پر — تو صورت بشر ہوشمند خوش تقریر
اشارہ فہم ہوا ایسا کہ وہ بیان کرے — زبان برگ سے گونگے کے خواب کی تعبیر
یہ سیل کحل بصارت ہو کلک خط غبار — تو چشم دائرہ عین بھی ہو چشم بصیر
نہ موج مے کو ہو پیچش نہ شیشہ کو ہچکی — گئی جہان سے یہ بیماری فواق و زحیر
نہ برق کو تپ لرزہ نہ ابر کو ہو زکام — نہ آب مین ہو رطوبت نہ خاک مین تبخیر
بدل گئی ہے حلاوت سے تلخی دارو — شراب تلخ بھی ہو میکشون کو شکر و شیر
قوی ہے قوت تاثیر سے دوائے طبیب — غنی قبول کی دولت سے ہے دعائے فقیر
ق
شکست دلکو ترے یمن تندرستی سے — کرے درست اگر مومیائے تدبیر
تو موئے کاسۂ چینی کو چارہ ساز قضا — نکالے کاسۂ چینی سے مثل موئے خمیر
کھجائے سر جو کبھی سفندان سرکش کا — علاج خارش سر ہو بناخن شمشیر
بنائے نقش شفاخانہ ہزار شفا — ہر ایک خانۂ تعویذ صاحب تکسیر
ہر ایک اسم عزیمت مین اسم اعظم ہے — ہر ایک نسخہ شفا مین ہے نسخۂ اکسیر
رہا نہ کوئی گرفتار رنج عالم مین — چھٹے جو تیرے تصدق مین مجرمان اسیر

شہ بلند نگہ شہریار والا جاہ
خدیو مہر کلہ خسرو سپہر سریر

جہان سخر و عالم مطیع و خلق مُطاع
فلک مو یّد و اختر معین و بخت نصیر

زمین ہو سبز جو تیرے سحاب بخشش سے
تو بوٹی بوٹی سے ہر خاک کی بنے اکسیر

ق

بچشم مہر اگر تیرا اختر اقبال
کرے نگاہ سر آبجو و آب غدیر

تو فلس فلس سے ہو ماہیوں کے وقت شکار
نگین دست سلیمان بدست ماہی گیر

نہ ہے ثنا کے لئے تیرے اختتام و تمام
نہ ہے دعا کے لئے تیری انتہا و اخیر

مگر یہ ذوق ثنا سنج مدح خوان تیرا
غلام پیر کہن سال ایک فقیر حقیر

کرے ہے دل سے دعا یہ سدا فقیرانہ
سنا ہے جب کہ رحم خدا دعائے فقیر

الٰہی آب پہ ہوتا زمین زمیں کو ثبات
زمین پہ تا ہو فلک اور فلک کو ہو تدویر

فلک پہ چھوڑے نہ تا دامن مسیح حیات
زمین پہ خضر کی تا ہو فنا نہ دامن گیر

عطا کرے تجھے عالم میں تا در قیوم
بجاہ و دولت و اقبال و عزت و توقیر

تن قوی و مزاج صحیح و عمر طویل
سپاہ وافر و ملک وسیع و گنج خطیر

قصیدہ نمبر ۶

ہیں مری آنکھ میں اشکوں کے تماشا گوہر
اک گہر دیکھو تو ہوں کتنے ہی پیدا گوہر

نظر خلق سے چھپ سکتے ہیں اہل صفا
تہ دریا سے تڑپ کر نکل آیا گوہر

رزق تو در خور خواہش ہے پہنچتا سب کو
مرغ کو دانہ ملا جس نے پایا گوہر

پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں گو پاک سرشت
غرق ہے آب میں پر تر نہیں اصلا گوہر

ہے دل صاف کو عزلت میں بھی گرد و غبار
گرد آلود و سیپی ہوا تنہا گوہر

کور باطن کو ہو کیا جوہر دانش کی شناخت
کر پرکھتا نہیں جز دیدۂ بینا گوہر

غیر پر مایہ نہ کم مایہ سے ہو ضبط ہوس
ہلکیا تڑالہ ہوا لگ کے نہ بگلا گوہر

ہوا مین آ کے جو کرتا ہے سرکشی شعلہ / تو چٹکیان دلِ آتش مین لے ہے آتش گیر

ترے نسق سے جو بالکل ہی نہ خونریزی / لڑا انہون مین کہین پھوٹتی نہین نکسیر

جو پہنچے بتکدہ مین تیرا شور دینداری / بلند نالۂ ناقوس سے بھی ہو تکبیر

کیا یہ کفر کو اسلام نے ترے معدوم / کہ کوئی زلفِ بتان پر نہ کر سکے تکفیر

جہان مین چشمِ سیہ مست یار کا ہو یہ رنگ / جو سرکشون کو ترا احتساب دے تعذیر

پڑے گلے مین رسن خطِ سرمہ سے اُسکی / رہے مدام وہ گردش مین از پئے تشہیر

وہ برقِ قہرِ خدا تیری تیغِ آتش دم / کہ جسکی آنچ ترے دشمنون کو نارِ سعیر

جو ہے خدنگ کا تیرے نشانہ چشمِ حسود / تو ہے تفنگ کا تیرے دلِ عدو نخچیر

ترے نہیب سے ہون شکلِ فلسِ ماہی الگ / کرین نہ حلقۂ جوہر رفاقتِ شمشیر

جو تیر نکلے کمان سے تری وہ ہو جائے / طلب مین جانِ عدو کی روان قضا کا سفیر

ق ترے ہے خامۂ طغرا نگار مین یہ زور / جو کھینچے ایک روش خطِ منحنی وہ لکیر

تو اُس سے ایسی ہون اشکالِ ہندسی پیدا / مٹا دے دیکھ کے اقلیدس اپنی سب تحریر

ق وہ روشنی ترے خط مین کہ ابنِ مقلہ اگر / لگائے آنکھون سے سرمہ کی جا تری تحریر

تو ہو یہ نورِ بصارت کہ پڑھے حرف بحرف / جو ہووے لوحِ جبین پر نوشتۂ تقدیر

رقم مین گر ترے اوصاف کے تصور کرے / زبان خامۂ عطارد کی ناک مین دے تیر

ق ترا سمند ہے وہ تیز رو کہ وقتِ خرام / نظر ہو دیدۂ زرقا کی بھی نہ اُسکا نظیر

کہ سیرگاہ ہے اُسکی تو راہِ یک روزہ / اور اُسکا شرق سے تا غرب عرصہ گاہ مسیر

ترے جو فیل کی تعریف خسروا لکھون / کرون حکایتِ شیرین و کوہکن تحریر

کہ فیل کوہ کجک تیشۂ فیلبان فرہاد / وہ دونون دانتِ صفا ایک ایک جوئے شیر

چلے نہ اشرفی آفتاب عالم مین / خطِ شعاع سے اُس پر جو یہ ہو تحریر

ابو ظفر شہِ والا گہر بہادر شہ / سراجِ دینِ نبیؐ سایۂ خدائے قدیر

سوج گوہر میں بھی ہے طرزِ تبسم پیدا
کوئی دم میں روشِ غنچہ ہنسے گا گوہر

رخِ گلرنگ پہ ساقی کے عرق کا قطرہ
کیا تماشا ہے کہ بنجائے ہے مونگا گوہر

قطرۂ آبِ لطافت سا ہے ٹپکا پڑتا
گوشِ خوبانِ سمن بر میں مصفا گوہر

مدحِ حاضر میں کروں میں کوئی مطلع تحریر
آج ہے خامہ مرا منھ سے اُگلتا گوہر

آج وہ دن ہے کہ اے خسروِ والا گوہر
کوہ دے نذر تجھے لعل تو دریا گوہر

بحر دُربریں ہے شہا تیری مہیا ہے نثار
سیم سے زر تلک اور لعل سے لے تا گوہر

ہو ترے فیضِ قدم سے جو زمیں گوہر خیز
ہو نصیبِ صدفِ نقشِ کفِ پا گوہر

مشتری کہتے ہیں جسکو وہ اُٹھالایا چرخ
لوٹ کر جو تری توسن کا گرا تھا گوہر

صبحِ اقبال و سعادت کا ستارہ چمکا
جو ترا طرۂ دستار کا چمکا گوہر

تیرا آویزۂ سرپیچ کا اے قبلۂ خلق
صاف قندیلِ درِ مسجدِ اقصیٰ گوہر

حلبِ خلق میں ہے سینہ ترا آئینہ
عدنِ حلم میں ہے قلبِ مصفا گوہر

پرورش دیوے چمن کو جو ترا ابرِ کرم
سو تیا میں عوضِ غنچہ ہو پیدا گوہر

ماہ کہنے کے لئے ہے نہ کہ گننے کے لئے
تیرے کنٹھے کا کہوں کیا اُسے زیبا گوہر

دُرفشانی سے تری اتنے گہر ہیں ارزان
لکھتے ہیں نسخۂ مفلس میں اطبا گوہر

ق

عکس سے نیّرِ اقبال کے دریا میں ترے
اے محیطِ کرم و جود کے یکتا گوہر

آبِ گوہر ہو تو ہو آب یہ اچھا زنہا
کفِ دریا کو بنائے یدِ بیضا گوہر

کوہ کا زہر کرے آب تری ہیبتِ عدل
گر یہ سن پائے کہیں سنگ نے توڑا گوہر

طبعِ نازک پہ تری بار گہر ہو جو گران
پوستِ بیضۂ ماہی سے ہو ہلکا گوہر

آب دریائے کرم سے جو ہو تیرے سیراب
ابرِ مردہ سے برسنے لگیں کیا کیا گوہر

آج محفل میں تری وہ گہر افشانی ہے
لگنِ شمع میں ہیں آنسوؤں کی جا گوہر

جوہر خوب کو درکار ہے آرائش خوب
خوب تو آب کی خوبی سے ہے ٹھہرا گوہر

سرکشی کرتے ہیں بے مغز نہ پر مغز و قار
جز حباب آب سے سر کھینچے نہ بالا گوہر

ربط ناجنس سے کرتے ہیں کوئی پاک نہاد
ہو نہ ہم صحبتِ تارِ رگِ خارا گوہر

دلخراش اوسے طاقت وہ دل ہے کچھ اور
کہ نہ گوہر کبھی ہیرا ہو نہ ہیرا گوہر

فیض کو عالم بالا کی ہے شرط استعداد
قطرہ یکجا ہے طباشیر ہے یکجا گوہر

صدق اور کذب یہ ہر نکتہ کی ہے شرط نظر
کور کیا جانے یہ سچا ہے کہ جھوٹا گوہر

صاف باطن کی ہو جب قدر کہ ظاہر ہو درست
مول بھی ٹوٹ گیا صاف جو ٹوٹا گوہر

ہوتی غربت میں اگر قدر نہ خوش جوہر کی
تو کبھی کان سے باہر نہ نکلتا گوہر

خلشِ خارِ جنوں سے ہے پرتا کیا کیا
ہر قدم پر قدمِ آبلہ فرسا گوہر

دل عاشق میں کرے کیوں کہ نہ آنسو سوراخ
اسی الماس سے جاتا ہے یہ بیندھا گوہر

ذوق موقوف کر اندازِ غزلخوانی کو
ڈھونڈھ اس بحر میں اب تو کوئی اچھا گوہر

غوطہ دریائے سخن میں ہے لگانا بہتر
آگے تقدیر سے خرمہرہ ملے یا گوہر

اثر مدح سے اُس خسروِ دریا دل کے
کر سخن قابلِ گوشِ دلِ دانا گوہر

وہ بہادر شہ غازی کہ برنگ نیسان
روز برسائے ہے ابر کرم اُسکا گوہر

جس سے اُسکے ہے اک فیض کا دریا جاری
بہتے پھرتے ہیں برنگ کفِ دریا گوہر

زیور آرا ہوں اگر آج چمن میں گل سرو
بیضۂ قمری و بلبل ہوں عجب کیا گوہر

پہنچے گر گوشِ صدف تک یہ نویدِ عشرت
اتنا بالیدہ بخود ہو کہ ہو مینا گوہر

کہتا ہے قطرۂ نیسان بھی کہ اس دور میں کاش
ہوتا میں دانۂ انگور نہ ہوتا گوہر

جدول آب میں کثرت سے حبابوں کے بھرے
مانگ میں مثلِ بتِ خویشتن آرا گوہر

ٹوٹا ہے کشمکش عیش سے جو سبحہ کا بار
بکھرے شبنم سے ہیں گلزار میں کیا کیا گوہر

گل شگفتہ میں یہ قطرۂ باران سے بہار
بھر دئے درجِ یاقوت میں گویا گوہر

جب تلک جوشِ بہاران سے ہوائے دمِ صبح / تانکے شبنم سے سرِ دامنِ صحرا گوہر
ہر برس جشن ترا تجکو مبارک ہووے / برسین نیسانِ کرم سے ترے شاہا گوہر
دوستون کو ہو ترے گنج گہر روز نصیب / ہو نہ جز اشک سرِ دامنِ اعدا گوہر

قصیدہ نمبر ۷

ہے وہ جاندار وے کہ نافعِ اعضا و حواس / کہ دلِ مردہ ہو زندہ تنِ بے حس حساس
قطرۂ مے سے ترقی حواسِ خمسہ / یون ہو جسطرح کہ اک نقطہ سے ہون پانچ پچاس
ہووے اس روغنِ کبریت سے مثلِ زرِ سرخ / رنگِ رخسار جو کلفت سے ہو ہمرنگ نحاس
خشک مغزونکو جو ہو بوئے گلاب اسکی بو / تر دماغ اتنا ہو دم لینے نہ دے فرطِ عطاس
قلبِ ماہیت اگر اس سے بالکل ہو تو کیون / قلبِ انسان مین تہوڑے سے مبدل ہو ہراس
اسکی دولت سے عجب کیا دلِ مفلس ہو غنی / کہ یہ ہے شربتِ دینار علاجِ افلاس
دیوے ساقی جسے ایک جام وہ دعوی سے کہے / آج جو پاس ہے میرے نہین جمشید کے پاس
اللہ اللہ رے تری مستی و بالادستی / شب کے مست کہ کر لولی گردون سے مساس
سلسبیل آکے اگر خلد سے ہو آبِ سبیل / کہے مینوش کہ مجھبی ہے کہین اس سے پیاس
زندگانی سے ہے مقصود شرابِ ساقی / اور باقی تو ہے سب وہم و خیال و وسواس
زندگی چند نفس ہے کہو زاہد سے کہ تو / پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاسِ انفاس
بیٹھ گوشہ مین نہ تو چھوڑ کے اس جلسہ کو / دیکھ رندانِ خرابات نشین کا اجلاس
ہے نہین برقعِ مینا مین مگر جلوہ فروز / کوئی خورشید لقا ہے شفقی رنگ لباس
اے خنک دل کبھی تو اس سے ہو سرگرم نشاط / غم کو جا دلمین نہ دے جسکو نرکھا اپنے اُداس
دل جو گھر غم کا ہو گیا اسمین ہو سرمایۂ عیش / وہ مثل ہے کہ کہان گہونسلے مین چیل کے ماس
دلِ پر وسوسہ کی ہوتی ہے مے سے واشد / کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفلِ وسواس

دستِ فراش مین جاروب ہے ریشِ فرعون
فرش پہ تیلیون مین اُلجھے جو صدہا گوہر

تیرے دورانِ حفاظت مین کہان رنج و گزند
حق مین بیمار کے تبخالہ ہے لب کا گوہر

افعیِ زلف کے کاٹے کو ہے جون مہرۂ مار
زگوشِ خوبان مین تہِ زلفِ سمن سا گوہر

سینہ صافی کا تری ایک ہے نقشہ دریا
دل روشن کا ترے ایک نمونا گوہر

نقرۂ خنگ ترا ایسا برنگِ شفاف
رو برو جس کی صفائی کے ہو میلا گوہر

غرق دریائے جواہر مین ہے وہ کوہ گران
گل ہین مہندی کے جھڑین لعل پسینا گوہر

پیل تیرا ہے بلندی مین فلک سے افزون
جھول مین جسکے ہین انجم سے زیادہ گوہر

لیکے خرطوم مین جو آب ہو وہ قطرہ فشان
دیوے جون ابرِ بہاران ابھی برسا گوہر

ہے ترے قطرہ پیکان سے دم بارشِ تیر
جگر چاک عدو مین صدف آسا گوہر

تیرا نیزہ ہے وہ طائر کہ عوض دانہ کے
مہرۂ پشت سے دشمن کے ہے چنتا گوہر

شعلۂ برقِ غضب ہے ترے شاہا تہِ آب
شکلِ مریخ ہر اک سرخ ستارا گوہر

مہرداروں مین ہے دربار کے گر نامِ عقیق
آبدارون مین ہے سرکار کے ادنیٰ گوہر

گر ہے گردون کی طرح سے وہ آمادۂ ہیب
جوہری جسکو کہ تبلائے ہے گرجا گوہر

ہو تری کلکِ کرم جبکہ شہا گوہربار
جسم محتاج کے دامن مین ہو نقطا گوہر

نقطۂ قاف قلم سے جو ہو تیرے ہمسر
قاف تک قاف سے ہو بیضۂ عنقا گوہر

سینہ صافی سے تری ہووے صفا ایسی عام
دلِ کافر مین بھی ہو خالِ سویدا گوہر

ہو جو روشنگرِ عالم ترا نورِ دانش
سوئے چینی مین پرویا کرے اعمیٰ گوہر

خسروا مین جو کہون سب ترے اوصافِ نکو
تو سدا منھ سے مرے پھول جھڑین یا گوہر

ذوق کرتا ہے دعائیہ پر اب ختمِ سخن
تا کہ ہو سنگ سے لعل آب سے پیدا گوہر

نار ہے پنجۂ خورشید پہ ہر روز طلا
تا گرہ مین رکھے شب عقدِ ثریا گوہر

دانۂ انجم گردون سے پروئے جب تک
رشتۂ کاہکشان مین شب یلدا گوہر

دیکھے آہو کو جو ضیغم تو وہیں عدل ترا ڈھانکدے آنکھ کو اُسکی روش گاو خراس
زہے خورشید کے طالع کہ شعاعِ خورشید دمِ ترزمین ترے گھوڑے پہ لگے جا ہے قطاس
ایسا چالاک کہ اس طرح سے اُڑجاتا ہے جسطرح عاشقِ دل باختہ کے ہوش و حواس
پہنچے اُس رخشِ فلک سیر زمین پیما کو نہ منجم کا خیال اور نہ مہندس کا قیاس
تیرا ہاتھی ہے فلک کا کہکشان ہے خرطوم کان دو نوسہ دو خور دُم ہے ذنب سر راس
ذنب و راس وہ جن سے ہون سیہ بخت عدو ماہ و خور وہ کہ ہوا خواہ ہون روشن انفاس
رنگ ہاتھی کا سیہ اور وہ دانت اسکے سفید کہتا ہے دیکھ کے یہ ظلمت و نور اپنا قیاس
طرفہ صنعت سے لپیٹا ہے شب یلدا نے صفحۂ صبح منور کو شالِ قرطاس
ختم کرتا ہے سخن ذوق دعا پر اس طرح ق تا ہون دریا مین گہر کان مین پیدا الماس
توشۂ بحر و برا ے شاہ سکندر فر ہو دے خدا عمر خضر تجکو حیاتِ الیاس
عید ہر سال ہو فرخ تجھے باعیش و نشاط تو ہمیشہ رہے خوش اور ترا بدخواہ اُداس

قصیدہ نمبر ۸

ایک خورشید لقا طرفہ جوانِ ارشق تابِ رخسار فلق سرخی رخسار شفق
وہ جبین ماہ سبین اُسپہ خطِ بین جبین تھی وہ انگشت نبی جسنے کیا ماہ کو شق
کرے دو ٹکڑے جگر کھینچ کے ابرو تلوار باندھکر کھینچ لے دل زلفِ مسلسل کی وہ ہی
تیرِ انداز جو مژگان تو ادا دشنہ گزار چشمِ ابلق تو نگہ ترک سوارِ ابلق
غمزہ و ناز کرشمہ و بلا غارت گر کہ نہ چھوڑین تنِ عشاق مین جان ایک رمق
سرو قامت سمن اندام گلستان رخسار ہونٹ گلبرگ دہن غنچہ و بینی زنبق
سرو قامت سے اگر اُسکے ہو طوبے سرکش راست ہان راست ہے یہ کل طویل احمق
شکر آمیختہ با دامِ منقشہ دندان سیبِ فردوس زنخدان سخندان فستق

مین یہ کہتا ہی تھا جو دل نے مرے مجھسے کہا — توبہ کر توبہ نہ کر اتنی زیادہ کہواس
اپنے مردارِ بد افعال کا تو نام نہ لے — حامیِ شرع ہے وہ بادشہ پاک انفاس
شاہ دیندار بہادر شہ غازی جس نے — خانۂ توبہ و تقویٰ کو کیا محکم اساس
دور مین اُسکے ہو گر مرتکب مے کوئی — کرے ہر قطرہ کلیجے مین خراشِ الماس
مے اگر تب بقا بھی ہو تو ہو وہ زہر آب — جسکے پینے سے ہو جینے ہی سے میخوار کو یاس
دھووے اس عہد مین گر زخم کو مے سے جراح — تو رہے حشر تلک سوزش و درد و آماس
کہتے اس آب شر انگیز کو ہین آج بشر — کہ یہ روغن ہے سرِ آتشِ شر خناس
تا نہ باقی رہے مے اور نہ مے مین مستی — توڑتا سنگِ نمک سے ہے وہ شیشہ کا گلاس
احتساب اُسکا جو دے سنگ پہ شیشہ کو ٹیک — تو صدا ہو نہ بلند اُس سے بجز حمد و سپاس
مدحِ حاضر مین پڑھوں اُسکے کوئی مطلع مین — کہ سخن فہم و سخنور کا ہے وہ قدر شناس

نطقِ شیرین وہ ترا شہد کہ ہر درد کو راس
شان مین جس کی شہا فِیْهِ شِفَاءٌ لِلنَّاس

ہندوے زلف کے ہے پاس سدا مصحفِ رخ — عہد مین تیرے ہے کافر کو بھی اسلام کا پاس
موسیائی ہو حمایت ترے حق مین اُس کے — سخت گیری سے فلک توڑے کسی کی گر آس
بوئی اکسیر کی اور پارس اگر ہاتھ آئے — بل بے ہمت ترے نزدیک پہ پتھر ہے وہ گھاس
چمنِ دہر مین نرگس بھی تری بخشش سے — رکھتی ایک کاسۂ زرین ہے اور اک سیمین طاس
کیا عجب فیض سے گر ابرِ کرم کے تیرے — بید مجنون مین ہو پیدا ثمرِ سیب و گلاس
تیری شمشیر کے آگے نہین رکھتی ہرگز — معزلی تیغ مہِ نو کی شہا رتبۂ داس
فیض تعلیم سے تیرے ہو جو منکر انسان — احمق الناس اُسے جانئے بلکہ نسناس
لوحِ تقدیر کے لکھے کو پڑھے حرف بحرف — تربیت سے تری اُمی بھی ہو یہ حرف شناس
یون ترا حاسد پر عیب ہے عالم مین حقیر — اسپ بدخال کوئی جیسے میانِ نخاس

ابر رحمت کا ہے سایہ ترا اے سایۂ حق — کیونکہ سایہ میں ترے ہو نہ جہان کو رونق

کس کا مقدور کہ سرتاب ترے حکم سے ہو — جو ترا امر ہے الحق جو کہے تو صدق

ذکر حق سے کوئی خالی نہیں تیرا یہ وہ دل — کہ ترا میخانہ میں ہے شیشۂ مے بھی حق حق

گر کرے نشو و نما نامیۂ فیض ترا — گل جو ہو شمع سے پیدا تو گلاب وز نبق

حرف ہیبت کا تری کوئی زبان پر آیا — ہو گئی وقت کتابت ہو زبان خامہ کی شق

نطق شیریں سے ترے ہو وے حلاوت گر عام — کام میں خلق کے بورا ہو بجائے بورق

ناتوانوں کو جو دے زور حمایت تیری — ملدے لات اٹھ کے سر پیل دمان بچۂ بق

کہتے ہیں برق جہاں جسکو وہ ہے اک دنے — توپخانہ میں تری توپ پہ زریں بیرق

کوتی جبہ کرے کا کہکشاں کی بھی کمند — وہ تری ہمت عالی کا ہے عالی جوسق

قطرہ افشاں ہو اگر تیرا سحاب ہمت — بوٹی اکسیر کی پیدا ہو بجائے سرمق

کرنا ادنے کو جو اعلےٰ نہ ترا مقصود ہے — پاتا شطرنج میں فرزین کا نہ رتبہ بیدق

کرتا اک جست میں ہے ماہی گردوں کا شکار — طائر تیر ہوائی ترا مثل لقلق

ق اے شہ دادگر اے خسرو انصاف پرست — اللہ اللہ رے عدالت کا تری نظم و نسق

اتنا عالم میں حذر خون سے ہے خونخواروں کو — خون فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے نوش علق

پرتو افگن ہو اگر روشنی طبع تری — ابرق آئینہ ہو اور سنگ سیہ ہو ابرق

مشتری بھی ترے شطرنج کا اک مہرہ ہے — آفتاب ایک ترے گنجفہ کا گر ہے ورق

ق ابر ہے گرچہ مثال سمند سمندیدہ — گر تری برق غضب جھاڑ دے اپر چمق

توسنتا ہے بھی جل اٹھے زیادہ تو شتاب — آگ لگ جانے میں دیر اسکے نہو وے مطلق

تیرے توسن میں وہ جلدی ہے کہ اگر چھیڑ دے تو — یوں وہ اڑ جائے کہ جیسے سر آتش زیبق

ق شمس کو پہنچے تری رائے یوں شرق میں نور — تو ہو مغرب میں گرانے پہ تو نور مطلق

جسطرح روشنی قلب سے اہل اشراق — عرصۂ دور سے شاگرد کو دیتے ہیں سبق

کھلتا اسکے دہن تنگ کا ایسا مشکل
مصحف روے کتابی کو جو دیکھ اُسکے
لوح رنگین سے نہ زیبا ہو بیاض گردن
دست و بازو و بر و دوش عجب صبح بہار
سینہ تا ناف صفا آب گہر کا دریا
نازک ایسی کمر اُسکی کہ سمجھنا مشکل
ہے گران اُسپہ نزاکت سے نہ باندھے ہرگز
اُسکا زانو وہ صفا کہ اگر دیکھے اُسے
کیا کہوں ساق بلورین کی صفائی اُسکی
قدح گلبن تو وہ پانوں کے حنائی ناخن
آکے پابین پہ وہ طناز سراپا انداز
مژدۂ عید سے ہے گلشن عالم مین بہار
دوش پر سرو لب جو کی ہے اک سبز قبا
جوش سبزہ سے ہے وہ فرش سر صحن چمن
باغ عالم مین ہے یہ جوش بہار عشرت
تو بھی کر تہنیت عید کا اُسکے سامان
وہ بہادر شہ غازی کہ دم معرکہ ہون
مدح اُسکی ہے مناسب تجھے بلکہ انسب
سن کے یہ مین نے کہا مدح مین اُسکے مطلع

جیسے دشوار ہو مفہوم کلام مغلق
تو کہین صورت اخلاص نہ پاؤ مطلق
تا کہ ہو سرخی شنجرف نہ خون ناحق
پنجۂ خورشید و حنا رنگ شفق
ناف اک عکس فق اسین بجائے زورق
جسطرح شعر خیالی مین ہون معنی ادق
گر ہو تار نظر دیدۂ عنقا منطق
آئینہ آب خجالت مین رہے مستغرق
شمع گر دیکھے اُسے شرم سے آجائے عرق
نیچے گلبن کے پڑے بکھرے ہوں گل کے ورق
مجھ سے کہنے لگا کیون ہے تو غمگین ناحق
نغمۂ عیش سے ہے بزم جہان مین رونق
بر مین لالہ کے بھی گلشن مین ہے گلگون ملیق
کوئی مخمل اُسے کہتا ہے کوئی استبرق
جھکے ہے نخل سے مستی مین ہمیشہ رقاق
کہ ہے وہ خسرو دین حامی دین برحق
اُسکے تیر دنگے ہدف اُسکے حسود دنکی حدق
یعنی توصیف کے لائق ہے وہ بلکہ الیق
جیسے احسنت کہین مجھ کو لبید و عمق

تو ہے وہ نائب ختم رسل اے سایۂ حق
کہ ترے سایہ مین ہے گلشن دین کو رونق

روشن بیانی سے تری رنگین کلامی سے تری
شرمندہ ہوتا ہے سدا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ سیگون ایمان ترا وہ سائبان رنگین کھنچا
لین دام اجس سے صفا نورِ سحر رنگِ شفق

فانوس شیشہ لعل گون روشن تری محفل مین یون
گویا کہ شیشہ مے بھرا نورِ سحر رنگِ شفق

انصاف نے تیرے شہا سیماب وآتش کو کیا
یون جمع جیسے ایک جا نورِ سحر رنگِ شفق

تیری امان وحفظ سے ہوجائے حق مین سمع کے
نارِ خلیل آبِ بقا نورِ سحر رنگِ شفق

خورشید تجھ سے فیض کو پہنچے تو مشرق مین نہو
جز درّ ولعل بے بہا نورِ سحر رنگِ شفق

جسپر کہ تو ہووے غضب ہو اُسکے حق مین کیا عجب
سیلِ فنا برقِ بلا نورِ سحر رنگِ شفق

شمشیر کی تیری چمک خون عدو سے یک بیک
دکھلائے ہے روزِ وغا نورِ سحر رنگِ شفق

پیکان ترا الماس گون نخچیر سے سوفار دون نکلے
گویا لگا کر پر اُڑا نورِ سحر رنگِ شفق

جلوہ ہے تیری مہر کا شعلہ ہے تیرے قہر کا
ہے جسکو عالم جانتا نورِ سحر رنگِ شفق

اسپِ خبا بستہ ترا وہ نقرہ خنگ باد پا
غیرت سے جسکے اُڑ گیا نورِ سحر رنگِ شفق

ق
اے ذوق کی ہے یہ دعا جب تک رہے شاہ شہا
خورشید و مہ ارض و سما نورِ سحر رنگِ شفق

جبتک لباسِ ہر کو صابون اور شنجرف ہو
زینت دہِ صبح و مسا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر جشنِ فرخ ہو تجھے اس طرح آب و تاب سے
ہون تیرے محتاجِ ضیا نورِ سحر رنگِ شفق

شاہا زمانہ مین ہوتا باآبرو اور سرخ رو
ہو جلوہ گر مشرق سے تا نورِ سحر رنگِ شفق

دشمن کا تیرے سمنہ ہو فق اور خون بہے دل سے جو شتا
دیکھے نہ وہ اسکے سوا نورِ سحر رنگِ شفق

قصیدہ نمبر ۱۰

طرب افزا ہے وہ نوروز کا نارنجی رنگ
دیکھکر بھاگے جسے رنج ہزاروں فرسنگ

بل بے بالیدگی عیش کہ برگِ گل پر
قطرہ شبنم کا ہے مینائے شرابِ گلرنگ

واہ کیا گلشنِ آفاق مین ہے جوشِ بہار
چہچہے کرنے لگی بلبلِ تصویرِ فرنگ

ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر اس طرح
تا کہ ہون ارض و سما و طبقان طبق بطبق

ہووے ہر سال مبارک تجھے عیدِ رمضان
اور دشمن کو رہے تیرے سدا رنج و قلق

قصیدہ نمبر ۹

ہے آج جو یون خوشنما نورِ سحر رنگِ شفق
پرتو ہے کس خورشید کا نورِ سحر رنگِ شفق

یہ جوشِ نسرین و سمن یہ لالہ و گل کا چمن
گلشن مین گویا چھا گیا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر سرو قد غنچہ دہن زیبِ چمن شانِ چمن
ہر سیمبر گلگون قبا نورِ سحر رنگِ شفق

افشان جبین پر سربسر مہتاب و انجم جلوہ گر
اور گورے ہاتھون مین حنا نورِ سحر رنگِ شفق

لب پر تبسم ہے کہ ہے جوشِ بہار و موجِ گل
دندان پان خوردہ ہین یا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر مجمع پیر و جوان ایک طرفہ مشرق ہے کہ وان
روشندل و رنگین ادا نورِ سحر رنگِ شفق

جامِ بلورین مین ہے یون عکسِ شرابِ لالہ گون
ہو جیسے کیفیت فزا نورِ سحر رنگِ شفق

حسنِ گلِ مہتاب نے جوشِ گلِ سیراب نے
کیا باغ مین چمکا دیا نورِ سحر رنگِ شفق

دیکھے چمن مین برگِ گل آلودۂ شبنم جو گل
خجلت سے پانی ہو گیا نورِ سحر رنگِ شفق

ہے شوق کو بالیدگی ہے ربط کو چسپیدگی
کس رنگ ہون ملکر جدا نورِ سحر رنگِ شفق

ساقی مئے عشرت سے بھر ساغر کہ ہے اب رنگ یہ
آب و ہوا جاے فزا نورِ سحر رنگِ شفق

جشنِ بہادر شاہ ہے روزِ علو جاہ ہے
ہے اس لئے بہجت فزا نورِ سحر رنگِ شفق

وہ خسروِ روشن گہر جسکو خجل ہون دیکھکر
ماہ و ثریا و سہا نورِ سحر رنگِ شفق

اک صاف مطلع مین لکھون اور وہ ثنا جس سے ہے دم
ہون دیکھکر غرقِ حیا نورِ سحر رنگِ شفق

روکش ہو تیرے رخ سے کیا نورِ سحر رنگِ شفق
ذرہ ہے تیرے فیض کا نورِ سحر رنگِ شفق

اے آفتابِ عز و شان تیری جبین سے ہے عیان
نورِ یقین رنگِ حیا نورِ سحر رنگِ شفق

بارک اللہ کہ درفشان ہے تو اے ابر بہار
خیر مقدم کہ خرامان ہے تو اے باد شمال

للہ الحمد لبالب ہے مے عیش سے جام
شکر للہ زر گل سے ہے چمن مالا مال

جوش روئیدگی سبزہ سے ہو جائیگا سبز
گل زمین چمن حسن مین تا دانہ خال

اللہ اللہ ری سرسبزی گلزار جہان
کیا عجب ہو روش خضر اگر رنگ بلال

شر زنیشہ فرہاد سے پیدا ہوے گل
بل بے جوش گل خود رو سر دامان خیال

جوش فوارہ ہے وہان کثرت ما بارش
سر مجنون کے تھے آلودہ جہان گرد سے بال

کیا عجب رحمت باری سے کہ وقت باران
ابر مردہ سے بھی ہو قطرہ فشان آب زلال

معجز بادے مانند عصاے موسے
شجر خشک بھی ہو جاے تر و تازہ نہال

ذوق مستی سے ہے طاؤس چمن مین رقاص
شوق آہنگ سے ہے سرو پہ قمری قوال

شور بلبل بھی یہ رکھتا ہے نمک آج کہ گل
بن گیا کثرت شبنم سے نمکدان کی مثال

دیتی ہے طاقت پرواز یہ کیفیت مے
اس ہوا مین ہے بط مے کہ اڑے دن بے پر و بال

ہے یہ وہ دور کہ ہر صوفی صافی مشرب
رقص مستان مین ہے ہر وجد کنان شامل حال

بیدمون کو جو نئے چارہ گر عیسے دم
شمع مردہ کی رگ تار سے کھولین قیفال

پتلیان ناچتی ہین چشم کے گھر مین بے ساز
جنبش دست مژہ دیتے ہے اس انداز سے تال

ہون قلم ہاتھ اگر کوئی لکھے خط غبار
صفحہ دہر پہ کیا دخل جو ہو گرد ملال

روز جشن آج ہے اسکا کہ جسے کہتی ہے خلق
نائب ختم رسل ظل خداے متعال

وہ بہادر شہ غازی کہ اگر تیغ اُس کی
اپنی دکھلاے چمک چرخ پہ کٹ جاے ہلال

وہ نکو خو نکو روے وخجستہ منظر
وہ بلند اختر وفرخ روش و فرخ فال

وہ مسیحا دم و یوسف رخ و داؤد الحان
وہ سلیمان وش و موسی کف وصالح اعمال

چمن خلق و نسیم کرم و ابر سخا
چشمہ فضل و ہنر کان عطا بحر نوال

آسمان جاہ و عطارد قلم و مہر علم
مشتری دانش و مہ بینش و مریخ جلال

کلکِ نقاشیِ قدرت سے گلستان میں ہے آج
تختۂ لالہ و گل صفحۂ نقشِ ارژنگ

خسروا آج کیا تو نے وہ جشنِ نوروز
دیکھکر جسکے تجمل کو ہو جمشید بھی دنگ

ہے تری بزمِ طرب میں پئے رسمِ نوروز
صورتِ بیضۂ رنگین فلکِ مینا رنگ

مشک افشان ہو جہان میں جو تری نکہتِ خلق
نافِ آہو ہوئے عفن سے نہ ہو کم داغِ پلنگ

بلکہ ہو جوشِ بہارانِ کرم سے تیرے
کیا عجب شاخ میں آہو کے گل رنگا رنگ

تیرے انصاف سے ہے بزم جہان میں ہاں
شمع گلگیر سے اور شمع سے محفوظ پتنگ

ہو اگر شعلہ فشان تیری ذرا آتشِ قہر
تو سمندر رہے پانی میں بجائے خرچنگ

ق
زیرِ ران تیرے ہے وہ توسنِ چالاک کہ تو
چھیڑ دے ایک ذرا اُسکو جو وقتِ صفِ جنگ

یون کرے جست کہ جیسے سرِ میدانِ نبرد
منہ سے اُڑ جائے حریفون کے ترے خوف سے رنگ

رکھتی سرعت ہے تپِ لرزۂ ہیبت سے ترے
نبضِ محموم کی مانند جبل میں رگِ سنگ

رنج دل کو ترے دشمن کے قفس ہے سینہ
اور جگہ چوبِ قفس کے ہے ترا تیرِ خدنگ

ہووے حاسد کو نہ آزارِ حسد سے صحت
تا کہ دارو نہ پیالہ میں بھرے تیری تفنگ

مفسد و حاسد و غماز و عدوے سرکش
زیرِ شمشیرِ غضب تیرے ہوں چاروں چورنگ

آ نہیں سکتے بیان میں ترے اوصاف تمام
ہوتا ہے قافیہ سنجون کا یہان قافیہ تنگ

ق
کرتا اس رنگ سے ہے ختمِ سخن دیکے دعا
ذوق جو ہے ترا مداحِ محبِ یکرنگ

گلشنِ دہر میں ہر سال مبارک تجھ کو
جشنِ نوروز بہر رنگ بتاج و اورنگ

اور ترے حاسدِ بدبین کو دکھائیں لاکھوں
خسروا روز نئے رنگ فلک کے نیرنگ

قصیدہ نمبر ۱۱

حبذا ساقیِ فرخ رخ و خورشید جمال
مرحبا مطربِ ناہید وش و زہرہ خصال

ہے جو اُس فیل کی خرطوم سے افعی کا عضو
آئے اعدا پہ قیامت سرِ میدان قتال

اُسکے دانت انکے لئے ہین روشِ تیرِ شہاب
ہے جن اعدا کو سرِ اوج شیاطین کی مثال

ق
آبداری مین تری تیغ کہ ہے برق کی موج
کیا تماشا ہے کہ ہے آب سے آتش سیال

تیری شمشیر کو ہے خونِ عدو روز صباح
یہ غلط تیسرے دن ہوتا ہے مردار حلال

طائرِ روحِ عدو کے لئے صیادِ اجل
سبزۂ تیغ مین جوہر سے لگا رکھتا ہے جال

طاقتِ دم زدن اس دور مین ہے کسکو رہی
دیکھکر تیرا نسق اے شہِ فرخندہ خصال

پر ترا ذکر جو آتا ہے زبان پر تو نفس
لب پہ آجائے ہے سینہ سے بہ استقبال

ہو قوی دست اگر نور حمایت سے ترے
شیر سے پنجہ کرے پنجۂ مژگانِ غزال

تقویت دیوے اگر پاس حفاظت تیرا
شعلۂ شمع کو صرصر سے نہ ہو اضمحلال

ہے ترے عہد مین فتنہ سے زمانہ خالی
فیلسوفی ہے حکیمون کی خلا کہنا محال

ق
آتش و آب مین یہ ربط ترے عدل سے ہے
دیوے ہیزم کو جلا کر کوئی پانی مین جو ڈال

کاکل موجِ دُخان کے لئے اُسکے دریا
لے نہ آب سے شانہ یہ ماہی کا نکال

خبرِ جملۂ عشرت ہے ترا جشنِ سعید
مبتدا جسکا ہے شہا غرۂ ماہِ شوال

ہوتی ہے حیرت توصیف سے تیری شاہا
روشِ غنچۂ تصویر زبان منہ مین لال

ق
بس دعا ہی پہ فقط ختم سخن کرتا ہے
یہ جو ہے ذوق ثنا خوان ترا اور مدح سگال

جشن ہر سال ترا ہووے مبارک تجکو
رہے جب تک کہ زمانہ مین حساب مہ و سال

قصیدہ نمبر ۱۲

لاتا نیرنگ سے ہے رنگ نئے چرخ محیل
داہ بگڑا ہے کچھ اس خم مین عجب رنگ سے نیل

ڈر زمانہ سے وہ عیار ہے یہ ہوش ربا
لاکھ بیہوشیون سے جسکی بھری ہے زنبیل

ہے توکل کا احاطہ وہ عزیمت کا حصار
کہ بجز حفظ خدا جس کی نہ خندق نہ فصیل

خسرو جم حشم و داورِ کسریٰ انصاف — شاہ دارا دل و سلطان سکندر اقبال
مدح حاضر میں پڑھوں اُسکے وہ مطلع جس سے — ہمسری کی نہ کرے مطلع خورشید مجال

ہو تری یک نظر فیض سے ناقص کو کمال
مہر سے گر مہ کامل ہو دو ہفتہ میں ہلال

نیر جاہ ترا وہ ہے جسے تا دورِ فلک — نہ کسوف و نہ غروب و نہ ہبوط و نہ وبال
آگے بخشش کے ترے خرمن دُر یکدانہ — آگے ہمت کے ترے کوہ طلا یک مثقال
ہووے جوں چادر مہتاب گلیم شب تار — رخ پہ نور جو تو پونچھ کے جھاڑے رومال
جام سے قطرہ جو ٹپکا تو معلق ہی رہا — دستگیری نے لیا تیری جو گرتوں کو سنبھال
گر ترے قہر کی گرمی تپ محرق بن جائے — لب دریا پہ حبابوں کی جگہ ہوں تبخال
قوت ماسکہ ممسک کے قویٰ سے گم ہو — فیض جاری سے ترے بخل کو یاں تک ہو زوال
حکمت آموز ترا علم جہاں ہو تو وہاں — نہ ارسطو کو ہو طاقت نہ فلاطوں کو مجال
ہو تری عقل سے عاجز دمِ بحث معقول — اک مقولہ میں فقط فعل کے عقل فعال
ق
دم ہے کیا بادِ صبا میں کہ دمِ سیر جہاں — تیرے گلگونِ سبک سیر کے جاوے دنبال
یونہی دو چار قدم خاک اُڑا کر رہ جائے — اور پہنچ جائے کہیں سے وہ کہیں مثل خیال
ہے وہ ہیکل میں اگر دیو تو صورت میں پری — ہے اُڑان اُسمیں ملک کی تو بشر کے سے خیال
جلد اتنا کہ جہاں عرصۂ جولاں اُس کا — عہدِ مستقبل و ماضی کا وہاں ہے یک حال
زیب تن اُسکے جو مہندی کا ہو سر گل تصویر — پھرتا کاوے ہے، وہ صورتِ فانوس خیال
اُس فلک سیر کو جولاں جو کرے تو تو یہ ڈر — مزرعۂ سبز فلک ہو نہ مبادا پامال
ق
تیرے ہاتھی کی بلندی کی طرف کی جو نگاہ — سر بہ اندیشہ نے لی ہاتھ سے دستار سنبھال
کہکشاں کو وہ فلک پر سے زمیں پر پھینکے — نیشکر راہ میں مانگیں اگر اُس سے اطفال
جیسے ماتھے پہ بزرگوں کے ہو سجدہ کا نشاں — اُسکے مستک پہ شہا جلوہ نما یوں ہے ڈھال

عرصۂ عمر ہے وہ تار کھنچا اور تو ٹا
کچھ اگر وقت سعتین کی طرف سے ہو نہ تطویل

وہی منزل ہے جہاں ٹھہرے حیاتِ گذران
کہ پڑے راہِ فنا کوئی نہ فرسخ ہے نہ میل

مشقِ اندوہ سے اک روز نہیں تو بیکار
تیرے ہفتہ میں نہیں کوئی بھی روزِ تعطیل

غمِ عصیاں ہے تو ہے رحمتِ غفار وسیع
فکرِ روزی ہے تو ہے رزق کا رزاق کفیل

ہے تمنائے زر و مال تو سب جائیگا چھوڑ
چھوڑ جانے کو تو کافی ہے فقط ذکرِ جمیل

پھر بہارِ چمنِ عمر میں دلگیر ہے کیوں
سیر کر سیر کہ ہے فرصتِ گلگشت قلیل

مژدۂ عید سے ہے دیکھ تو کیا رنگِ چمن
گل کی رنگین ہے قبا غنچہ کی رنگین مندیل

ہوے آراستہ ہیں آج بدل کر پوشاک
فصل سے باغ تلک باغ سے لے تا نخیل

نظر آتا ہے برنگِ لبِ ساغر جو ہلال
ٹپکا پڑتا ہے لبِ مست سے شوقِ تقبیل

گاہ مے خم میں ہے گہ شیشہ میں کیا کیا پے سیر
روح کرتی ہے کسی مست کی قالب تبدیل

تہنیت خواں ہو تو آج اُس شہِ دریا دل کا
جسکے نزدیک ہے اک قطرہ سے کم قلزم و نیل

وہ بہادر شہ والا نسب و پاک گہر
خسروِ چرخ سریر و شہِ خورشید اکلیل

ماہِ نو چشم زدن میں سہ کامل ہو جائے
نظرِ مہر میں ہے اُسکے وہ نورِ تکمیل

نورِ معنی ہے بہر شکل نتیجہ اُس کا
اللہ اللہ رے زہے شکلِ شہنشاہ شکیل

مدحِ حاضر میں پڑھوں مطلعِ روشن ایسا
مطلعِ شمس کو بھی جسکے ہو واجب تبجیل

بادشاہانِ سلف سے تجھے یوں ہے تفضیل
جیسے قرآں پسِ توریت و زبور و انجیل

تو ہے اس طرح سے عزت دہ اولادِ تمر
جیسے موسےٰ شرف افزاے بنی اسرائیل

نور افزاے بصارت ہو اگر تیرا جمال
آئین آنکھوں سے نظر معنی اللہ جمیل

روے نیکو پہ ہے مائل ترے خوے نیکو
کہوں کیونکر نہ کہ اَلْحُسْنُ اِلَی الْحُسْنِ یَمِیْل

ہے جو انسان کے قالب میں ترا نورِ ظہور
برجِ خاکی میں ہے خورشیدِ فلک کی تحویل

گم ہوں ظاہر کی خرابی سے صفاتِ اصلی
زنگ دیتا ہے چھپا جوہرِ شمشیر اصیل

پیش دشمن نہ گذر حق سے نہیں سانچ کو آنچ
بلکہ ہے آتشِ نمرود گلستانِ خلیل

ہوتے سیرت سے ہیں مردانِ دلاور ممتاز
ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز سے چیل

نہیں بے قید علائق کسی عالم میں بزرگ
رسمِ تحریر میں بھی چھوٹے نہ زنجیر سے فیل

ہے نہ خاک بھی قارون کو سفرِ حشر تلک
نہیں تا تحتِ ثریٰ منزلِ آرامِ بخیل

عید یکروز جہاں میں رمضان ہے یک ماہ
بعد ہے کثرتِ تکلیف کے یاں عیشِ قلیل

کشتِ سبزِ فلکِ دون سے نہ رکھ چشمِ ثمر
خوشۂ فیض سے بے بہرہ ہے یہ مزرعِ نیل

قابلِ انسان کی صحبت کے ہے انسان نہ ملک
بنگیا پیشِ نبیؐ صورتِ دحیہ جبریلؑ

جتنا خورشید تپے اُتنی ہی بارش ہو سوا
ہووے کیونکر تپشِ عشق نہ رحمت کی دلیل

عشق کھنچوائے ہے اک ذرۂ جفاکش سے بزور
بارِ صد کوہِ الم بے عملِ جرِّ ثقیل

لگے نہ چرخ کو گر نالۂ عاشق کی ہوا
دم میں اجزائے دخانی کیطرح ہوں تحلیل

شمع کشتہ کے لئے ہے دمِ عیسےٰ آتش
سوزشِ عشق سے زندہ ہوں محبت کے قتیل

معتبر ہے جو کرے نالۂ دل دردِ اظہار
نالہ ہے دل کی زبان دل ہے موکل یہ وکیل

دل کے ہے ایک ورق میں وہ حقیقت ساری
جسکا اجمال قضا اور قدر ہے تفصیل

جی میں ہے اور پڑھوں میں کوئی مطلع ایسا
گوہرِ مخزنِ معنی سے ہو جس کو تادیل

کنجِ حیرت میں کروں علمِ خموشی تحصیل
یہ عجب مد[illegible] ہے جسمیں کہے قال نہ قیل

ق

درسِ توحید سے لوں ایک شفا کا نسخہ
بحث میں علتِ معلول کے ہے عقل علیل

جلوہ افروزیٔ یک بدرِ دجےٰ ہے اُسکو
شمع فانوس سمجھ خواہ چراغِ قندیل

فکرِ بیہودہ میں کس واسطے ہے تو پابند
کچھ نکال اپنے لئے ذوق نکلنے کی سبیل

خوابِ غفلت سے ہو بیدار کہ آئی پیری
نہیں مہتاب ہے یہ روشنیٔ صبحِ رحیل

تیر برسائے عدو پر جو کمانِ دارِ قضا
کم نہ فوارہ سے ہو تیر دن کی اُسکی قندیل

رہزن نطفہٗ بدخواہ ہوا دل سے قضا
اُسکی پشتِ پدری سے نہ کبھی تا تحلیل

محکمہ مین ترے انصاف کے ہون ہاتھ قلم
دے اگر بھول کے بھی کوئی سرِ حرف کو چھیل

ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ
ہو گران خاطرِ نازک پہ مبادا تطویل

عید ہر سال ہو فرخ تجھے باجاہ و جلال
ہون قوی پایہ ترے دوست بصد قدر جلیل

جو ضلالت سے ہون گمراہ وہ اے ظلِ خدا
ذلِ اقدام سے ہون خاکِ مذلت پہ ذلیل

قصیدہ نمبر ۱۳

پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسمان
کھائے اگر ہزار برس چکر آسمان

ہے بادہٗ نشاط طرب سے لبالب آج
ایک عمر سے پڑا تھا تہی ساغر آسمان

دیکھے نہ اس طرح کا تماشا جہان مین
گر ہو تمام چشمِ تماشاگر آسمان

اترا رہا ہے عطر سے عیش و نشاط کے
سچ ہے زمین پہ پاؤن رکھے کیونکر آسمان

افراطِ انبساط سے کیا ہے عجب اگر
مثلِ حباب جامہ سے ہو باہر آسمان

شادی کی اُسکی دھوم ہے آج آسمان تلک
تابع زمانہ جسکا ہے فرمان بر آسمان

فرزند شاہ یعنے جوان بختِ ذی وقار
تسلیم کو ہے جسکی جھکا تا سر آسمان

ہے اُسکی بارگاہ مین مانندِ چوبدار
حاضر عصائے کاہکشان لیکر آسمان

اس بیاہ کی نوید سے ہے اس قدر سرور
ہے پیر پر جوانون سے ہے بہتر آسمان

پھرتا ہے اہتمام مین شادی کے رات دن
مقدور کیا کہ ٹھہر سکے دم بھر آسمان

فردِ حساب صرف سے اس بیاہ کے ہو کم
گو لاکھ جمع و خرچ کا ہو دفتر آسمان

تو ردن کی پخت مطبخ عالی مین اس قدر
ہے جسکا ایک تودہٗ خاکستر آسمان

اُس روشنی کی چند دکھا دیجیے پچبان
نازان ہے آفتاب کے پنجہ پر آسمان

دانش آموز ہو گر تربیت عام تری | بید مجنون کو بنا دے ابھی انسان عقیل
جوہر تیغ اجل ایک ترے حکم کی نقل | تیر حکمی قضا حکم کی تیرے تعمیل
عہد مین تیرے جو ہو راہ تعدی مسدود | کھلے فعل متعدی سے نہ باب تفعیل
تشنۂ ذوق حلاوت ہون نہ کیونکر ارباب | تیری شیرین سخنی ہے اُنہین شربت کی سبیل
نکتہ چینون کے لئے نکتۂ برجستہ ترا | قابض طبع روان ہے روش دانۂ ہیل
جب ہون مرغان ہوا تیرے نشان بندوق | نسر طائر کو بھی تو سمجھے ایک اُڑتی ہوئی چیل
مہرۂ پشت عدو مین ترا تیر صف دوز | رشتہ مہرۂ تسبیح کے مانند دخیل
طائر روح عدو کے لئے پر پرواز | تیر کی تیرے صدا جیسے کبوتر کو زفیل
ق وہ قیامت ہے تری فوج کہ شور محشر | دم نہ مارے کبھی سن پائے جو گھوڑونکی صہیل
نالۂ بوق کی ہیبت سے رکھے پھونک کے پانْون | کوچۂ صور سے گذرے جو دم اسرافیل
ق دون ترے گھوڑے کو کیونکر مین پری سے نسبت | نہ یہ صورت نہ یہ رفتار نہ یہ ڈول نہ ڈیل
گرم جولان وہ کمان ہو کہ رکھے ہے وسعت | نہ تو سیدان تصور نہ فضائے تخییل
عرصۂ معرکہ مین گر تجھے اے شاہ سوار | اس سبکسیر سے منظور ہو کار تعجیل
جائے یون جیسے ہوا سم بھی نہ پانی ہو تر | نہ ہو پیروا اُسے ہے راہ مین تالاب کہ جھیل
ق کوہ البرز کو سائے مین دبا لے اپنے | ہے وہ اے شاہ فلک تبہ تری زنجیر فیل
حملہ آور ہو وہ جسدم تو سپے جان عدو | اُسکی خرطوم ہو دست کشش عزرائیل
تو جو محراب عماری مین ہو جلوہ نما | اُسکے دانتون پہ یہ خرطوم سے سوجھی تمثیل
خانۂ قوس مین خورشید جہانتاب آیا | دن ہین کوتاہ ہے ہوا اور ہوئی رات طویل
نہین یہ جوش گل و لالہ نکل آیا ہے | دادخواہی کے لئے خاک سے خون ہابیل
عدل نے تیرے کیا روے زمین کو گلزار | آج تک عدل مین کوئی نہ رہا تیرا عدیل
واسطے دیدۂ بد بین کے ہے یہ عین صلاح | ہو تری نوک سنان سرمۂ کوری کی جو سیل

کرتا تھا وان یکاد کو دم پڑھ کے دمبدم
دولھا کے صبحدم رخِ روشن پر آسمان

ایسا نہین جہان مین کوئی نخل آینہ دُ
لایا ہو آج جس مین نہ برگ و بر آسمان

کرتا ہے شاخ خشک تمنا کو نخل سبز
در پردہ شکل پردۂ بازی گر آسمان

شادی کا اُسکے نور بصر کے ہے اہتمام
کرتا ہے جسکا روز طوافِ در آسمان

وہ شاہ نامور کہ بہادر شہ اُسکا نام
ہو حکم سے نہ اُسکے کبھی باہر آسمان

وہ آفتابی اُسکی جنا جس سے آفتاب
وہ چتر اُسکا جس سے نہ ہو ہمسر آسمان

مطلع پڑھون حضور مین وہ مین جیسے کہ
مطلع سے آفتاب کے بھی برتر آسمان

تجھ سا زمین پہ دیکھے جو فرخ فر آسمان
قربان نہ کیون زمین کے ہو پھر پھر کر آسمان

طالع سدا مساعد و عالم سدا مطیع
کوکب ہمیشہ یار ترا یاور آسمان

نہ آسمان سے رتبہ ترا یون بلند تر
جس طرح کوہسار سے بالاتر آسمان

خطبہ کے واسطے ترے نام بلند کے
گر مشتری خطیب ہو تو منبر آسمان

وہ بحرِ بیکران ہے تری ہمت وسیع
ہے بلبلا سا ایک کنارے پر آسمان

دریائے قہر تیرا جو طوفان بپا کرے
بہ جائے مثلِ کشتی بے لنگر آسمان

قد پر ترے وہ راست قبائے علو و جاہ
زیبندہ جسکے واسطے بالا بر آسمان

تیری گہر فشانی دستِ کرم سے ہے
گویا کہ ایک دامن پر گوہر آسمان

چمکائے تیغ تیز کو اقبال گر ترا
ہو مصقلہ ہلال تو صیقل گر آسمان

یون دلمین ترے جلوۂ ذاتِ محیط حق
آجائے جیسے آئینہ کے اندر آسمان

سرعت مین تیرا رخش فلک سیر کیا شہاب
رفعت مین بھی ہے پیل جبل پیکر آسمان

شاہا عجب نہین ترے شبدیز کے لئے
بنوائے ماہِ نو سے رکاب زر آسمان

پہنچا نہ اُسکے کاوے کے انداز کو کبھی
کھاتا رہا زمین پہ سدا چکر آسمان

ابر بہار دود چراغان سے تو بہ تو / ہون سات آسمان کی جگہ ستر آسمان
چشم قمر مین اور بھی ہو روشنی دوچند / کاجل لگائے اُسکے دھوئین سے گر آسمان
کر ڈالے پارہ پارہ فتیلون کے واسطے / مہتاب کو سمجھ کے کہن چادر آسمان
یہ کہنہ و سیاہ وہ خوش رنگ و تو بہ تو / فائق ہو کیا سبوچہ سا چق پر آسمان
ٹھلیون مین ہین وہ نقش پڑے انکا عکس اگر / لے کہکشان کی مانگ مین موتی بھر آسمان
آرائش ایسی اور وہ گلہاے رنگ رنگ / اونے سا جنین غنچۂ نیلوفر آسمان
بنواے اُسمین پھول طلائی و نقرئی / لے لیکے ماہ و مہر سے سیم و زر آسمان
نقارخانہ کی ہے چراغان سے وہ شکوہ / گویا ہے ایک زمین پہ پر از اختر آسمان
کرتا ہے رقص تخت پہ نقارخانہ کی / ق شہنائی کی صدا کو جو سُن سُنکر آسمان
آوازۂ دمامۂ نوبت سے گونج اُٹھا / وہ جو سب آسمانون کے ہے اوپر آسمان
دولہا دلہن کی ہے یہ علامت سہاگ کی / آیا ہے ایک سہاگ پڑا بنکر آسمان
جائے عجب نہین ہے کہ عطر سہاگ کے / شیشے کے شیشہ بھر کے لنڈھا دے گر آسمان
یارب ہمیشہ دولہا دلہن مین رہے سہاگ / جبتک کہ ہووے نیچے زمین اوپر آسمان
مہندی کے وصف لکھنے کے قابل نہین کہ ہے / نیلا سا ایک کاغذِ بے مسطر آسمان
جو برج اُڑے ہے اُڑکے یہ ہوتا ہے وہ بلند / رکھ لے ہے سر پہ مثل گل احمر آسمان
کرتا رہا برات کی شب شام سے نثار / شبنم کی جاے صبح تلک گوہر آسمان
پہنچے براتیون کے نہ ہرگز ہجوم کو / انجم سے لاکھ جمع کرے لشکر آسمان
عیش و طرب کو مژدہ کہ کرتا جہان مین ہے / زہرہ سے اب ترانہ سرا نواز آسمان
ہنگام بزم عقد ستارون کے واسطے / کیا کیا سجے ہے اوج دُخرنگ کے گھر آسمان
بدبین کے ہے نظر کے جلانے کے واسطے / انجم سپند آگ شفق مجمر آسمان
جسوقت سہرا باندھ کے دولہا ہوا سوار / کیا کیا بلائین لیتا تھا جھک جھک کے آسمان

باز با خامۂ رنگین بنوشت
طرفہ تسبیح زمرد آورد

قطعۂ تاریخ تعمیر چاہ معمرۂ محمد شاہ سہارنپوری

سید با صفا محمد شاہ — کرد تعمیر طرفہ مسجد و چاہ
ذوق تاریخ سال بردہ بہم — زد رقم ساخت کعبہ و زمزم

اشعار قصیدہ ناتمام

خسروا نیر اقبال کی تیرے خورشید — کھائے ہے وقت شرف غرۂ شرف کی سوگند
تاب کیا انجم سعادت سے ترے ہو ہمسر — منزل اوج پہ چمکے مہ تاباں ہر چند
دم تحویل یہ کہتے ہیں عناصر چاروں — چار چند آپ کا ہو مرتبہ بلکہ صد چند
پرورش امن کے سایہ میں کیا کرتا ہے — شیر نر بچۂ آہو کو بجائے فرزند
قصر دولت سے ترے برج نظر ریختہ ہے — بام حشمت پہ ترے کاہکشاں نصف کمند

قصیدۂ مسدس دعائیہ

سر پہ آرائے گردوں جب تلک سلطان خاور ہو — قمر دستور اعظم صدر اعلیٰ سعد اکبر ہو
عطارد میر منشی زہرہ ناظر آسمان پر ہو — زحل پیر عمارت ترک گردوں میر لشکر ہو
سر ہفت آسمان جبتک کہ دور ہفت اختر ہو
الٰہی یہ بہادر شاہ ہفت کشور ہو

رہے نام سلیمان تا نگین حکمرانی ہے — رہے نام فریدون تا درفش کاویانی ہے
رہے دارا کو تا نام آوری تاج کیانی ہے — سکندر تا ہو نامی سکۂ کشورستانی ہے
ترا اے خسرو والا حشم عالم مسخر ہو — سر پر سلطنت پر تو ہمیشہ دادگستر ہو

انجم ہین کیا شرر ترے نعل سمند کے | ہے بلکہ نیزا گرد رہ لشکر آسمان

ق

مانا اگر بلندی شان و شکوہ مین | ہاتھی سے تیرے ہو بھی گیا ہمسر آسمان

پر اُسکے نقش پا کے مقابل بنا سکے | چار آفتاب ایک جگہ کیونکر آسمان

یہ ذوق کی دعا ہے کہ جبتک زمانہ مین | منسوب ہر ستارے سے ہووے ہر آسمان

بزم نشاط و عیش رہے تیرے گھر مین روز | لائے ہمیشہ تیری مرادین بر آسمان

مارے جگر مین حاسد بدخواہ کے ترے
تار خطوط مہر سے سو نشتر آسمان

اشعار در تاریخ دیوان نواب الٰہی بخش خان معروف

سبز رنگان کہ بباغ حسن اند | تازہ چون شاخ گل و لالہ و ورد

از کمر تا دہن نشان موہوم | چون خط جوہری و جوہر فرد

چشم دارند بہ قتل عشاق | چون حریفے کہ کند قصد نبرد

بجمال رخ آنہا معروف | مدتے شد کہ دلش خوش میکرد

رفت صیت سخنش از دہلی | تا صفاہان و عراق و ماورد

واندران حال سخنہا میگفت | ہمہ چون نالہ موزون پر درد

صد و یک مطلع رنگین آخر | گفت با نالہ گرم و دم سرد

شد چو تسبیح زمرد نامش | رونق و آب گہر رفت بگرد

مُرد فیروزہ خون شد دل لعل | کہربا چون یرقانی شدہ زرد

پیش آن گنج گہر نیست چو خاک | گنج خسرو کہ بود باد آورد

ذوق چون خواست دو تاریخش را | اندرین دفتر معنی بدو فرد

اول از دانۂ خوش رنگ شمار | کرد و آن عقدۂ مطلب وا کرد

رہے تا عابدوں کو شوق محراب عبادت سے | نماز اہلِ سنت تا ہو مسجد میں جماعت سے

ترا خطبہ میں ہو نام اور خطبہ زیب ممبر ہو
ترا حامی ابوبکر و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ ہو

قلم تا راستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئین | قلمزن تا ہو مشک افشان کاغذ خط سے مشک آگین
زبان پر تا سخن ہو اور سخن میں معنی رنگین | سخن تا داد جا ہے اور تا اہلِ سخن تحسین

ترا مداح دائم حسن در ا ذوق سخنور ہو
ہمیشہ تہنیت خوان ہو دعاگو ہو ثناگر ہو

اشعار متفرقات قصائد و قطعات و مخمسات وغیرہ

قطعہ در مدح میرزا شاہرخ بہادر

میرزا شاہرخ بہادر نے | قصد صید افگنی کیا جس دم
خون نخچیر سے ہوا سارا | دامن دشت لالہ زارِ ارم
نہ بچا اُس شکار افگن سے | صید کوئی سوائے صیدِ حرم
مرغ و سیمرغ اور غزال و پلنگ | ہوئے مسکن پذیر دشت عدم
ہے جگر گوشۂ بہادر شاہ | ہو بہادر نہ کیون وہ نیک شیم
سمجھے شیر آب کو ہزار غنیم | اُسکے پر سامنے ہے مثل غنم
شیر گردون بھی اُسکے لشکر میں | پائے ہرگز نہ قدرِ شیر علم
رہے مانندِ شیرِ قالین کے | اوجِ ہمت سے اُسکے زیرقدم
ہاتھ میں جب تفنگ لی اُس نے | ہمراژدہائے آتش دم
کئے شیر ژیان شکار کئی | اُس غضنفر شکار نے پیہم
ہے بجا گر دلاورانِ جہان | کھائیں اُسکی دلاوری کی قسم

بخار ارض سے تا ابر ہو اور ابر مین پانی
روان پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی
زمین مین تا ہو کان اور کان مین ہو جوہر کانی
پئے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی

تری شمشیر جوہر دار مین نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضہ مین بحر بر گہر ہو کان پر زر ہو

رکھین تا عود کو آتش پہ اور آتش کو مجمر مین
گل تر تا ہو گلدان مین تری ہو تا گل تر مین
رہے نافہ مین مشک اذفر اور بوئے مشک اذفر مین
صدف مین تا ہو گوہر اور ہو تا آب گوہر مین

ترے ابر کرم سے باغ عالم تازہ و تر ہو
شمیم خلق سے تیرے جہان یکسر معطر ہو

طریق رہبری مین خضر ہو جبتک ہدایت فن
سہارا ہووے تا بحر غریق الیاس کا دامن
رہے ادریس تا قطع تعلق سے جنان مسکن
مسیحا کا ہو بالا خانہ تا خورشید سے روشن

چراغ عمر سے تیری جہان سارا منور ہو
فروغ اسلام کو ہو رونق دین پیمبر ہو

شفق گلگونہ ہو جب تک سحر کے روئے نیکو کو
کرے آراستہ تا شام اپنے موئے گیسو کو
ثریا نورتن تا کہکشان کے ہووے بازو کو
کرے وسمہ سے تا قوس قزح سبز اپنے ابرو کو

لب پا خوردہ دشمن کے لہو سے تیرا خنجر ہو
سر بدخواہ فندق تیری انگشت سنان پر ہو

گلستان مین ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا
نیستان مین تا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
نہال تاک مین انگور ہو انگور مین صہبا
نشہ صہبا مین ہو اور ہو نشہ جبتک نشاط افزا

شراب عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشن جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو

رہے تا کام دیندارون کو احکام شریعت سے
خوشی تا حاجیون کو ہووے کعبہ کی زیارت سے

دیتا ہے تیری فوج میں نقارہ جب فلک
آتا ہے صاف چوب کی صورت نظر ہلال

تا نسر طائر ایک پرندہ نہ بچ سکے
منظور تجھ کو جب کہ شکار پرند ہو

قصیدہ ناتمام

آج کچھ ایسی ہوائے عیش کی تاثیر ہے
ہر ورق کاغذ کا رشک گلشن کشمیر ہے

گر نہال دشت کو شوق حنابندی نہیں
ہاتھ کیوں مہندی سے رنگتا برگ بید انجیر ہے

مدح حاضر میں سناوے مطلع روشن گر ذوق
منتظر مشرق میں بیٹھا مہر پر تنویر ہے

نام کو اللہ اکبر کیا ترے تاثیر ہے
ہر اذان میں شامل اور داخل ہر تکبیر ہے

کروں رقم اگر تہنیت کا میں آہنگ
تو ہووے خامہ سے پیدا صدائے بربط و چنگ

ہے تیرا زور حمایت کہ پاؤں کو اپنے
کرے ہے شیر کی چربی سے مالش آہوئے لنگ

شہا ترے رخ روشن کو کس سے دوں تشبیہ
کہ مہر و مہ کو گہن لازم آئینہ کو زنگ

کروں میں کیا ترے گلگون کا وصف چالاکی
اُڑا ہی جاتا ہے وہ تو بہ رنگ طائر رنگ

نہ پہنچے گرد کو اُسکے وہ پیک فکر رسا
کہ ہووے عرصۂ نہ چرخ جسکی ایک شلنگ

چلے ہے یوں کج و واکج ادا و ناز کے ساتھ
کہ جیسے مست مئے ناز کوئی دلبر شنگ

وہ چلنے میں ہے تدرو اُڑنے میں شاہین
اُچھلنے میں ہے وہ آہو لپکنے میں ہے پلنگ

نہیں پری وہ پری سے بھی ہے سوا پرّان
نہیں وہ آدمی لیکن سب آدمی کے ڈھنگ

رواں ہو گر وہ بسیر آب دریا پر
تو سُم بھی تر نہ ہو اُسکا چہ جائے زانو و تنگ

جو چھیڑے اُسکو تو سید ایمن اور کہیں اُسکے
بزیر نعل سُم اگر شرر فشان ہو سنگ

شرار سنگ نظر سے نہاں نہ ہونے پائے
ڈپٹ کے اور وہ پھر آئے سیکڑوں فرسنگ

جبکہ اس جرأت و شجاعت کو تا رہے یادگار عالم مین	چاہا اس طرح دل نے کیجے رقم وصفِ عالی صاحب عالم

لکھی اے ذوق مین نے یہ توصیف
سع تاریخ ثانی رستم ۱۲۶۲ھ

لکھتے ہین کس کی تہنیت عید مدح خوان	آراستہ ہوا جو قلمدان آسمان
عہد مین تیرے نکالے دانت گر تیغِ ستم گر پڑے پاؤن پہ تیرے مہر اگر سایہ دا	کام لے زنبور کا خار سے دستِ معدلت آفتابی سے جو تو کہدے کہ اسکو رکت
فصل گل آج ہے وہ سلطنت آے طرب	کہ ملا باغ مین بلبل کو ہزاری منصب
ہے اگر لیلی سیاہی تو ورق عذرا عذار ہوگیا خورشید مالا مال وہ ہین نور سے ہاتھ مین بندوق لے جسوقت تو بہر شکا	خط ترا شیرین ہے شاہا اور قلم شاخ نبات دی جو تونے دولتِ انوارِ دانش کی زکوات شیر گردون کو نہ مشکل ہاتھ سے تیرے نجات
پر نہین ہے ترا توسن وہ پری سان پران ہو قوی دست ترے زور سے اسلام اگر پاتا گرداب سے ہے گردہ نانِ ابی	سیر کہ جسکی ہے اک قاف سے لیکر تا قاف کھینچے شمشیر سر کفر پہ پھر مرکز کاف تیری بخشش سے جو دریا کا ہے عین کفاف
دستِ ہمت نے ترے کھوئی روپے کی یہ قدر	چنگیوںین مین اُڑاتے اُسے کیا کیا صراف

یہ حال ہے مرا ضعفِ دماغ سے کہ مجھے	صداے صورِ قیامت ہے ہر مگس کی طنین
زمانہ عربدہ پرداز و بخت برناساز	ستارہ بر سرِ پیکار و چرخ بر سرِ کین
عجب نہیں ہے کہ زاب خطِ چلیپا سے	بناوے تیرے طویلہ کے واسطے حرز زین

رباعیات مدح

شاہا تجھے با دولت و بختِ فیروز	فرخ ہو سدا جہان میں جشنِ نوروز
ہووے شرف اندوز ترے طالع سے	ہر سال حمل میں مہرِ عالم افروز
خورشید سے کیوں جہان میں نوروز	اور تجھ سے جہان روز مسرت اندوز
ہے تجکو زمانہ میں شرف دوازدہ ماہ	اور ہے مہر جہانتاب کو یکیا دیگر روز
کہتا ہے یہ فیروزیِ رنگِ نوروز	تو ہو صفِ اعدا پہ مظفر فیروز
ہو دشمنِ سرکش کے لئے سہم الموت	اے شاہ عدو کش ترا تیرِ دل دوز
دعا ہے ذوق کی ہو خلعت ولیعہدی	مبارک آپ کو با آفتابی و کرسی
یہ آفتابی و کرسی خدا کرے فرخ	بحق سورۂ والشمس و آیۃ الکرسی

اشعار قصیدہ

آگے تیری طبعِ موزون کے ہے اک نعل عبث	یہ جو کرتے ہیں عروضی فاعلاتن فاعلات
فیض سے تیرے نہ کیونکر اک جہان سرسبز ہو	ذات ہے تیری شہا سرچشمۂ آبحیات

اگر ہو تجکو شہا اُسکے خانۂ زین مین
تو اس ارادہ کے آنے مین دل تلک ہو دیر

تمام عرصۂ گیتی کی سیر کا آہنگ
اور اسکے جاکے پھر آنے مین کچھ نہ ہووے درنگ

ہین وہ نعلین خسروا ترے سرا درنگ گل
جن پہ کھاتا ہے چمن مین تختۂ اورنگ گل

کرے ہے مہر علیؑ دل کو صاف پر انوار
جلی ہے کیونکہ ہنوز زیر لشکر کفار

طلوع شمس پہ موقوف ہے وجود نہار
علیؑ ہے شکل علےٰ اور علےٰ ہے حرف جار

مخمس در مدح

خسروا چڑھ کے سر گنبد دوار ہلال
حاضر خدمت عالی ہے بہرکار ہلال

خو دلب عجز سے کرتا ہے یہ اقرار ہلال
گرز بردار ہے خورشید کماندار ہلال

آسمان لیکے سپر چلتا ہے تلوار ہلال

دست ہمت ترا خورشید سے ہے بالا تر
آئین تیرے در دولت پہ گدا یا نہ اگر

تری بخشش سے ہے نیسان عرق شرم مین تر
اپنے کاسہ مین بھرے چرخ دُر و لعل و گہر

اور کشتی مین بھرے درہم و دینار ہلال

ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ
تیری دولت سے ہون خورسند ترے دولتخواہ

عید ہر سال ہو فرخ تجھے با حشمت و جاہ
اور جو حاسد ہین ترے واسطے اُنکے ہر ماہ

چرخ پر تیز کرے خنجر خونخوار ہلال

قصیدۂ ناتمام در منقبت

لکھوں جو مین کوئی مضمون ظلم چرخ برین
تو کربلا کی زمین ہو مری غزل کی زمین

اشعار قصیدہ ہفت زبان

تجلی سے [illegible] کا [illegible] سکن جوش [illegible] دیدگی سے [illegible] ہے طرح شعلہ کا عالم [illegible] نیال	آب و الحوا ہو گئے نشوونمائے گلشن آیت انبتہ اللّٰہ نباتا حسنا ذات سے ہوں ترے ارزان عدو پر کفن
[illegible] [illegible]	خرب یہ تجھ کو دنیا اگر ہزار سال سوزش [illegible] بے تار گرہ سے تمام سال
[illegible] آتش [illegible] [illegible]	[illegible] آتش [illegible] [illegible] پوچھا [illegible]